حق تالیف محفوظ ہے

سنی صاحب بے تکلف ملاحظہ فرمائیں

انت ولی فی الدنیا والآخرة

عبارت لوح

اصل الحقیقت برد الحقیقت

مولوی محمد حسین متخلص بہ محو صاحب کرنالی ساکن جناب پاکیزہ خیال ایک رسالہ
مسمی بہ الحقیقت لکھا تھا اس کا جواب باسم اصل الحقیقت برد الحقیقت سید
سجاد حسین ابن سید محمد حسین مرحوم و مغفور خلد آشیان جنت مکان
متوطن قصبہ سادات و شہر سادات باہرہ ضلع مظفرنگر نے لکھا

مطبوعہ مطبع پنجاب پریس لاہور

maablib.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالۂ اصل الحقیقت بردِّ الحقیقت

مؤلفہ

فقیر سجاد حسین ابن سید محمد حسین مرحوم و مغفور

بعد حمدِ خدائے بیچون وچرا و صلوٰۃ و سلام سرور انبیاء منقبت شیرِ خدا و آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام حقیر پُر تقصیر سجاد حسین ابن سید محمد حسین مرحوم متوطن بہڑہ سادات واقعہ سادات باہرہ ضلع مظفر نگر مومنین با تمکین کی خدمت با سعادت میں گزارش کرتا ہے۔ کہ جناب شیخ محمد یعقوب صاحب بجنوری نے مذہب شیعہ اختیار کر کے بہ مشورہ حقیر ایک رسالہ مسمیٰ بہ پاکیزہ خیال جسکو رسالہ ہذا کا مقدمہ سمجھ کر آگے نقل کیا گیا ہے۔ شایع کیا گیا تھا۔ اُس کا جواب موسوم بہ الحقیقت مولوی احمد حسن صاحب بجنوری المتخلص بہ رُسوا نے باہتمام مولوی فیض الحسن صاحب پسرِ خود مطبع مشرق العلوم بجنور میں طبع کرایا۔ چونکہ رُسوا صاحب نے رسالۂ الحقیقت بجواب تحریر نحیف کا تھا اور شیعہ کی قدیم سے یہ عادت جاری رہی ہے کہ کسی

کتاب اہل سنت کو بلا دیکھے نہیں چھوڑا۔ نظر بران حقیر نے بغرض نشاط
خاطر مومنین و تسکیت و تبکیت مخالفین یہ چند اوراق لکھ کر نام اس
رسالہ کا "اصل الحقیقت برد الحقیقت" رکھا۔ خدا سے دعا کرتا ہوں۔
کہ حق طلب اس کے مطالعہ سے فائدہ اٹھا کر عزت دارین حاصل
فرمائیں۔ اور اس ہی ان کو کہ سوا سہر خاطی و لگر گرام ہے وہ انہیں
سے یاد فرمائیں۔

اطلاع

یہ خیال محمد یعقوب ابن شیخ امیر علی بجنوری کا ہے۔ جنہوں نے
در نیولا اپنی قوت خیالی سے مذہب امامیہ اختیار کیا ہے۔ دراصل خیال
شیخ محمد یعقوب موصوف الصدر کا ہے۔ اور ترتیب دیا ہوا حقیر سجاد حسین
کا ہے۔ پس اس پر جو ایراد ہوگا۔ اس کا جواب میرے ذمہ ہے۔
اہل نظر آگاہی عوام الناس پاکیزہ خیال کو مجدداً نقل کرتا ہوں۔
پھر اس کا جواب اصل الحقیقت۔

سجاد حسین عم ابن سید محمد حسین مرحوم
متوطن مبٹرہ سادات واقعہ سادات باہرہ
ضلع مظفر نگر بقلم خود
۱۵ مئی سنہ ۱۹۰۳ء

maablib.org

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مضمون

پاکیزہ خیال

ہر معاملہ میں غور و فکر کرنے سے عمدہ عمدہ نتیجہ اور مطالب پیدا ہوتے ہیں۔ جو لوگ کہ معاملاتِ دینی یا دنیاوی میں فکر و خوض کرنے کے عادی نہیں۔ یا یہ کہ باوصفِ قدرت غور و تامل اُس کو فضول سمجھ کر نظر سے گرائے ہوئے ہیں۔ اُن کا شمار کسی طرح اربابِ عقل میں نہیں ہو سکتا۔ بلکہ چوپایہ وغیرہ میں داخل ہیں۔ انسان گو حیاتِ مستعار چھوڑ کر ضرور ایسی جگہ جاتا ہے۔ کہ سوائے فضلِ خدا و صلاحیتِ اعمال اور کوئی چیز کارآمد نہ ہوگی۔ لہذا لازم آیا۔ کہ دینی معاملات میں نیک نیتی سے خوب چھان بین کر کے مذہبِ حق پر قایم ہو جائے۔ تاکہ وغدغۂ روزِ حشر سے پورا اطمینان ہو۔ ہمیں بناء حقیر نے جو بہ حیثیتِ اسلام خیال پیدا کیا ہے۔ اُس کو دو غرض سے شایع کرتا ہوں۔

غرض اوّل

یہ کہ اگر میری رائے نے غلطی کی ہے۔ تو چونکہ آپ صاحبان کی نظر

سے گزریگی - لہذا اس کی اصلاح میرے اور نیز میرے ہم خیالوں کی

ہدایت کا سبب ہو گی -

غرض دوم

اگر میرا تیر فکر پورا نشانہ پر بیٹھا ہے - اور خطا نہیں کی - تو دیگر حضرات جنہوں نے بطور واجب امور دینی کی تنقیح میں کوشش نہیں کی - اور باپ دادا کے بچھائے ہوا نے بوریئے پر بیٹھے ہیں وہ میرے ساتھ ہو کر سیدھے راستہ پر آجائیں - حقیر کا مذہب قدیم اہل سنت والجماعت تھا - بعد انقضائے زمانہ طفلی جب مجھ کو علمی ذریعہ سے معاملات میں نیک و بد باتوں کے تمیز دینے کا مادہ حاصل ہوا - تو معلوم ہوا - کہ مسلمانوں میں سوائے اہل سنت کے اک شیعہ مذہب بھی ہے - جس کو اکثر مغل و سادات اور کمتر اور حضرات نے اختیار کیا ہے - بزرگوں کو دیکھا - کہ سادات کی تعظیم تو کرتے ہیں - مگر بہ حیثیت مذہب اُن کو تیز اور زہریلی نگاہوں سے دیکھ کر قطعی جہنمی بتاتے ہیں - اور یہ بھی فرماتے ہیں - کہ سادات ہی کے بزرگوں سے خلائق نے ایمان پایا - انہیں کے گھر فرشتے اُترے انہیں کے یہاں وحی آئی - انہیں کی جد پر قرآن نازل ہوا - انہیں کے دادا نے کفار کا قلع قمع کر کے اسلامی نیو کا مضبوط پتھر جمایا - انہیں کی جد گرامی نے شب ہجرت بستر نبوی پر استراحت کر کے - ومن الناس من یشتری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ کا معزز خطاب پایا

راہِ خدا میں اپنے نفس کو بیچ کر مرضاتِ خدا کو اُس کے بدلے میں حاصل کیا۔
جس سے علی بائع نفس اور خدا اُس کا مشتری ہوا۔ جبرئیل علیہ السلام کو
جیسے بنظرِ امتحان وہ سائلانہ حیثیت سے مسجدِ رسول میں آئے تھے۔ بحالتِ
رکوع وہ انگشتری دے کر جس پر سلطنت جناب سلیمان علیہ السلام کا
مدار تھا (انما ولیکم اللہ) کا زیبا اور خوش قطع خلعت زیبِ تن
فرمایا۔ منزلتِ ہارونی سے اعزاز پایا۔ سوائے اُن کے اور کسی کو بحالتِ جنابت
دخولِ مسجد کی اجازت نہ دی گئی۔ اُن کے دروازہ مقدس کے سوا اور
سب اصحاب کے دروازے مسجد سے بند کر دئے گئے۔ جنگِ خیبر کے سلسلہ
میں کرارِ غیر فرار کا خطاب حاصل کیا۔ حسبِ ارشادِ نبی وہ خدا اور
رسول کے دوست رکھنے والے اور خدا اور رسول اُن کو اپنا دوست
رکھنے والے قرار پائے۔ جنگِ احد میں جبکہ سب کے پیر اکھڑ گئے تھے۔
فرشتوں کی زبانی لافتیٰ کا لقب پایا۔ وہ مباہلہ نصارائے نجران کے
سامنے کہ بصورتِ کامیابی دعائے لعین موقوفِ شمول ذات تھا۔ نبوتِ آنحضرت
کی صداقت کے درجہ پر پہنچنے کے لئے سوائے بی بی اور بچوں کے آنحضرت
کے ساتھ یہ اُن کے ساتھ میں چلے گئے۔ غایتِ اتحاد و خصوصیت سے
خدا نے اُن کو نفسِ نبی قرار دیا۔ رسولِ مقبول کے علوم لامتناہی کے
دروازہ بنے۔ انا و علی من نور واحد کی ذی عزت خطاب سے
بہرہ یاب ہوئے۔ وصیتِ محمدی پر عمل کرنے سے وہ رتبہ عظیم پایا۔ کہ
بلا شرکتِ غیرے حاملِ احکامِ قرآن سمجھے گئے۔ قرآن پاک سے متحد

خصوصیت پائی۔ کہ القرآن مع علی و علی مع القرآن اُن کے باب میں
نبی نے ارشاد فرمایا۔ بندہ نے حدیث ثقلین تمام امت اُن کی تابع فرمان
کی گئی۔ اور بمقابلہ جمیع اہل اسلام اُن کو وہ عزت ملی۔ جو کلمہ گویوں
کے سامنے قرآن پاک کو ہے۔ جیسے کہ کلام مجید کسی مسلمان کا تابع نہیں
بلکہ وہ راہ نما ہے۔ ایسے ہی حضرت امیر رسول مقبول پر ایمان لانے
والوں کے لئے بولتے ہوئے قرآن ہیں۔ علی نہ کسی کے مطیع ہو سکتے
ہیں اور نہ کوئی اُن کو ہدایت کر سکتا ہے۔ بلکہ بعد رسول وہ سب امت کے
ہادی و پیشوا ہیں۔ جناب عیسیٰ و موسیٰ علیہ السلام وغیرہ سے ہم صفات
ہو کر مقصود صورت سے ہوئے۔ چشم فلک تو میں نبی نے اُن کو یہ
عزت دی۔ کہ اپنے پارہ جگر کو جدا کیا۔ صیغہ اخوت پڑھ کر ذات یعنی
فی اللہ بنا دیا۔ انجمن اُن کے باب میں ارشاد فرمایا۔ بوقت فتح مکہ
بت شکنی کے لئے اپنے کاندھے پر چڑھایا۔ جس سے علی پر دوش
احمد چشم بد دور بہ عیاں رسالت حسینی علی در حیاتشہ اہل ایمان کی بارہ
پہچاری ہوا۔ خدا نے اپنے گھر کو اُن کی والدہ کا زچہ خانہ تجویز کیا۔ رسول
صلعم نے اُن کے جنگ اور صلح کو اپنے ذاتی افعال سے تعبیر فرمایا۔
لحمک لحمی و روحک روحی اُن کے باب میں ارشاد فرمایا۔ اُن کی اولاد
کو اپنی اولاد قرار دیکر اکرموا اولادی الصالحین للہ والطالحین
لی سے اُمت کو امر بہ تعظیم سادات فرمایا۔ روز قیامت منبر پر چڑھ کر سینکے
کے مداح کرشل ذات خود حسنین کا سونے بنایا۔ کارخانہ قدرت کی

ڈھلی ہوئی تلوار جو اُحد میں آنحضرت کے پاس آئی تھی وہ انہیں کے
حوالہ کی گئی۔ حضر و سفر میں ہمیشہ نبی کے نگہبان رہے۔ کسی لڑائی
کو بلا فتح کئے نہ چھوڑا۔ کمال مواسات و جوانمردی سے رسول صلعم
نے اُن کے حق میں علی منہ و انا منہ فرمایا۔ اُنہیں کی ایک ضرب
روز خندق نے تمام اہل اسلام کی عبادت پر فوق پایا۔ عمر بن عبدود
جیسے نامی پہلوان کفار کو سادات کے جد اعلےٰ نے نیچا دکھایا۔ مرحب
و حارث کو مار کر قلعہ خیبر کے کواڑ ں کو خندق کا پل بنایا۔ انہیں کی قضا
شدہ نماز کو ادا کے درجہ پر پہنچانے کے لئے ڈوبے ہوئے سورج
نے اُبھارا۔ اہلبیت ہی کے دروازہ پر فرشتے آسمان سے بھیک
مانگنے آئے۔ جس کا ذکر سورۂ دھر میں ویطعمون الطعام علے
حبہ مسکینا ویتیما و اسیرا کے لفظوں سے کیا گیا ہے نہیں
کے واسطے طعام بہشت کا مائدہ اُترا۔ انہیں کے بزرگوں کے گہوارہ
کے جبرئیل نے ڈوری ہلائی۔ انہیں کے گھر اہتمام ولادت میں
مدایہ گری کے لئے حور جنت سے آئی۔ سادات ہی کی دادی کے عوض
میکائیل نے چکی پیسی۔ اُسی بزرگ بی بی کو یہ عزت ہوئی۔ کہ
سیدۃ النساء العالمین کے معزز خطاب سے بہرہ یاب ہوئی۔ اور
اُس کو اذیت و تکلیف دینے والے لوگ موذیان خدا و رسول سے
معدود ہو کر کافر کہے گئے۔ بخلاف دستور اُسی کے نبی نے تعظیم
دی۔ باوصف موجود گئے دیگر بنات اُسی کو آنحضرت نے الفاطمہ

بضعتہ منی کہا۔ اُسی کی اولاد کو اپنی اولاد قرار دیا۔ اُسی کے فضائل و مناقب میں احادیث بیان کر کے امت کو ہدایت بہ تعظیم و تکریم فرمائی۔ اُسی کا عرش اعلےٰ پر نکاح پڑھا گیا۔ بیت نہ ایسی شادی ہوئی۔ پھر نہ ایسے بیاہ ہوئے۔ خدا نے عقد پڑھا۔ انبیاء گواہ ہوئے۔ اُسی کو خدا نے مرتضےٰ جو کہ ہمپایہ مصطفےٰ تھا شوہر عطا کیا۔ اہلبیت ہی کا دامن دولت سنبھالنے سے بہ قولِ سعدی سن وقت دو امان آلِ رسول نجات اخروی متعلق ہے۔ انہیں کے دادا نے محض خوشنودی خدا اور رسول کے لئے بغرض بقاء اسلام شہادت گوارا کر کے اپنے نانا کو افراد شہدا میں داخل کیا۔ انہیں کے گھرانے سے اٹھارہ آدمی جن کا نظیر روئے زمین پر نہ تھا۔ بنائید دین تہ تیغ ہوئے۔ انہیں کے خاندان سے صغیر بچہ نے گلوے نازک پر صدمۂ ناوک اُٹھایا۔ انہیں سیدوں کے بزرگ نے مخدرات عصمت و طہارت کی بحالت بیماری ستاریانی کی۔ انہیں کی ذی عزت مستورات کو مسلمانوں نے جیلخانہ میں بھیجا۔ اور غایت کفر کیشی نامسلمانی سے اُن کو دربار عام میں بلوایا۔ انہیں کے گھرانے میں خدا نے نبوت و امامت کو جمع کیا۔ نانا رسول اور دادا امام ہوا۔ تمام اہل اسلام میں سادات ہی کا نسب نامہ ایسا ہے۔ جس پر مہر نبوت اور امامت لگی ہوئی ہے۔ (لو کشف الغطاء ما ازددت یقیناً) جیسا جلیل کلمہ سوائے سیدوں کے دادا کے اور کسی کی زبان سے نہ نکلا۔

منبر نبوی پر بیٹھ کر سلونی مما تفقدونی سوا اُن کے کسی نے نہ کہا۔
یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ پر عمل کر کے تین روز متواتر روزہ پر روزہ رکھ کر
تاجِ ھل اتیٰ سر پر رکھا۔ سیدوں کے بہادر دادا نے کبھی کسی
جنگ سے منہ نہ پھرایا۔ سوائے سرداری و سپہ سالاری آنِ
واحد کے لئے کبھی کسی کے ماتحت نہ ہوئے۔ اصولِ اسلام پر
جو مخالفوں نے بعد از رسول حملہ کئے۔ اُن کا اکثر و تمام تر جواب سادات
ہی کی جد نے دیا۔ بحکم رسول امیر المومنین وہی کہے گئے۔ چنانچہ
آج تک حضرت امیرؑ سوا اُن کے اور کسی کو نہیں کہہ سکتے۔ غالب
من کل غالب کے خطاب نے انہیں سے اختصاص پایا۔ گہوارہ
میں اژدر کو ڈو۔ کر کے حیدر حیدر کا خطاب پایا۔ بیر العلم میں
کود کر جنوں کو کلمۂ طیب پڑھوایا۔ دنیائے ناپاک پر نفرین کر کے
حالتِ تنہائی و بیکسی میں نبی کو سپرد زمین فرمایا۔ بعد وفاتِ رسولؐ
تمام امور پر تنزیل آسمانی کے جمع کرنے کو مقدم کیا۔ غایتِ زہد و اتقاؑ
سے مدام آدھ جو کھایا۔ ہمیشہ کفار کی مزدوری کر کے اپنا قوت بہم پہنچایا
بیت المال سے کبھی ایک حبّہ قرض نہ لیا۔ پس از وفات مال دنیا
سے سوائے ایک کاسۂ چوبی اور کچھ نہ چھوڑا۔ اعراب و بادیہ نشینوں
کی جو امانتیں حضرت کے پاس تھیں اُن کو بجنسہ واپس دیا۔ نبی کے
قرض کو ادا کیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ پس میں کتب میں بلا اختلافِ کلام
سادات کے بزرگوں کے مناقب و فضائل سُن سُنکر سوچا کرتا تھا۔

که خدایا یہ کیا معاملہ ہے۔ کہ ساداتِ نبی فاطمہ باین عزو شان قطعی
جہنمی ہوں۔ اور دیگر جملہ اہل اسلام پیر پھیلا کر بہشت میں کروٹیں
لیں۔ میں نے سادات کو عموماً شیعہ ہی دیکھا ہے۔ بعض سادات
جو سنی نظر آئے۔ وہ شیعہ سیّدوں کی جماعت میں ایسے بھدّے
اور بدنما و بے میل معلوم ہوئے۔ جیسے فی المثل گیہوں کے کھیت میں
کرنجوا یا شاداب باغ میں ارنڈی کا درخت ناموزون و بد زیب معلوم
ہوتا ہے۔ سادات کے علی العموم شیعہ ہونے سے مجھ کو یہ کھٹکا ہوا
کہ الٰہی یہ کیا بھید ہے۔ بنی امیہ و بنی عباس کے زمانہ میں تو اکثر
سادات وقفِ شمشیر و طوق و زنجیر ہوئے۔ اور اُس سے بعد جتنے
سید پیدا ہوئے۔ اور تا قیامت پیدا ہوں گے۔ وہ سب بجرم
تشیع مثل طاعون زدگان بمبئی دوزخ کے انجن میں جھونک دیے جائینگے
یہ تمام تر آفت نبی صاحب ہی کے گھرانے پر کیوں پڑی۔ کُل مسلمان
اچھے اور نبی کا گھر برباد۔ یہ نبوت گویا گھرانے کے لئے آسمانی بلا
ہو گئی۔ مسلمانوں میں چار قومیں ہیں۔ شیخ۔ سیّد۔ مغل۔ پٹھان۔
ان میں سے سیّد و مغل اکثر شیعہ ہوتے ہیں۔ سادات کے شیعہ
ہونے کی تو یہ وجہ ظاہر ہوئی۔ کہ خلفاءِ ثلاثہ و خاندان نبوت میں اتحاد
نہ تھا۔ بلکہ انتہا کا ضد و اختلاف تھا۔ اور ہر دو گروہ میں
عناد ایسا بڑھا ہوا تھا۔ کہ علی المرتضٰے بروایت مسلم و بخاری حضرات
شیخین کو کاذب و غادر و خائن و آثم جانتے تھے۔ بی بی فاطمہ مرتے مرگئیں

maablib.org

مگر جناب صدیق کی صورت نہ دیکھی۔ جنازہ پر بھی آنیکی روادار نہ ہوئیں۔
حضرت عمر کی خلافت پر جناب علی نے صاف اعتراض کردیا۔ کہ یہ بدمزاج
وتند خو ہیں۔ بروقت شوریٰ حضرت عثمان کی نسبت کہدیا۔ کہ حق تو
میرا ہے۔ باقی جسکو چاہو دیدو۔ بلوائیان مصر نے جناب ثالث کو بیدردی
سے ہلاک کرڈالا۔ مگر خاندان بنی ہاشم سے کسی نے پروانہ کی۔ مصریوں
نے یہانتک زیادتی کی۔ کہ اُن کالاشہ اُٹھاکر مزبلہ پر پھینک دیا۔
جس میں سے کمبخت کتے نے بھی ایک ٹانگ توڑلی تھی۔ نظر برآں گروہِ
سادات اپنے باپ دادا کی طرح حضراتِ خلفاء سے سر بصحرائے
مخالفت ہوگیا۔ جیسے اہلبیت حضراتِ ثلاثہ کو بُرا جانتے تھے۔ ویسے
ہی سید بھی جاننے لگے۔ عام قاعدہ ہے۔ کہ محبت واحسان کا اثر تھوڑے
دنوں رہتا ہے۔ اور رنج وعداوت کا تسلسل مدتوں بلکہ نسل درنسل
چلاجاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہوسکتا۔ کہ خاندان رسالت کو
مسلمانوں کے ہاتھ سے سخت صدماتِ مالی وجانی پہنچے۔ سب سے پہلا
صدمہ جس نے قوت تحمل کو کمزور کیا۔ معاملۂ فدک تھا جس کی
کثیر التعداد آمدنی ایک لاکھ چوبیس ہزار روپیہ سالانہ دختر رسول صلعم
کے ہاتھ سے نکل گئی۔ سادات جب اپنی جدہ ماجدہ کے حالات کتب
میں دیکھتے یا واعظوں سے سُنتے ہیں۔ تو جوشِ تعصب اُن کے دل ایسے
اُمنڈ آتے ہیں کہ آنکھوں سے اشکوں کی ندیاں بہادیتے ہیں۔ اگر
خلفاء وأہل بیت میں متحدانہ ربط ہوتا۔ تو ممکن نہ تھا کہ بخلاف روش

خاندان وطریقۂ بزرگان حضرات خلفاء سے اُن کو کشیدہ و آزردہ خاطر
ہونے کا موقع ملتا۔ بنی فاطمہ کا طرز عمل ہمکو بتلا رہا ہے۔ کہ خلفاء و خاندان
نبوت میں انتہا درجہ کی بے لطفی تھی۔ مغل صاحبان کے شیعہ ہونیکی
بنظر سرسری چند وجوہ معلوم ہوئیں۔ اوّل یہ کہ اہل عجم کے لئے جناب سرور کائنات
کی حدیث صحیح موجود ہے۔ کہ ایرانی زیرکی و دانائی سے امر حق کو تلاش
کرلیں گے۔ اگرچہ ایوان ثریا میں اُس کا نشان ملے۔ چونکہ عجمیوں نے عام
طور پر مذہب شیعہ سے دلچسپی و پیوستگی اختیار کی ہے۔ لہذا سمجھا گیا۔
کہ انہوں نے بزور تحقیقات وہی راہ منجملہ مختلف طریق ہائے اسلام
اختیار کرلی جو کہ بخط مستقیم باب جنت سے ملی ہوئی ہے۔ دوم بقول
صاحب تاریخ فرشتہ غازان خاں بادشاہ توران نے جناب رسالت مآب
علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا۔ جس میں اُس کو آل طیبین سے محبت
کرنے کی ہدایت ہوئی۔ چنانچہ بمتابعت بشارت اُس نے دینی تعلقات کو
ائمہ معصومینؑ کے احکام سے وابستہ کردیا۔ ازاں بعد اُس کے بیٹے اولجایتو
سلطان معروف بہ خدابندہ نے بقولے اگر پدر نتواند پسر تمام کند باپ کے
ارادوں کو ایسا استحکام دیا کہ اسمائے خلفاء ثلاثہ جمعہ و عیدین کے خطبے سے
خارج و ساقط کرکے بارہ۱۲ اماموں کے نام داخل کردیئے۔ اور تمام ایران
میں سرکلر جاری کردیا۔ کہ جمیع مغل مذہب شیعہ اختیار کریں۔ چنانچہ انہوں
نے باعتبار خواب غازان شاہ و ہدایت و رہنمائی خدابندہ و نیز دیگر شواہد
عقلیہ و نقلیہ اہلبیت رسول کو لائق منصب امامت سمجھ کر اُن کو کہنا سردار

دین مان لیا۔ مذہب امامیہ کا رواج و شیوع اکثر بلاد میں رویائے صادقہ کی بنا پر وقوع پذیر ہوا ہے۔ چنانچہ صاحب تاریخ فرشتہ لکھتے ہیں۔ کہ برہان شاہ والئے احمد آباد ملکِ دکن خواب میں آنحضرت سے ہدایت پاکر خود معہ زن و فرزند شیعہ ہوا۔ اور نیز تمام ملکِ دکن میں مذہب امامیہ کو رواج دیا۔ زمین ہند پر سلاطین اسلام سے یہ پہلا شخص ہے۔ جس نے مذہب امامیہ کو ہندوستان میں پھیلایا۔ سوائے وجوہاتِ بالا حضرات مغل جناب شاہ زنان حضرت شہر بانو سے تناسب قومی رکھتے ہیں۔ نظر برآں اُنہوں نے وُہی مذہب اختیار کر لیا۔ جو کہ اُن کی شہزادی شہر بانو دختر یزدجرد کا تھا۔ دیکھو کتاب دعوتِ اسلام کا صفحہ ۲۳ جس کو ٹی ڈبلیو ارنلڈ بی اے پروفیسر کالج لاہور نے لکھ کر محمد عنایت اللہ طالب علم مدرسۂ علیگڈھ سے ترجمہ کرایا۔ شیخ و پٹھان عام طور پر سُنّی ہوتے ہیں۔ ان میں شیعہ ایسی قلت سے پائے گئے جیسے سادات میں سُنّی۔ حضراتِ اہل سنّت کا مقولہ ہے۔ کہ شیخین کرام و اہل سنّت عظام باہم ایسا تملّس رکھتے تھے۔ کہ ایک دوسرے پر جان فدا کرنیوالا تھا۔ میرے نزدیک یہ بات بالکل خلافِ عقل و قیاس معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اہل خاندان اپنے بزرگوں کے چال چلن و رسم و رواج و طرز معاشرت سے بخوبی آگاہ ہوتے ہیں۔ اگر اہل بیت و خلفاء میں اتحاد ہوتا۔ تو اس کا اثر اولاد میں ضرور پایا جاتا۔ شیخ صاحبان کا عموماً سُنّی اور سادات کا عموماً شیعہ بلا کسی دلیل کے شیعتِ عداوت متوارثان ہر دو گروہ ہے۔ رہے پٹھان

یہ شیخوں کے پیچھے لگو جان ہیں۔ بقولِ مشہور حضراتِ افاغنہ کے جدِ اعلیٰ حضرتِ خالد ابن ولید تھے۔ پس جو ربط حضرتِ خالد کو جنابِ شیخین سے تھا۔ وہی اُن کی اولاد کو شیخ صاحبان سے ہے کسی مؤرخ اسلام نے حضرتِ خالد و خاندانِ نبوت کے اظہارِ اتحاد میں قلم فرسائی نہیں فرمائی۔ بلکہ بخلاف اُس کے روایاتِ ضد و اختلاف لکھ کر بذخامہ محدثین و اربابِ سیر ہوئے ہیں۔ بعض ساداتِ سُنّی اور شیخ و پٹھان جو شیعہ نظر آئے۔ اُن کی وجوہات بظاہر یہ معلوم ہوئیں۔ کہ بنی امیہ و بنی عباس و دیگر سلاطین دشمن خاندانِ رسالت کے زمانہ میں سلطنت کے دباؤ سے سیّد ایسے شکنجۂ تقیہ میں گرفتار ہوئے۔ کہ پھر انکی نسلوں کو اُس کے پیچ سے نکلنا دشوار ہو گیا۔ سنّی سیّدوں کا میل و جول اکثر چھوٹی قوموں کے لوگوں سے پایا گیا۔ اور یہ بھی دیکھا گیا۔ کہ وہ لوگ شیعہ سیّدوں کے مقابلہ میں بہت دبتے اور جھیپتے ہیں۔ شیخوں کے دو قبیلہ سے صدائے تشیّع آتی ہے۔ صدیقی و انصاری۔ میرے خیال میں صدیقیوں کے امامیہ ہونے میں محمد بن ابی بکر صاحب کے تشیّع نے رنگ دیا ہے۔ کیونکہ محمد صاحب کو جناب امیرؑ سے ایسا تعلق تھا۔ کہ جیسا باپ کو بیٹے سے ہوتا ہے۔ اسی اختصاص نے اُن کو یہ رتبہ دیا۔ کہ حسنین ثالث کے خطاب سے معروف ہوئے۔ انصاریوں کا شیعہ ہونا کچھ تعجب دلانیوالا نہیں ہے۔ کیونکہ سعد بن عبادہ سردار انصار کو بیعتِ خلیفہ اوّل و دوم سے قطعی انکار رہا۔ حتّٰے کہ بلا بیعت شیخین مر گئے۔ اُن کے نزدیک بحکم

استشہارِ غدیر بشیر و نذیر کی جانشینی سوائے حضرت امیرؑ کے اور کسی کا
حق نہ تھا۔ ابوایوب انصاری و حضرتِ جابر کے خلوصِ عقیدت سے
بطونِ کتب بھرے ہوئے ہیں۔ پٹھانوں کے بعض جرگہ اور قبائل
جو شیعہ دیکھے گئے۔ اُس کی وجہ یہ ظاہر ہوئی۔ کہ یہ قوم عادتاً جوشیلی
اور غیرت مند ہے۔ عموماً حضرات افغان سپاہی منش و جنگی خیالات
کے آدمی ہوتے ہیں۔ صفِ جنگ سے گریز پا ہو کر پشت بمیدان ہونا
نہایت ننگ و عار سمجھتے ہیں۔ اسلامی تاریخ کے معائنہ سے جن جن
مسلمانوں کو اُنہوں نے جہاد سے روگرداں ہو کر ثم ولیتم مدبرین کا
تمغہ گلے میں ڈالے دیکھا۔ اُس دُبر دکھانے والے کا ساتھ چھوڑ کر اُس کا
دامن پکڑ لیا۔ کہ جس نے بلا فتح کئے ہوئے کسی جنگ کو نہ چھوڑا۔ اور غایت
دلاوری و جوانمردی سے شاہِ مردان کہلایا۔ سوائے اقوامِ چہار گانہ متذکرہ
بالا کے مسلمانوں میں ایک پانچویں قوم عظر مجموعہ بھی ہے۔ جو کہ ہندوستان
کے چوڑے چمار۔ جاٹ گوجروں سے ترکیب پذیر ہوئی ہے۔ اُن کی مختصر
تفصیل یہ ہے۔ دھنی جولاہے۔ نائی۔ دھوبی۔ تیلی۔ تمبولی۔ کنجڑے
قصائی۔ پنجہ بند۔ نان بائی۔ گاڑے۔ جھوجھے۔ رنڈی۔ بھڑوے۔
ہیجڑے۔ مخنث۔ بھانڈ۔ میراثی۔ کان میلئے۔ سینگی لگانے والے۔
بنجارے۔ بھٹیارے۔ سپیرے اور جملہ خانہ بدوش و صحرا نشین
یہ اکثر بلکہ تمامی ایسے جاہل ہیں۔ کہ آدابِ طہارت تک نہیں جانتے۔ ان
میں سے شیعہ بہت ہی کم ہوتے ہیں۔ اس پانچویں قوم کی کثرت و جہالت

وشرافت نسبی نے مجھ کو اور بھی تعجب دلایا۔ کہ ہندوستانی چوہڑے چمار وغیرہ دائرہ اسلام میں قدم رکھ کر نمونۂ سنت گلے میں ڈال کے بلا شرکت غیری حصہ دار جنت بن گئے۔ اور سادات جن کے گھر سے اسلام پھیلا اور جن کے خاندان پر خدا نے ہر فضیلت کو ختم کر دیا۔ وہ طریقۂ آبائی کو چھوڑ کر سیدھے جہنمی سڑک پر چلے گئے۔ باتفاقِ اُمت یہ بات مسلم ہے۔ کہ صحیح مذہب اسلام میں اہلبیت کا ہے۔ اور وہی سب مسلمانوں کے لئے واجب الاتباع ہے۔ چنانچہ اسی بناء پر جملہ اہلسنت کہتے ہیں۔ کہ ہمارا وہی مذہب ہے جو اہل بیت کا تھا۔ اس سے میری طبیعت کو زیادہ الجھن ہوئی۔ کہ سیدوں نے تو دامن اہل بیت کو جن کی گودوں میں پرورش پائی تھی چھوڑ دیا۔ اور ہندوستان نو مسلمانوں نے دوڑ کر پکڑ لیا۔ میری عقل نہایت چکر میں ہے کہ سید اور دیگر اہل تشیع کیونکر مخالف اہل بیت ہیں۔ اور اہل سنت کس طریق سے مطیع اہل بیت کہے جا سکتے ہیں۔ میں ایک ظاہری قرینہ دکھاتا ہوں۔ اُس پر غور کرنے سے ہر جاہل و عاقل سمجھ لیگا۔ کہ منجملہ سنی و شیعہ کے کون گروہ تابع اہل بیت ہے۔ اہل سنت کی تمام کتبِ فقہ دیکھ لیجئے۔ ایک اہل بیت کے حوالہ سے کوئی مسئلہ نہ نکلیگا۔ ہاں یہ ضرور ہوگا۔ کہ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں۔ حضرت امام شافعی کا یہ قول ہے۔ مالک و حنبل یہ کہتے ہیں۔ ابو یوسف و ظفر کا یہ مقولہ ہے۔ کتب احادیث میں خصوصاً مسلم و بخاری ملاحظہ فرمانے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق علیہ السلام

سے حضرت اسمٰعیل بخاری نے کوئی حدیث نقل نہیں کی۔ اور نہ اُن کی روایت کو سچا سمجھا ہے۔ ہاں عمر بن سعد کمان افسر مہتم کربلا اور شمر ذی الجوشن قاتل سید الشہدا اور دیگر خوارج و دشمنانِ اہل بیت سے صحاح ستہ میں اکثر روایتیں نقل ہوئی ہیں۔ کتاب مستطاب تشفی خوارج و سینے میں اُن کی تفصیل موجود ہے۔ بعد ازیں کتب خانہ شیعہ کی سیر کو چلئے۔ ہر کتاب کا ورق ورق اُٹھا کر دیکھئے۔ انشاء اللہ جملہ احادیث و روایات کا سلسلہ سند آنحضرت سے شروع ہو کر منجملہ ائمہ معصومین کے کسی نہ کسی امام پر ضرور ختم ہو جائیگا۔ یہ عجیب تماشا ہے۔ کہ اہلسنت ائمہ اہلبیت کو اپنا پیشوائے دین بتاتے ہیں۔ مگر اُن کے نام تک کتابوں میں نہیں لکھتے۔ بلکہ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں۔ کہ روئے زمین پر شاید فیصدی دو سنی ایسے ہوں گے۔ جو منجملہ بارہ اماموں کے دو چار کا نام ہی جانتے ہوں۔ شیعہ جبکہ سنی برعکس خود مخالف اہل بیت کہتے ہیں اُن کی کتابوں میں سوائے انکے اُنپر کی رکھنے کی جگہ بھی نہیں۔ خیر اس سے بھی قطع نظر کیجئے۔ کیونکہ یہ بات کتابوں کی جانچ پڑتال پر موقوف ہے۔ مگر میں اہل سنت کی اہل بیت سے مخالفت بلکہ اشد درجہ کی عداوت اور شیعہ کے خاندانِ نبوت سے بے انتہا موافقت و محبت ایک ایسی صاف و صریح علامت سے ثابت کر سکتا ہوں۔ کہ جس کو ہر اہل عقل عام ازیں کہ کسی مذہب کا کیوں نہ ہو تسلیم کر لیوے۔

maablib.org

مخالفت و موافقتِ اہل بیت کی صریح علامت

پہلی ایک مثال لکھ کر پھر اصلی واقعہ بیان کرونگا۔ زید کا تمام کنبہ ایک عبرت خیز حادثہ سے بالکل تباہ و برباد ہوگیا۔ عمر نے زید کی تباہی و بربادی پر بمقتضائے آدمیت و اہلیت متاسف ہوکر اشکِ خونین بہائے۔ اور اُس کے دشمنوں پر نفرین کی۔ بخلاف اس کے بکر نے عمر کی مصیبت زدہ صورت کو دیکھ کر قہقہہ اُڑایا۔ اور بڑی سختی و دھمکی کے ساتھ اُس کو رونے دھونے سے منع کیا۔ اندریں صورت کسی طرح بکر زید کا دوست نہیں ہوسکتا۔ اور نہ عمر شریک ماتم داری اُس کا مخالف کہا جاسکتا ہے۔ بلکہ ہر شخص زید و عمر کو فرشِ عزا پر ایک جگہ بیٹھے ہوئے اور بکر کو ماتم عزا سے باہر ہنستا ہوا دیکھ کر کہہ دیگا۔ کہ فلاں دوست ہے اور فلاں دشمن۔ دیکھو جملہ مذاہب کے مورخین نے بالاتفاق لکھا ہے۔ کہ یزید کے ظلم بے پایاں سے نبی کا گھر مصرع ایسا اُجڑا۔ کہ پھر نہ آباد ہوا۔ بیٹیوں نے شاہزادہ کونین کی عزا میں اپنے اپنے گھر وقف کر دیئے۔ فرشِ ماتم بچھایا۔ ہمیشہ محرم و غیر محرم میں آنکھوں سے اشکوں کی ندیاں بہائیں۔ بچوں کے گلے میں شالِ عزا ڈالی۔ عوراتِ شیعہ نے ہر سال چالیس روز تک تمام زینتوں اور ہر قسم کی آسائشوں پر خاک ڈالی۔ بخلاف اس کے اہل سنت کے واعظوں نے کتابیں بغل میں دبائیں۔ اور گلی گلی کہتے پھرے۔ کہ خبردار تعزیہ نہ دیکھنا

جو ایسا کریگا۔ وہ بُت پرست ہو کر مریگا۔ مولوی جہانگیر خاں صاحب نے
اظہار الہدیٰ میں لکھدیا۔ کہ مجلسوں میں نہ جاؤ۔ زیر فرش اصحاب کے نام
رکھ کر پائمال کراتے ہیں۔ اور حلوی پر تبرا پھونک کر سُنیوں کو کھلاتے
ہیں۔ اپنے گروہ کو تو اس طرح روکا۔ شیعہ کی شکایت میں عدالت کے
کیواڑ کھڑکھڑائے۔ کہ جھولا نہ نکالا جاوے۔ سوا ے ازیں رونیوالے
اور نوحہ خواں لوگوں کے مذاق اُڑاتے ہیں۔ اُن کی نقلیں کر کے طبیعتوں
کو مسرور کیا جاتا ہے۔ کوئی گھر ایسا نہ ہوگا۔ جس میں رسول کی ذرّیت
پر رونا بہ جاے خود رہا تاسف بھی کیا جاتا ہو سُنّی عورتیں اور ایام سے
زیادہ محرّم میں تبرّک کا بناؤ سنگار کرتی ہیں۔ ننھے چوڑیاں لال اُودا اُن دنوں
میں قرض کر کے پہنتی ہیں۔ بیاہ شادی کے لئے محرّم کی ساتویں تاریخ سے
بہتر کوئی دن ہی نہیں۔ ہندوؤں کے ساہہ میں اگر محرّم آپڑتا ہے۔
تو باوصف مخالفتِ مذہب انسانی ہمدردی سے کہہ دیتے ہیں۔ کہ
آج کل مسلمانوں کے اوتار کا بیڑا موج آفات سے ہمکنار ہو رہا تھا۔ کچھ
دنوں کے لئے بیاہ ہٹا دینا چاہئے۔ سب سے زیادہ اہل بیت کا دشمن یزید ہے
اُس کو امام شاہزادہ کہا جاتا ہے۔ جناب حسین کا نام باغیوں اور غلط
کاروں کی فہرست میں لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ یزید کو امام غزالی نے مومن
مان کر دُعاے مغفرت میں جملہ مومنین کے ساتھ شامل کر لیا ہے۔
یہاں مری عقل چکرا رہی ہے۔ کہ شیعہ لوگ بایں ہیئت کذائی جس کا
ذکر مفصل کیا گیا مخالفت اہل بیت کیے جائیں۔ اور اہل سنت جن کے دفتر

میں ایمہ کا نام اور دلوں میں اُن کی محبت ڈھونڈو تو نہ پائی جاوے۔ مُطیع اہل بیت سمجھے جائیں۔ جناب فاطمہ بنت رسول اللہ اُن لوگوں کو اپنا غلام وفادار سمجھیں گیں۔ جن کے رخساروں پر غم حسین میں شدت گریہ سے نشان پڑ گئے ہیں۔ یا وہ لوگ افراد محبان میں درج ہونے کی قابلیت حاصل کرینگے جنہوں نے دانہ اشک سرکار حسینی میں نذر کرنے سے تنگ چشمی کی ہے الحاصل اگر درحقیقت ساوات نے اپنی قدیمانہ رفتار چھوڑ کر بہ مخالفت اہلبیت یہ نیا طریقہ اختیار کیا ہے۔ تو دنیا بھر کی تاریخوں میں کوئی خاندان سوائے ساوات کے ایسا نظیر نہ دیا جائیگا۔ جس نے اس طرح یک قلم اپنے اب وجد سے اختلاف کیا ہو۔ کئی ہزار برس کا زمانہ گزرا کہ چوہڑے چمار۔ کے مورثِ اعلے میں لال گرو در ہتاس گذرے ہیں۔ باوصف انقضائے مدت کثیر دونوں قومیں اُنہیں کو اپنا سردارِ مذہب بنائے جانتے ہیں۔ ایسے ہی گرو نانک کے چیلے نانک صاحب کا دم بھرے جاتے ہیں۔ قادری وچشتی وسہروردی ونقشبندی سب اپنے اپنے ٹھکانے لگے ہوئے ہیں۔ شیخ صاحب اپنے بزرگوں کے نام پر قربان اور اُن کے طریقہ پر ہزار جان سے فریفتہ و دلدادہ ہیں۔ غرضکہ میرے خیال میں سلف سے اس وقت تک کبھی نہ ایسا ہوا اور نہ آئندہ ہوگا کہ کوئی فرقہ اپنے بزرگوں سے ایسا برگشتہ ہوا ہو جیسا کہ بقول اہلسنت ساوات شیعہ کا گروہ اہلبیت سے پھرا ہوا ہے۔ جبکہ اس قسم کے خیالات نے مجھ کو شکنجہ پیچ وتاب میں ڈالا۔ لوگوں سے دریافت کیا۔ کہ

بھائی کسی شخص کا مجھ کو پتہ دو۔ جو میری کشتی خیال کو محیط تفکرات سے نکال کر صحیح وسلامت کنارۂ عافیت پر پہنچا دیوے۔ سبھوں نے کہا۔ کہ سوائے علماء کے ایسی ڈوبتی ہوئی ناؤ کا منجدھار سے نکالنا اور کسی کا کام نہیں۔ بالآخر یہ جملہ خیالات علماء کی خدمت میں بنظر اصلاح پیش کئے گئے۔ اُنہوں نے یہ داستان سنکر مجھے ایسا گھورا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا بہ قاعدہ مسمریزم آنکھوں سے میری رُوح کھینچ لیں گے۔ آخر کار دانت پیس کر جواب دیا۔ کہ بہت جلد فصد کراؤ۔ یا کچھ دنوں کے لئے بانس بریلی کے پاگل خانہ میں جاؤ۔ ہمکو دہشت ہے۔ کہ ایسے خیال والوں کی صحبت سے کسی دوسرے کا دماغ نہ خلل جائے۔ کیونکہ سنیوں میں جس نے تحقیقات مذہب پر کمر باندھ کر بلدۂ شیعہ میں قدم رکھا ہے۔ وہ تنہا نہیں گیا۔ بلکہ دو چار کو ساتھ گھسیٹ لے گیا ہے۔ برائے خدا رحم کرو۔ اور ان معاملات کی غور وفکر میں نہ پڑو۔ یہ مذہبی قصہ عجب گورکھ دھندا ہے۔ اس جنجال کا پھنسا ہوا کبھی نکلا ہی نہیں۔ بس خدا اور اُس کا رسول ہی خوب جانتا ہے اس باب میں جتنا چھانو گے۔ اُتنا ہی کرکرا کھاؤ گے۔ ہم سُنی مسلمان ہیں ہم لوگوں کو تحقیقات سے کیا مطلب۔ اگر تمہاری طرح ہم بھی پکِ خیال کو گرم رو عرصہ تحقیقات کرتے۔ تو کبھی کے پیر توڑ کر لنگڑے لولے بن بیٹھتے امام غزالی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ کہ یحرم علی الواعظ روایت قتل الحسین والحسن وماجرۃ بین الصحابہ من التشاجر والتخاصم یعنی واعظ پر حرام ہے قتل حسین وحسن کی روایتوں کا بیان کرنا۔ اور نیز اُن

معاملات کا جو کہ صحابہ میں از قسم عداوت و مخالفت واقع ہوئے - اس لئے کہ اُن کا تذکرہ اصحاب کی عداوت پر برانگیختہ کرتا ہے - میاں نماز پڑھو درود شریف کا ورد رکھو - منگلور ضلع سہارنپور میں جاکر جناب قاضی صاحب کے صاحبزادہ سے دست بیع ہوکر کسی باغ جنت کا ٹھیک پٹہ رجسٹری کراؤ - کیا تمکو خبر نہیں تحفہ و منتہی الکلام و ہدیۃ الشیعہ و آیات بینات وغیرہ کے شیعہ نے اس قدر جواب لکھے ہیں - کہ پاس یافتہ مڈل اُن کے شمار سے عاجز ہیں - بھلا ہماری طرف سے بھی تم نے کوئی ورق دیکھا - بزرگوں کا قول ہے کہ ایک چپ سو کو ہراوے - ہم وہی تحفہ و منتہی الکلام کے مضامین ہزار ہزار طرح اُلٹ پلٹ کر نئے نئے لباس میں سنوار کے وقتاً فوقتاً شیعہ کی طاقت کو گھٹاتے رہیں گے - وہ جوابوں میں طول دے کر ایک سطر کے مقابلہ میں پچاس ورق لکھیں گے - جیسا کہ مولوی حامد حسین شیعی نے باون ورق باب ہفتم مندرجہ تحفہ کے جواب میں پچاس ہزار ورق لکھ کر عبقات کی تیس جلدوں میں ترتیب دیئے ہیں - ہم اتنی دیر میں دم لیکر اُنہیں کتابوں سے پھر کوئی مضمون تراش لیں گے - غرضیکہ قیامت تک اُنہیں مضامین ردشدہ کو رنگ تازہ دیکر شیعہ سے لڑے جائیں گے - مگر تحفہ وغیرہ کے جوابوں کا ردّ جواب الجواب نہ لکھیں گے - گلی گلی پچیس[1] ہزار روپیہ کے اشتہارات مارے مارے پھرتے ہیں - بھلا ہم میں سے کسی کے کان پر

[1] یہ وہ اشتہار ہے جو کہ شیخ حبیب احمد صاحب سہارنپوری کے شیعہ ہونے پر دیا گیا جس میں سوال قاطع بنیاد اہل سنت میں ہیں کا جواب وصف وعدہ انعام کثیر کسی سنی صاحب سے نہ ہو سکا -

جوں بھی چلی۔ کیا خدا نخواستہ ہم محتاج ہیں۔ جو شیعہ للچاتے ہیں۔ قسم
پیرانِ پیر کی اگر ابھی اپنی کو پڑہ فوج کو اشارہ کریں۔ ہزاروں جمع کر لیں۔
تم بنظرِ حقارت ہمارے مذہب کے اراذل کی ایک طولانی فہرست دیکر
اس بات کے درپے اثبات ہوئے ہو۔ کہ اہل سنت میں تمامی چھوٹی قومیں
جنکو گرم و سرد میں تمیز نہیں داخل ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ تمہاری خام خیالی
ہے۔ بحکم حدیث اسلام کی تقویت جُہلا سے ہو گی۔ خدا ہمارے جُہلا
میں برکت دے۔ جن کے سہارے سے یہ ناؤ بہ رہی ہے۔ اگر ابتدا
سے اس وقت تک کشتی سنیت کے ناخدا جہلا نہ ہوتے۔ تو کبھی کے تحت الثریٰ
پر پہنچ جاتے۔ افسوس ہے۔ کہ تم نے مسعودی کی کتاب مروج الذہب اور
ابن اثیر کی تاریخ کامل کی جلد ہفتم کو نہیں دیکھا۔ کاش دیکھتے۔ تو ہمارے
بزرگانِ مذہب اور حامیانِ ملت کی جہالت کا کچھ کچھ حال معلوم ہو جاتا۔ اگر
مُوجبانِ دین سُنیہ کی وہ تمامتر حالت جس سے حماقت و جہالت ظاہر ہوتی
ہے۔ بتفصیل تمام تر کتب متذکرہ سے منتخب کر کے تمکو دکھائی جاوے۔
تو مفت کی طوالت ہو گی۔ بطورِ نمونہ مختصر کہا جاتا ہے۔ کہ بعد ختم جنگ صفین
ایک شخص کوفہ کا رہنے والا جس کو حضرت امیرؑ سے اختصاص تھا۔ دمشق
میں آیا۔ چند بدمعاشانِ دمشق نے اتفاق کر کے اُس کا اُونٹ پکڑ لیا۔ اور
تھانہ میں رپٹ لکھائی۔ کہ مدت سے ہماری اونٹنی چوری گئی تھی۔
آج اتفاقیہ اس مرد کوفے کی سواری میں سرِ بازار گرفتار کی گئی۔
پولیس نے مجسٹریٹ علاقہ کے یہاں چالان کیا۔ حضرت معاویہ نے

maablib.org

حسبِ قانونِ فوجداری کرسیٔ مجسٹریٹی پر بیٹھ کر مدعی سے گواہانِ شناخت مانگے فوراً پچاس مسلمانوں نے جن کے اونچے پاجامہ اور نیچی ڈاڑھیاں تھیں۔ قرآن سر پر رکھ کر کہدیا۔ کہ بے شُبہ یہ اُونٹنی مدعی کی ہے۔ اور ہم نے اکثر اُس کو اس کے زیرران دیکھا ہے۔ حضرت معاویہ نے حکم دیا۔ کہ مدعی کو اونٹنی دلائی جائے۔ مرد کوفی نے مسلمانوں کی ایمانداری اور حاکم شریعت کی فراست و فرزانہ کاری بہ نگاہ تعجب معائنہ کر کے کہا۔ کہ اے حضرات ذرا اس کی دُم اُٹھا کر دیکھئے کیا سامان نظر آتا ہے۔ یہ مادہ نہیں۔ بلکہ نر ہے۔ حاکم نے فرمایا۔ کہ اب تو ہم اس کو اونٹنی قرار دے چکے۔ اجراء ڈگری بھی ہو گیا حکم اول منسوخ کرنے سے ہماری سبکیت ہے۔ جب مجمع کچہری سے الگ ہو گیا۔ حضرت معاویہ نے تخلیہ میں اُس کو دگنی قیمت دیکر فرمایا۔ کہ ہمکو اپنا حکم بدلنے میں وقت معلوم ہوتی تھی۔ تم یہ روپیہ لیکر سیدھے کوفہ چلے جاؤ۔ اور یہاں کے لوگوں کی ایمانداری جو کچھ دیکھ چکے ہو۔ اُس کو اپنے امام سے بیان کر دینا۔ کہ معاویہ کے ساتھ ایک لاکھ سے زیادہ ایسے مسلمان ہیں جو وفور جہالت و طمع دنیا سے جھوٹا حلف کرنے میں ایک ذرہ باک نہیں کرتے۔ اور اُونٹ کو اُونٹنی بنا دینا بچوں کا کھیل سمجھتے ہیں۔ تیرے مقابلہ میں وہ کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ وہاں چند عقلا جمع ہیں۔ اور میرے لشکر میں جاہلوں اور احمقوں کے رسالے بھرتی ہو رہے ہیں۔ بھائی اگر امیر معاویہ کے ساتھ جاہل فوج

نہ ہوتی۔ تو آج ہم اہل سنت والجماعت دنیا میں کیونکر نظر آتے۔ کیونکہ جناب معاویہ کے زمانہ میں جب امام حسنؑ سے مصالحت ہوئی۔ اُس کا نام سنّت رکھا گیا۔ اور جب خلیفہ ششم یزید نے امام حسین کو قتل کیا۔ اُس کو جماعت کہا گیا۔ آخر کار دونوں جملہ مل ملاکر پورا فقرہ اہل سنت والجماعت درج گزٹ ہوگیا۔ ہمارے مذہب کے سچے اور برگزیدہ ہونیکی یہ ہی ایک قوی دلیل ہے۔ کہ بہ امداد و تقویت جہلاء رواج پذیر ہوا ہے چنانچہ آج تک اُس کا اثر چلا جاتا ہے۔ اور تاقیامت باقی رہیگا۔ بعنایت الٰہی جس قدر جاہلوں کی کثرت ہم میں ہے۔ اُس کا بیسواں حصّہ بھی شیعہ میں نہیں۔ دیکھو ہندوؤں سے گاؤکشی یا دیگر امور مذہبی میں ہمیشہ ہمارے ہی جاہل برسر مقابلہ ہوئے ہیں۔ ذرہ ذرہ باتوں میں وہ وہ عظیم مفسدہ برپا کئے ہیں۔ کہ حکّام انتظام پسند کو بجواس کر دیا ہے۔ اعظم گڈھ و بمبئی وغیرہ مقامات میں ایسے ایسے کارنمایاں کئے ہیں۔ کہ تاابد وہ مثلیں دفاتر سرکاری سے باہر زیارت میں نہ پھینکی جائیں گیں۔ کبھی تم نے کسی شیعہ کو بھی لڑتے بھڑتے یا تکرار و فساد کرتے ہوئے دیکھا۔ غالباً تمکو اس بات سے شرم معلوم ہوتی ہوگی۔ کہ ہماری کشتی مذہب کے ملّاح جہلاء ہیں۔ بھائی شرع میں شرم کیا ہم دینِ محمدی رکھتے ہیں۔ خود آنحضرت فرما گئے ہیں۔ کہ میرے دین کی امداد فاسقین و فاجرین سے ہوگی۔ بخاری شریف میں بہ صفحہ ۴۳۱ حدیث صحیح موجود ہے۔ اِنَّ اللہَ یُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ یعنی خدا

دین محمدی کو مرد ناپاک سے تقویت دیگا۔ درحالیکہ ہمارے مذہب کی
سطوت وشوکت فاسقین وفاجرین پر جو حقیقتاً جاہل ہوتے ہیں بحکم حدیث
موقوف ہو چکی ہے۔ تو آپ جیسے ہزار آدمی بھی شیعہ ہو جائیں۔ تو
کیا ۰۰ گندہ ہو سکتی ہے۔ ہم مربیانہ طور پر سمجھائے دیتے ہیں۔
برادری سے جاتے رہو گے۔ بیٹا بیٹی کا کہیں رشتہ نہ ہوگا۔ حقہ پانی اور
بھاجی نوالہ بند ہو جائیگا۔ تم نے شاید شیخ احمد دیوبندی مولف انوار اللہ کے
اور شیخ حبیب احمد سہارنپوری کا حال نہیں سُنا۔ کہ دونوں کی برادری
میں شیعہ ہونے سے کیسی ہتیلی پٹی۔ ہر دو صاحبان نے سمجھا تھا۔ کہ
ہم دلائل سے سُنّیوں کو مات دیدینگے۔ چنانچہ ایک نے انوار اللہ لے
لکھی۔ اور دوسرے نے تینس ۳۳ سوال کا اشتہار دیا۔ خدا سلامت
رکھے ہمارے [illegible] انہوں کو دونوں کو باؤلا سمجھ لیا۔ ایک بات پر بھی
نظر نہ ڈالی۔ خبردار اینہ آئندہ ایسے خیالات کو طبیعت میں دخل دو۔
اور نہ کتب شیعہ دیکھو۔ اور نہ اُن سے ملو۔ صاحب تحفہ ومنتہی الکلام و آیات
بینات و ہدایات الرشید جو لکھ گئے ہیں۔ اُس کو حق سمجھ کر نقل لوح محفوظ
جانو۔ اجوبۂ تحفہ وغیرہ کا جواب الجواب نہ لکھنے سے ہمارا عجز نہ سمجھو۔ بلکہ
جان لو۔ کہ وہ جواب ہے یہ قابلیت نہیں رکھتے کہ جن کا رد ہم پر ضروری
ہو۔ شیعہ نے چالاکی سے ہماری کتب میں اپنی مفید مطلب باتیں
لکھ کر ہم کو دبانا چاہا ہے۔ اُن مضامین کو غلط محض وغیر صحیح سمجھ کر
نظر انداز کرو۔ قصہ کوتاہ علماء کی تسلی بخش تقریر نے تو ریلے تشویش کو

اور بھی متلاطم کیا۔ اُن کے ارشاد سے میری طبیعت گرداب تفکر میں اس طرح ڈبکیاں کھا رہی تھی۔ کہ جیسے بھری برسات میں شدت امواج سے بڑے دریا میں ڈاک کی چھوٹی کشتی تہ و بالا ہوا کرتی ہے۔ بعض حضرات شیعہ سے پوچھا۔ کہ تمہیں بتاؤ۔ کس سے اس خفقان کا دفعیہ کراؤں۔ انہوں نے پتہ دیا۔ کہ سیدھے آنکھ بند کئے ہوئے بمقام بہڑہ سادات ضلع مظفر نگر منشی سید سجاد حسین صاحب مؤلف رسالہ سجادیہ کے پاس چلے جاؤ۔ اُن کے دواخانہ کی ایک پوڑیہ سو برس کے پُرانے بخار کو دم بھر میں نکال دیتی ہے۔ شیخ حبیب احمد سہارنپوری کے شیعہ ہونے پر اشتہار آئینہ حق نما وغیرہ انہیں کے کارخانہ سے نکلا تھا۔ غرضکہ حقیر منشی صاحب سے خاص اُن کے دولت خانہ پر ملا۔ حسن اتفاق سے اُس وقت اُن کے پاس جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا ایک خط مزین بمہر و دستخط دیکھا۔ عالی جناب خان بہادر کلو خاں رئیس موضع ہرپال ضلع سہارنپور نے جو کہ ابھی شیعہ ہوئے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف سے دریافت کیا تھا۔ کہ بموجب اُس حدیث بخاری شریف کے کہ جس میں آنحضرت نے فرمایا ہے۔ کہ اسلام قیامت تک زائل نہ ہوگا۔ اور اُس میں میرے خلیفہ و جانشین بارہ شخص قوم قریش سے ہونگے۔ اُن بارہ خلفاء کے کیا کیا نام ہیں۔ جنکی بشارت بقید تعداد آنحضرت دے گئے ہیں۔ جناب مولوی صاحب نے جواباً لکھا۔ کہ وہ بزرگوار جن کے حاکم شرع

ہونے کی خبر آنحضرت دے گئے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ ابوبکر و عمر و عثمان و علی
و حسن و معاویہ و یزید و مروان و عبد الملک و ولید و عمر ابن عبد العزیز
معاویہ و یزید و مروان و حضرت ابوبکر و عمر کو مثل نیزہائے جاروب
ایک پٹکی سے کمر باندھے ہوئے دیکھ کر میرے کان کھڑے ہو گئے۔
ہوش جاتے رہے۔ تمام بدن کو کاٹو تو خون نہ تھا۔ تھر تھر کانپنے
لگا۔ کہ خدایا یہ کیا مذہب ہے۔ جس کے امام و خلیفہ معاویہ و یزید و مروان
ہیں۔ اور چونکہ حدیث موصوفہ بالا میں درباب مدارج خلفاء کوئی امتیاز
دیا گیا ہے۔ اور نہ خلفاء بد و نیک کے بیچ میں کوئی چلمن یا اڑپردہ
ڈالا گیا ہے۔ سب حضرات نمبروار یکے بعد دیگرے ہاتھ کی چھوٹی
بڑی انگلیوں کی طرح تخت خلافت کے گرد اگرد دھرے ہوئے ہیں۔ سبحان اللہ
معاویہ و یزید و مروان کی خلافت سے تو اس منصب جلیل کے نصیب جاگ
گئے۔ اور بربنائے مذہب اہلسنتہ تو یہ عہدہ بمرتبہ وقار پذیر ہوا ہے۔ کہ
جس کا مافوق ممکن نہیں۔ چونکہ مجھ کو خلافت کی شان دکھانی منظور ہے
نظر براں فقط ایک جناب معاویہ کی فضیلتوں کا ذکر کرتا ہوں۔ حق طلب
اُن کے فضائل کی فہرست کو بہت غور سے دیکھیں۔ حضرت معاویہ
کے والد بزرگوار نے آنحضرت سے کئی مرتبہ جنگ کی۔ دندان مبارک
انہیں کے اہتمام سے شہید ہوئے۔ حضرت امیر حمزہ عم رسول خدا
کا کلیجہ اُن کی والدہ ماجدہ بی ہندہ نے نوش فرمایا۔ خود بدولت نے بلا استثنا
جائز حدیث یَا عَلِیُّ حَرْبُكَ حَرْبِی فراموش کر کے بہتر مرتبہ حضرت علی

سے جنگ کی۔ جس میں ہزار ہا مسلمان نوالۂ خنجر و تیر و نیزہ و شمشیر ہو گئے
اور بالآخر بموجب حدیثِ بالا وہ تمام لڑائیاں عین رسول خدا کے ساتھ
جنگ کرنا تجویز ہوئیں۔ جناب مقدوم الوصف اور اُن کے ممبران کمیٹی
نے ۴۱ھ سنہ سے لغایت ۹۹ سنہ ہجری پورے اٹھاون برس علیؑ و اولادِ علیؑ
کو خطیبوں سے ہر جمعہ میں لعن کرایا۔ جس کو عمر ابن عبد العزیز نے
موقوف کیا۔ امام حسن کو زہر دغا پلا کر نبی و فاطمہ کو فرشِ ماتم پر بٹھایا
جناب امام حسن کی خبر شہادت سُن کر خوشی کی تکبیریں کہیں۔ یزید کو
بخلاف اُس عہد نامہ کے جسکو ہنگامِ مصالحت امام دوم کے مقابلہ
میں دستخط کیا تھا خلیفہ بنایا۔ جس نے تختِ خلافت زیر قدم دباتے
ہی نبی کے گھر پر لوہے کی جھاڑو پھیر دی۔ بی بی عائشہ صدیقہ کو
دھوکہ سے برسم دعوت بُلا کر ایک حسن پوش گڑھے میں گرا کر
اس طرح مار ڈالا۔ کہ جیسے جنگلی ہمیں اوگھی لگا کر ہاتھی پکڑا کرتے
ہیں۔ مروان کا حال بھی عیاں ہے محتاج بیان نہیں۔ غور کرنے
سے معلوم ہوا۔ کہ حقیقت میں حدیث موصوفہ بالا سے خلفاء متذکرہ
صدر مراد نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ دین اسلام کو ایسا استحکام
ہوگا۔ کہ تا قیامت زوال پذیر نہ ہوگا۔ اور اُمناءِ دین و خلفاءِ جانشین
آں حضرت ہم نقباء نبی اسرائیل اُن کی آل پاک سے بارہ بزرگوار
ہوں گے۔ بارھویں خلافت کے اختتام پر اسلام ہی رخصت
ہو جائیگا۔ یعنی قیامت آجائیگی۔ چنانچہ امام آخر الزمان علیہ السلام

موجود ہیں۔ جبتک کہ اُن کا وجود ذی جود ہے۔ دینِ محمدی زائل نہیں ہوسکتا۔ اہلسنت نے بلحاظ داشت خلفاء باعتبار ترتیب خلافت حدیث کا ایسا اُکھڑا ہوا اور بے جوڑ مطلب بیان فرمایا۔ جس سے بڑی خرابی واقع ہوگئی۔ قطع نظر اس سے کہ معاویہ و یزید و مروان اچھے تھے یا بُرے۔ اسلام کو اہلسنّت کے طبع زاد معنی نے بڑا نقصان پہنچایا۔ کیونکہ سنہ ۹۹ ہجری میں جبکہ حسب مزعوم اہل سنت عمر بن عبدالعزیز پر خلافت کی گنتی ختم ہوگئی۔ تو اسلام بھی سو گیا۔ مسلمانی در کتاب و مسلمان در گور کی پیشین گوئی صادق آگئی۔ اگر اسلام و خلافت باہمدگر چسپاں و مربوط نہ ہوتے۔ تو آنحضرت جیسا بلیغ بقاء اسلام کی خبر میں اس بازوال شکستہ حال خلافت کا ذکر نہ فرماتا۔ یہ جملہ بالکل بے ربط ہوا جاتا ہے۔ تاوقتیکہ وجودِ امام کا اقرار نہ کیا جاوے۔ ہائے خلفاء کی ناواجب و بےمحل محبت نے اہلسنّت کو ایسا لاچار بنایا۔ کہ سنہ ۹۹ ہجری میں اسلام پر فاتحہ پڑھ بیٹھے۔ اور سنہ مذکور سے تاقیامت مخالص مسلمان رہ گئے۔ اصلیت یہ ہے۔ کہ بحکم الفرورات تبیح المحظورات یعنی ضرورت میں بُری چیز بھی جائز ہوتی ہے۔ اگر میرے پرانے رشتہ دار حضراتِ اہلسنّت اولاد نبی کی خلافت کے قائل ہوکر دوازدہ امام کو مقصود حدیث ٹھیراتے۔ تو وہ تینوں ہاتھ سے چھوٹ جاتے۔ اور اگر اُن تینوں کو مثل تعویذ مثلث گلے کا ہار بناتے۔ تو اصول ریاضی شکست ہوکر بارہ کے پندرہ ہوجاتے پس اُنھوں نے آنکھ بند کر کے حضراتِ ثلاثہ کو ایسا مضبوط پکڑا کہ یزید و مروان

کی خلافت تسلیم کرنے سے ۹۹ سنہ ہجری میں اسلام کو دفن کر دیا۔ چونکہ
قرآن پاک میں آیا ہے۔ یوم ندعو کل اناس بامامھم۔ یعنی
بروز قیامت بلائیں گے یا پکاریں گے ہم تمام آدمیوں کو اُن کے
امام کے ساتھ۔ پس بقولے حشر غلامانِ عمر با عمر حشر غلامان علی با علی
عمر والے عمر کے ساتھ ہوں گے۔ شیعیان علی پنجتن پاک دوازدہ امام
وچہاردہ معصوم کا دامن رحمت سنبھالے ہوئے یا علی انت و شیعتک
ھم الفائزون کی مصداق بنیں گے۔ میں عجب کشاکشی میں
ہوں۔ محبت اہل وعیال وقوم وقبیلہ کہتی ہے کدھر جاتے ہو۔ جو سب کا
حال وہ تمہارا حال۔ مرگِ انبوہ جشن دارد۔ کل کی کسی کو کیا خبر ہے
کہ کیا ہوگا۔ عقل سلیم کہتی ہے۔ کہ ایسی محبت پر خاک ڈالو۔ فردائے
قیامت رسول خدا کا سامنا ہے۔ معاویہ ویزید کے ساتھیوں کا
ساقی کوثر سے ایک قطرہ مانگنے کے لئے مُنہ نہ پڑیگا۔ فاطمہ کبھی ایسے
بیہودہ گروہ کی سفارش میں لب نہ ہلائیگی۔ مقلدان یزید ومروان کو
ہرگز ہرگز بہشت کے کونے میں بستر لگانے کو جگہ نہ ملیگی۔ گھبراتے
کیوں ہو۔ بسم اللہ مجریھا و مرسٰھا کہکر سفینہ نوح میں اسباب ڈالدو
انشاء اللہ بلک پکارتے ہوئے ہمکنار عاقبت ہو جاؤ گے۔ کیا تمکو
حُر ابن یزید ریاحی کا حال معلوم نہیں۔ وہ بھی اسی قسم کی پس وپیش میں
تھا۔ مگر آخر کو سب پر خاک ڈال کر حسین کا دامن پکڑ لیا۔ تم بودے نہ
بنو۔ شاہ مردان کے لشکر میں جانا چاہتے ہو۔ وہاں مردانگی بکار ہے۔

پس میں برہمنو نے عقل خداداد یہ ننگ گوارا نہیں کرتا۔ کہ حدیث کے سید ہے اور صاف معنی چھوڑ کے یزید و مردان کی جوتیاں سر پہ اُٹھائے ہوئے میدان قیامت کی سیر کرتا پھروں۔ لہذا میں اپنا عقیدہ بدل کر منشی صاحب موصوف کے سامنے نہایت مضبوطی سے شیعہ ہو گیا۔ اور دل کڑا کے وہ سب کچھ کہدیا۔ جسکو پہلے نہ کہتا تھا۔ چونکہ میرے ہمقوم بکثرت ہیں۔ اور وہ مجھ کو ہر طرح سے دباتے اور دھمکاتے اور غیرت دلاتے ہیں۔ اور بطور تمسخر یہ پوچھتے ہیں۔ کہ سوائے گالیاں بکنے کے مذہب شیعہ میں اور کیا خوبی پائی جو اس طرح اگلے پچھلوں کی ناک جڑ سے اُڑوائی۔ ہر شخص کو تفصیلی جواب دینا مشکل ہے۔ لہذا اپنی قوم اور عزیزوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں بلکہ تمام اہل سنت سے التماس ہے۔ کہ بذریعہ تحریر چھاپ شدہ اگر میرے خیالات باطل فرمادیے گئے تو ابھی میرا بگڑا ہی کیا ہے۔ صرف دو چار اُلٹی سیدھی باتیں کہی ہیں۔ اُن کلمات مکروہ کی معافی اُنہیں سے مانگ لونگا۔ جن بزرگواران کی خدمت میں سوء ادبی کی گئی

تفصیل امور دریافت طلب

(۱) عام طور پر شیعہ کیوں ہوتے ہیں۔ اور خلفا و اہلبیت میں اتحاد تھا یا اختلاف اور اگر باہم محبت تھی تو دونوں کی اولاد میں یہ نوک جھوک کیوں ہے۔ اور کتب اہلسنت روایات ائمہ دوازدہ گانہ سے

خالی کس لئے ہیں۔

(۲) مولوی رشید احمد صاحب نے جو بارہ خلفاء رسول کے بموجب مضمون حدیث مندرجہ صدر تفصیل لکھی ہے۔ جس میں یزید خلیفہ ششم بیان کیا گیا ہے۔ یہ صحیح ہیں یا غلط۔ بصورت غلط ہونے کے صحیح کیا کیا نام ہیں۔

(۳) جناب معاویہ و یزید و مروان ایسے ہی خلیفہ تھے جیسے کہ حضرت ابوبکر و عمر یا اُن میں کوئی فرق تھا۔ اگر کہا جائے کہ شیخین وغیرہ خلیفہ تھے۔ اور معاویہ و یزید و مروان شاہان اسلام تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کے لئے ایک لفظ خلیفہ کیوں استعمال فرمایا اور حدیث موصوفہ بالا سے خلافت و سلطنت کا کیونکر امتیاز ہو سکتا ہے۔

(۴) کیا خدا نخواستہ یہ بات سچ ہے۔ کہ ۴۱ھ سے لغایۃ ۹۹ھ تک علی و اولاد علی پر معاویہ اور اُن کے اتباع نے لعن کیا اور کرایا۔

(۵) امام حسن علیہ السلام کو حضرت معاویہ نے زہر دلایا اور اُن کے مرنے پر خوشی کی تکبیریں کہیں یا نہیں۔

(۶) بی بی عائشہ کا سبب وفات کیا ہے۔ آیا وہ ہی او گھی میں بہ تحریک حضرت معاویہ گر کر مرنا یا کچھ اور۔

(۷) جبکہ حسب مفاد حدیث اسلام قیامت تک رہیگا۔ اور سلسلہ خلافت بھی جبتک منقطع نہ ہوگا۔ تو جبکہ سبب تصریح مولوی رشید احمد صاحب

دو بقول علماء شنیّہ بارھویں خلافت کا نمبر عمر ابن عبد العزیز پر ۹۹ھ میں ختم ہو گیا تو اسلام ہی جاتا رہا۔ اب حضرات اہل سنت کس حیثیت کے مسلمان ہیں۔ آیا خالص یا غیر خالص۔ اس لئے کہ اگر زمانہ میں امام ہے تو اسلام بھی ہے۔ وِالّا فلا۔ نیز یہ بھی فرمائیں کہ حضرت ابوبکر و عمر کا حشر بوجہ ہم رتبہ ہونے کی خلیفہ ششم حضرت یزید کے ساتھ ہو گا۔ یا اُس سے علیحدہ۔ درحالیکہ جملہ خلفاء دوازدہ گانہ کو خلافت حسب ختم معتصم ملی۔ تو علیحدہ علیحدہ محشور ہونے کی وجہ خاص کیا ہے۔

(۸) جب کہ معاویہ و یزید پانچویں اور چھٹے نمبر پر ایسے ہی خلیفہ لازم الاطاعت تھے جیسے کہ نمبر اوّل و دوم پر ابوبکر و عمر تو معاویہ کا علی پر لعن کرنا اور کرانا امام حسن کو زہر دلانا اُن کی وفات سے خوشدل ہو کر تکبیریں کہنا بی بی عائشہ کا اوندھے منہ تحت الثریٰ پر پہنچانا۔ یزید کا قتل حسین کرنا ایسا ہی فعل جائز نیک و ممدوح ہے کہ جیسا شیخین سے اپنے زمانہ میں مثل قتل مالک بن نویرہ وغیرہ ہوا یا کیا۔ اگر معاویہ و یزید کے وہ افعال جو کہ اُن سے ناجائز طور پر واقع ہوئے قابل مجا سمجھے گئے ہیں۔ تو اس کی کیا وجہ ہے کہ کردار خلیفۂ پنجم و ششم کو نفرت بھری نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ اور خلیفہ اول و دوم سے جو افعال سرزد ہوئے۔ وہ عین تائید دین متصور ہوں گے۔ گاہ یزید و معاویہ بلا امتیاز مدارج بہ مثل ابوبکر و عمر صاحب خلیفۂ رسول تھے تو اُن کی جملہ حرکات مصرحہ بالا قابل جواز بلکہ لائق مدح ہیں۔

پس بروئے اعتقاد اہل سنت یزید حق پر تھا اور امام حسین معاذ اللہ

رہر و عرصۂ ضلالت تھے۔

دیکھا جو تقریر کہ منسوب بہ علماء سنیہ کر کے درج اوراق کی گئی ہے۔ کیا یہ ایسی گفتگو ہے۔ کہ جس کو اہل سنت یہ کہہ سکیں۔ کہ ہمارے علماء کبھی ایسا پوچ جواب نہیں دے سکتے۔ بصورت انکار خیالاتِ بالا کے ابطال میں کوئی دوسری تقریر ارشاد ہو۔

التماس

منشی سید سجاد حسین صاحب مؤلف رسالہ سجادیہ و مسکت المخالف وغیرہ نے ایک رسالہ مسمی بہ تصویر غالب و مغلوب لکھا ہے۔ اُس میں منشی صاحب ممدوح نے کتب معتمدۂ اہل سنّت سے اس بات کو ثابت کیا ہے۔ کہ حضرت معاویہ نے جناب امیر کو ممبروں پر علے الاعلان بپاہ بجہد العن کرایا۔ اور آنحضرت علیہ السلام کی خبر وفات سُن کر خوشی کی تکبیریں کہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ جو صاحب میرے خیال کو باطل کرنا چاہیں۔ پہلے وہ رسالہ منگوالیں۔ مفت دینگے۔ بلکہ محصول ڈاک بھی خود ادا کریں گے۔

رقم بندہ

شیخ محمد یعقوب ساکن مجہد۔ محلہ چاہ شیریں۔

بقلم سجاد حسین۔ متوطن بھٹرہ سادات

ضلع مظفر نگر

maablib.org

التماس بخدمت ناظرین

اے حضراتِ ناظرین با تمکین پاکیزہ خیال کو آپ نے ملاحظہ فرما لیا۔ اس خیالی تحریر کا اہل سُنت سے کچھ جواب نہیں ہو سکا۔ مولوی احمد حسن صاحب بجنوری متخلص بہ رُسوا نے اس کے جواب میں صرف اس قدر لکھا ہے۔ کہ سادات جو کہ شیعہ ہیں، وہ اصلی سیّد نہیں۔ بوجہ عداوت شیخین اُن کے جسم سے قبائے سیادت دور ہو گئی۔ دوم جناب معاویہ نے نہ حضرت امیر کو کبھی خود بُرا کہا اور نہ لوگوں سے کہلوایا سوم حضرتِ معاویہ نے امام حسن علیہ السّلام کو زہر نہیں دلایا۔ چہارم جناب معاویہ نے بی بی عائشہ صدیقہ کو ہلاک نہیں کرایا۔ پنجم اگر اہل سنت بموجب حدیث خلفاء اثنے عشر یزید کو خلیفہ رسول جانتے ہیں تو کچھ بیجا نہیں۔ وہ درحقیقت خلیفہ رسول تھا۔ ان تمام باتوں کا تفصیلی جواب عرض کرتا ہوں۔ متوجہ ہو کر ملاحظہ فرمائیے۔ انشاءاللہ یہ ہی چند اوراق فیصلہ کن ہو جائیں گے۔

maablib.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع رسالہ اصل الحقیقت

رُسوا صاحب الحقیقت کے صفحہ اول پر گُہر ریز ہوئے ہیں۔ کہ ایک سید موسوی نسبت ہم سایہ سادات باہرہ نے پاکیزہ خیال ہمارے پاس بامید تحریر جواب ارسال فرمایا اور فرمائشی عبارت یہ لکھی۔

تحریر سید موسوی

مَیں نے محرم کے مہینہ میں ایک ناپاک رسالہ جس کا مصنف سجاد حسین ہے اور جس میں حال ارتداد محمد یعقوب بجنوری لکھا ہے دیکھا اور مجھ کو مولانا سید محمد صاحب نے جو بڑے عالم اہل سنت ہیں عنایت فرمایا۔ کہ اس کا جواب لکھوا دینا ہمکو درس وتدریس سے فرصت نہیں ہے بعد ختم تحریر سید موسوی نسبت رُسوا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ مَیں نے قبل اس کے کہ اس تار عنکبوت کو توڑ دوں۔ سب سے پہلے دریافت حال یعقوب کو وہ باطن کا مقدم خیال کیا۔ چنانچہ محققین بجنور نے لکھا کہ اس

شہر اودھ محلہ چاہ شیریں میں کوٹھی پتہ محمد یعقوب مجہول النسب ونامعلوم الاسم
کا نہیں چلتا۔ شاید یہ کوئی فرضی نام ہوگا۔ نام بردہ نے اپنے پدر کا نام نہیں
لکھا۔ اور سجاد حسین مؤلف رسالہ نے اسکو بے پدر لکھا ہے ناظرین
اول آپ پاکیزہ خیال کو ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ایک لفظ بھی اُس میں ایسا
نہ ہوگا۔ جسکو خلاف تہذیب کہا جائے۔ مگر حضرت رُسوا نے بقول ہمکو
نہ چھیڑنا کہ بھرے بیٹھے ہیں ایسے سخت الفاظ کا چند مقام پر استعمال
فرمایا ہے کہ جسپر بسبب طول میاوت صبر کرنا اور سخت و درشت الفاظ زبان
قلم پر نہ لانا میرا ہی کام تھا۔ بطور نمونہ دو تین لفظ دکھاتا ہوں۔ محمد یعقوب
کو بد اسلوب اور مجھ کو جاہل وہم معنی اوس کے بہت الفاظ
عنایت فرمائے ہیں۔ حضرت ممدوح نے اکثر و بیشتر مقامات
پر نیلے پیلے زہر بھرے الفاظ لکھکر ارباب لیاقت کی نظر میں وہی
وقعت پائی۔ جو کہ بازار نشین لوگوں کی ہوا کرتی ہے۔ طرز کلام سے ایسا
معلوم ہوتا ہے۔ کہ مؤلف صاحب کسی اعلےٰ درجہ کے خاندان کے
ہیں۔ اُسی عزت خاندانی نے حضرت کو تہجیں وتمسخر آمیز لفظوں کے
لکھنے پر مجبور کیا۔ کیوں نہ ہو۔ ماشاءاللہ! آپ شاعر بھی ہیں۔ اور
ایسے باوقار کہ رُسوا تخلص رکھتے ہیں۔ اس قسم کے حضرات کا جواب
دینے پر آمادہ ہو کر قلم بدست ہونا اور افراد مناظرین میں اول
درجہ پر اپنا نام نامی لکھانا حق بجانب تھا۔ رسالہ التحقیق کا جواب
جس طرح پر پیش کیا جاتا ہے۔ اجمالی۔ تفصیلی۔

maablib.org

اول جواب اجمالی

شیخ محمد یعقوب صاحب بجنوری کی جانب سے جو مضامین پاکیزہ خیال میں ارباب بصیرت کی نظر سے گذر چکے ہیں۔ اُن کا ابطال حضرت رسوا صاحب مطلق نہیں کر سکتے۔ اور وہ کیا اگر تمام عالم کے علماء اہل سنت جمع ہو کر درپے ردّ تصنیف خیالات شیخ صاحب موصوف ہوں تب بھی ممکن نہیں۔ بقول ے جولاجواب ہے اُس کا جواب کیا ہو گا۔ پاکیزہ خیال میں نہ علمی مباحثہ ہے۔ اور نہ آیات و احادیث پر استدلال کیا گیا ہے۔ جس میں کسی کو یہ کہنے کی گنجائش ملے کہ یہاں ماضی ہے مضارع کیوں کہا گیا۔ حال کی جگہ استقبال کس لئے لکھا۔ اہل لغت نے اس کے یہ معنی لکھے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ پاکیزہ خیال میں قوت خیالی سے محض واقعات صحیحہ پیش کئے گئے ہیں۔ عاقل جانتے ہیں۔ کہ واقعات کا ابطال کبھی نہیں ہو سکتا۔ حقیر بتائید کلام خدا تحقیقت کے بنظر اختصار صرف دو باتیں پیش کرتا ہے۔ اُسی سے قیاس ہو سکتا ہے۔ کہ جناب رسوا صاحب متکلمین کی جماعت میں کس درجہ کا پاس حاصل کر سکتے ہیں۔ اور متانت و سنجیدہ لوگوں کی مجلس میں وہ کس جگہ بیٹھنے کی اجازت پا سکتے ہیں۔

پہلی بات

پاکیزہ خیال کے شروع میں لکھا ہے۔ ہر معاملہ میں غور و فکر کرنے سے

maablib.org

عمدہ عمدہ نتیجہ اور مطالب پیدا ہوتے ہیں۔ جو لوگ کہ معاملات دینی و دنیاوی میں فکر وخوض کرنے کے عادی نہیں۔ یا یہ کہ باوصف قدرت غور وتامل اُس کو نظر سے گرائے ہوئے ہیں۔ اُن کا شمار کسی طرح ارباب عقل میں نہیں ہو سکتا بلکہ چوپایہ وغیرہ میں داخل ہیں۔ انسان کو حیات مستعار چھوڑ کر ضرور ایسی جگہ جانا ہے۔ کہ جہاں سوائے فضل خدا وصیلا حیت اعمال اور کوئی چیز کار آمد نہ ہوگی۔ لہٰذا لازم آیا۔ کہ دینی معاملات میں نیک نیتی سے خوب چھان بین کر کے مذہب حق پر قایم ہونا چاہئے۔ تاکہ دغدغہ روز حشر سے پورا اطمینان ہو۔ حضرت ناظرین انصاف فرمائیں۔ کہ تحریر بالا میں کوئی ایسا مضمون نہ تھا جو کسی کا دل دُکھانے والا ہو۔ بلکہ ایک عام بات تھی۔ مگر حضرت رُتسوا بحکم مصرع مقتضائے طبیعتش ایں است۔ اس پر بھی بگڑ گئے اور خواہ مخواہ طائر انصاف کو ذبح کرنے کے لئے کارد بدست ہو گئے۔ چنانچہ رسالہ الحقیقت مؤلفہ خود کے صفحہ ۱۳ و ۷ پر لکھتے ہیں۔ (ناظرین مؤلف سادات بارہ کے ارسطو فطرتی کا ملاحظہ فرمائیں۔ اور اُن کی فکر صائب اور رائے متین کو دیکھنا کہ وہ فکر نہ کرنے والوں کو چہار پاؤں میں شمار کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو باایں ہمہ خفیف العقلی زمرۂ اہل الرائے میں گنتے ہیں۔ شاید قرآن شریف میں جو آیا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار ان ہی کی طرف اشارہ ہے ورنہ معاملات دینی میں رائے زنی کرنا کار مجتہدین وائمہ با تمکین ہے۔ وبس) پاکیزہ خیال میں غور وفکر کرنا دینی و دنیاوی معاملات میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت رُتسوا نے دنیاوی معاملات میں تفکرات نہ کرنے والوں کا چوپایہ ہونا مان لیا

کیونکہ اُن پر کوئی قدح نہیں کی۔ البتہ دینی معاملات میں قوت خیالی سے کام لینا وہ مخصوص بائمہ ومجتہدین سمجھتے ہیں۔ مَیں اس بات کو ضرور تسلیم کرونگا۔ کہ ائمہ مجتہدین ہر ملت اُس دین کے بڑے فرمانروا ہیں۔ کہ جس میں وہ مجتہد کہے جاتے ہوں۔ معاملاتِ سیاست و وراثت و اصلاح افعال و اظہار قواعد روزہ و نماز و دیگر ضروریات شرعیہ میں اُن کی حکم کو بڑا دخل ہے۔ مگر اس سے یہ بات لازم نہیں آسکتی کہ اور جملہ اشخاص دینیات میں سوچ بچار کرنے سے ممنوع ہیں۔ ہر شخص بقدرِ علم و ادراک سوائے فتاوے دستخط کرنے کے دیگر امور میں غور و تامل کرنے کی اجازت پا سکتا ہے پاکیزہ خیال میں غور و فکر کرنے کا ذکر ہے۔ نہ کہ فتاوے دینی کا باایںہمہ میں نے صاف یہ فقرہ لکھ دیا ہے۔ (جو لوگ باوصفِ قدرتِ غور و تامل اُس کو فضول سمجھ کر نظر سے گرائے ہوئے ہیں۔ اُن کا شمار کسی طرح ارباب عقل میں نہیں ہوسکتا) یہ الفاظ باآواز بلند کہہ رہے ہیں۔ کہ میدانِ فکر و غور میں جاہل ولاتعقل لوگوں کو بیک خیال دوڑانے پر مجبور نہیں کیا گیا۔ بلکہ انہیں لوگوں کی طرف انگلی اُٹھائی گئی ہے۔ جو کہ قابلیتِ غور رکھتے ہیں۔ اور فضول و ناکارآمد سمجھ کر پس پشت ڈالے ہوئے ہیں۔ چند باتیں مثلاً عرض کرتا ہوں۔ کہ بقولِ حضرات اہلِ سنت حضرت امیر نے تاحیات سیدہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت نہ کی۔ اور حسب تصریح تحفہ اہل بغاوت و شرارت پیشہ لوگوں کو اپنی گھر میں آنے جانے اور خلاف قانون رائے زن ہونے کی اجازت دی۔ سیدہ نے خلیفہ اول کو حضوری جنازہ کے لئے امتناع کیا۔ عائشہ و معاویہ نے

حضرت امیرؑ سے اور اُنھوں نے اُن سے جنگ کی۔ کیا اہل اسلام پر حرام ہے کہ ہیچ قسم امورات میں ذرہ غور و فکر کے لئے طبیعت پر زور نہ ڈالیں۔ کتابوں کو نہ دیکھیں۔ باخبر اور پڑھے لکھے لوگوں سے نہ پوچھیں۔ کہ علی نے فاطمہ علیہ السلام کی زندگی میں خلیفۂ اول کو اپنا سردار دین کیوں نہ مانا۔ اُس وقت کیا موانع تھے۔ اور بعد وفات معصومہ کون امر ایسا واقعہ ہوا۔ کہ حضرت امیر نے اطاعتِ خلیفہ کا گلوبند اپنی گردن میں ڈال لیا۔ علی نے اُن سرکشوں اور فتنہ پردازوں کو اپنے گھر میں کیوں جگہ دی۔ جو کہ نائب رسُول کا معزول کرنا چاہتے تھے۔ فاطمہ کو حضرت صدّیق سے کیا رنج پہنچا تھا۔ جو پسِ مُردن اُن کا سایہ بھی گوارا نہ ہوا۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ نے علی سے کیا نمایاں خطاء دیکھی۔ جو مدّتوں برسرِ جنگ رہیں۔ خال المومنین یعنی اہل ایمان کے پیارے اور ذی عزت ماموں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کیا استحقاق تھا۔ کہ اپنے معزز بھانجے اور نفس رسُول سے برسرِ جنگ ہوئے۔ اس قسم کے معاملات میں عقل و دماغ پر زور دینا اگر ممنوع ہے تو حضرتِ رضوان مجتہدین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اور نہ ائمہ دین کے دفتر میں اُن کا نام ہے۔ بلکہ زمرۂ شعرا میں ہزلیات و غزلیات کہنے والے ہیں۔ ایسے لوگ بحکم الشعراءُ یتبعھم الغاوٗن اہل غوایت میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اور عقیدہ سے تخلّص بھی وہ نور صحرا رکھتے ہیں۔ جس کے ظاہری معنی کچھ عجیب مطلب خیز ہیں۔ پس باینحالات وہینت اُنھوں نے مذہبی معاملات میں لکھ پڑھ کر و خطّ امہ کس لئے حاصل کیا۔ جو کہ حقیر کو نہایت حیرت تھا۔ در ضعف العقلی جو صاحب بنگاہِ انصاف الٰہ و واقعات کو

دیکھیں گے۔ بلا تامل کہدینگے۔ کہ جناب رسوا کو سوا ے اس کے کہ جگہ جہلاء میں یہ شہرت ہو کہ وہ بھی شیعہ کے مقابلہ میں لکھنے والے ہیں۔ اور کوئی بات نظر نہیں۔

دوسری بات

شیخ محمد مقبول صاحب نے پاکیزہ خیال میں لکھا ہے۔ کہ اس تحریر کے شایع کرنے سے میری دو غرض ہیں۔ (غرض اول) یہ کہ اگر میری راے نے غلطی کی ہے تو چونکہ یہ تحریر ہزار ہا نظروں سے گذریگی۔ لہذا اُس کی اصلاح میرے اور نیز میرے ہم خیالوں کی ہدایت کا سبب ہوگی۔ ملاحظہ ہو کہ شیخ صاحب کی یہ ایسی عاملانہ اور بے لگاؤ تحریر ہے۔ کہ گویا انصاف کے کانٹے میں وزن کی ہوئی ہے۔ حضرات اہل سنت پر فرض تھا۔ کہ اُن کو بتلاتے۔ کہ بھائی تمہارے یہ خیالات اِن اِن وجوہ سے قابلیتِ تمسک و احتجاج نہیں رکھتے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ حضرت رسوا نے بخلافِ منصب ہدایت اِس منصفانہ تحریر کو بھی جوشیلی نظر سے دیکھ کر وُہی زہر اُگلا۔ جسکو صاحبان تعصب و اعتساف اُگلا کرتے ہیں۔ چنانچہ صفحہ ۱۳ سطر ۱۲ اپر لکھتے ہیں۔ (خدانخواستہ اگر آپ کی رائے نے غلطی کی ہے تو اس کی جوابدہی آپ کے ذمہ ہے۔ کسی کو کیا غرض کہ اُس کی اصلاح میں کوشش کر کے تضیع اوقات کرے۔ آپ تو ماشاء اللہ ایک قسم کے مجنون ہیں۔ ایسے مرض کا علاج ڈاکٹر کر سکتے ہیں) جہلا اہل سنت تو بہت خوش ہوئے ہوں گے۔ کہ حضرت رسوا نے کیا ہی بھڑکتا ہوا جواب دیا ہے۔

کہ پاگل بنا دیا۔ مگر وہ لوگ نہایت شرمندہ ہوں گے۔ جو حق طلب کے سامنے خشونت آمیز گفتگو کرنا ناجائز جانتے ہیں۔ حضرتِ رسوا قدیم رفتار پہ گئے۔ کتب تواریخ میں لکھا ہے۔ کہ خلفاء سوالات کے جوابوں سے عاجز ہو کر سائلوں کو پٹوا کر کچہری سے نکال دیا کرتے تھے۔ مَیں حضرتِ رُسوا سے پوچھتا ہوں۔ کہ ہر گاہ آپنے شیخ صاحب کو سول سرجن کی کوٹھی بتلائی۔ تو رسالہ الحقیقت کس کے سمجھانے اور ہدایت فرمانے کے واسطے تالیف فرمایا۔ پاکیزہ خیال کے آخر میں شیخ صاحب نے لکھا ہے۔ کہ اگر میرے خیالات باطل کردئے گئے۔ تو اپنے قدیم مذہب پر آسکتا ہوں۔ ابھی میرا لکھا ہی کیا ہے۔ صرف دو چار اُلٹی سیدھی باتیں کہی ہیں۔ جو شخص بشرطِ بُطلان خیالات خود پھر سُنّی ہوجانیکا تحریری وعدہ کرے۔ اُس سے یہ درشتی کیا اہلسنت نے ہدایت اسی کا نام رکھا ہے۔ اگر یہی ہدایت ہے تو دیدہ باید ضلالت کیا ہوگی۔

تیسری بات

شیخ صاحب دوسری غرض بہ وقم فرماتے ہیں۔ کہ اگر میرا تیر بکر پور نشانہ پر بیٹھا ہے۔ اور خطا نہیں کی۔ تو دیگر حضرات جنہوں نے مذہب دینی کی تنقیح میں کوشش نہیں کی اور باپ دادا کے بچھائے ہوئے پرانے بوریئے پر بیٹھے ہیں۔ وہ بیکر سیدھا ہوکر سیدھے راستہ پر آجائیں۔ تحریر بالا بزبانِ صاف وشستہ گویا ہے۔ کہ مذہب آبائی حرام ہے۔

اور تنقیح و تحقیقات کے ساتھ جو مذہب اختیار کیا جائے وہ جائز و حلال ہے۔ اپنے خیالات کو اُنھوں نے تا حصول جواب از علمائے اہل سنّت قطعی نہیں بتلایا۔ بلکہ لفظ اگر کے ساتھ جو کہ بمقام سٹر وار دکیا جاتا ہے وابستہ کیا ہے۔ یعنی بصورت لاجوابی اہل سنت راہ غلط و خلاف جسکو باپ دادا کی لکیر کہتے ہیں۔ چھوڑ کر میرے ساتھ سیدھی اور پختہ سڑک پر جو کہ صراط مستقیم ہے گام فرسا ہوں۔ لیکن جناب رسوا نے اس تحریر سے بھی کبیدہ خاطر و تنگدل ہوکر وہی ترچھی تقریر کی جسکو کج فہم اور ٹیڑھی سمجھ والے کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موصوف صفحہ (۱۳) سطر ۲ پر لکھتے ہیں (کیا خوب شیخ سیّد دونوں مل کر باہمہ جہل مرکب و ضلالت و گمراہی خود اہل حق کو صراط مستقیم پر چلانے کے دعویدار بن بیٹھے) ماشاء اللہ سوائے تہذیب و شائستہ کالی آپ کا جواب کیا ہی معقول ہے۔ سلام کا بدل گالی سے ایسے ہی بزرگوار کیا کرتے ہیں۔ انگریزی قانون سے حضرت مجبور ہیں۔ ورنہ مثل اموّیہ و عباسیّہ قتل کراتے یا گالیاں دیتے۔ یہ کہ تین یا مین کشتی نمونہ از خروار دکھائی گئیں۔ دانشمند امتیاز فرماسکتے ہیں کہ جب حضرت رسوا کی آتش مزاجی اس درجہ عروج پائی ہوئی ہے کہ اُس کی تابش و حرارت سے مئی جون کے تھرما میٹر کا تصاعد بے حقیقت محض ہے۔ صاف و ستھری باتوں کے جواب میں وہ گرم بیانی ہے کہ جس کا جواب خلاف قانون ہے تو اصل خیالات شیخ صاحب کے جواب میں کیا کچھ تیز زبانی نہ کی ہوگی۔ میں نے ناظرین کو

اُن کے انصاف منشی و مطلب رسی و طرز جواب نویسی کا یہ ایک ادنےٰ نمونہ دکھایا ہے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ انشاءاللہ یہ ہی مختصر قضیۂ سنی و شیعہ کے انقطاع و انفصال میں وہ ہی کام کریگا۔ جو تیغ حیدری نے خندق و بدر و احد و خیبر وغیرہ میں کیا تھا۔ جیساکہ وہ عطائے باری یعنی ذوالفقار قاطع بنیان شرک و کفر تھی ایسا ہی یہ رسالہ حق طلب و انصاف دوست لوگوں کی طبایع گرامی سے زنگ وہم و شکوک دفعہ کرکے اُن کے قلوب کو ایسا صاف کریگا کہ جیسے خراب برتن کو قلعی گر کیا کرتا ہے۔ الحاصل میں اب بھی کہتا ہوں اور نیز پہلے لکھ چکا ہوں کہ پاکیزہ خیال میں جو مطالب قوت خیالی سے منجانب شیخ صاحب وقف قلم ہوئے ہیں۔ اُن کا رسوا صاحب کوئی جواب نہیں دے سکے۔ اس بات کی تصدیق ہیں کہ پورا جواب نہیں دیا گیا حقیر جناب رسوا کا اظہار قلمبند کرکے ناظرین کو دکھلاتا ہے۔

اظہار شیخ رسوا

maahlib.org

آپ کا نام۔ جواب احمد حسن المتخلص بہ رسوا۔ باپ کا نام۔ یاد نہیں۔ پیشہ لغوگوئی۔ یعنی غزل و ریختہ و ٹھمری ٹپہ وغیرہ۔ آپنے شیخ محمد یعقوب صاحب کی تحریر کو جو کہ مسمی بہ پاکیزہ خیال ہے حرف بحرف باطل کیا ہے۔ جواب۔ رسالہ مذکور مطبوعہ علیگڈھ کے ۳۶ صفحہ ہیں۔ ازانجملہ میں نے اُن مضامین کا کوئی جواب نہیں دیا۔ جسکو شیخ صاحب نے صفحہ ۵ سے صفحہ ۳۲ تک

مَیں نے اُن بعض باتوں کا جواب دیا ہے جنکو شیخ صاحب نے بطور خلاصہ واشارہ مضامین مندرجہ رسالہ نو نمبروں پر آخر میں بیان کیا ہے۔ اندریں صورت مَیں نے کل تحریر سے ۳ صفحہ کا جواب دیا۔ چنانچہ مَیں نے رسالۂ الحقیقت مولفۂ خود کے صفحہ ۸۰ سطر ۱۲ پر یہ عبارت لکھی ہے۔ اگرچہ مَیں نے اُس رسالۂ مختصر میں بالاستیعاب ہزلیات سجّادیہ کی طرف توجہ نہیں کی۔ لیکن ضمناً تردید جمیع خرافات واہیۂ مولّف کی ہوچکی ہے۔ پس میری یہ تحریر بزبان حال گویا ہے کہ حرف حرف اور لفظ لفظ کا جواب نہیں دیا گیا۔

سوالات جرح منجانب شیخ محمد یعقوب

درحالیکہ آپ خود مقر ہیں۔ کہ پاکیزہ خیال کا بالاستیعاب جواب نہیں دیا گیا۔ تو صفحہ (۸ سطر ۱۲) پر یہ وعدہ کیوں کیا تھا کہ (قبل اس کے کہ ہم حرفاً حرفاً تردید اس رسالۂ ناپاک منشی سجاد حسین کی کریں ۲ تی ۲ ح ۱۸) آپنے لفظ حرفاً حرفاً لکھ کر لوگوں کو امید دلائی کہ پورا جواب دوگے اور پھر خود یہ لکھتے اور تصدیق کرتے ہو کہ مَیں نے بالاستیعاب جواب نہیں دیا۔ اس دھوکہ دہی اور تناقض کلامی کا کیا جواب ہے۔ مختصر رسالہ کے مطالب کا رد کرنا آپ جیسے خوش دماغ ویرگو شاعر کے سامنے کیا بڑا کام تھا۔ اگر آپ کو دھوکہ باز سمجھ کر اُس کا ہم عہد سمجھا جائے جس کے فرائض ذاتی میں دھوکہ دینا ہے۔ اور بپاداشش دھوکہ دہی وہ لفظ آپ کی شان میں بولا جائے جو کہ اُس سے مخصوص ہے

maablib.org

تو کیا استبعاد لازم آیا ہے۔ جواب کی جگہ گردن خم آنکھیں زمین میں گڑی ہوئی آدھے سانس نیچے اور آدھے اوپر مثل پیکر تصویر بے حس وحرکت۔ ناظرین مصنف کے لئے اس سے زیادہ ندامت دینے والی دوسری بات نہیں کہ اس کے کلام سے دھوکہ ونقائص واضداد کی صدائیں ایسی بلند ہوں کہ جیسے برسات میں مینڈک کی۔ اگر حضرت رسوا ان جرم نمایاں سے کچھ شرم اٹھائیں گے تو عجب نہیں کہ فرط ندامت سے چلو بھر پانی میں ایسا غوطہ لگائیں کہ پھر سر نہ ابھاریں۔ اور سید موسوی نسب ہمسایہ سادات بارہ جنکی بدولت جناب رسوا کو یہ عزت ملی کچھ دور نہیں کہ خودکشی کر کے اہل دنیا کی نظر سے روپوشی اختیار کریں۔ الحاصل حضرت رسوا کا طمطراق وجوش خروش ہر مبصر پر واضح ہو گیا۔ کہ من اولہ الی آخرہ جواب نہیں دے سکے۔ صرف بعض مطالب میں گفتگو کی ہے۔ لہذا احقر اول انہیں معاملات میں گفتگو کرتا ہے۔ جن کا تعلق پاکیزہ خیال کے بعض مطالب سے ہے۔ اور جو امور کہ خارج از بحث حضرت رسوا نے درج التحقیقات کئے ہیں۔ ان کو بھی اسی رسالہ کے آخر میں انشاء اللہ رد کر دونگا۔ واضح ہو کہ پاکیزہ خیال کے آخر میں یہ سرخی دے کر تفصیل امورات دریافت طلب نو نمبروں پر ان بعض مضامین کو بطور خلاصہ بیان کیا گیا تھا۔ جو کہ متن پاکیزہ خیال میں بہ تفصیل وتشریح درج ہوئے تھے۔ حضرت رسوا نے ان باتوں کا تو بقول خود جواب نہیں دیا جیسے نو نمبر ماخوذ ہوئے ہیں۔ بلکہ انہیں مختصر لفظوں کا جواب دیا ہے۔ جو کہ نو نمبروں پر اشارتاً بیان ہوئے۔ اور

جنکو حضرات ناظرین دیکھ چکے ہیں۔ خیر پہلے وہ جواب مع پتہ صفحہ و سطر لکھتا ہے۔ جسکو جناب رسوا نے حوالہ قلم فرمایا ہے۔ پھر اُس کا رد مفصل و شرح عرض کرتا ہے۔

تفصیل جوابات حضرت رسوا

(۱) شیخ محمد یعقوب بجنور میں کوئی شخص نہیں ہیں۔ محض فرضی نام سے مضمون نکالا ہے۔ صفحہ ۲ سطر ۳۔ الحقیقت۔

(۲) سیادت کوئی ذات نہیں بلکہ لقب ہے۔ ہر قوم و فرقہ میں سید ہوتے ہیں۔ اور سادات حسینی چونکہ اکثر شیعہ ہوتے ہیں۔ لہذا فرہ سیادت سے خارج ہیں۔ اصلی سید سادات حسنی ہیں جو کہ سنّی ہونے کا فخر حاصل کئے ہوئے ہیں۔ اور اولادِ علی و اولادِ خلفاء میں محبت و اخلاص تھا نہ کہ عداوت و مخالفت (صفحہ ۵ سطر ۶)۔

(۳) حضرت امیرؑ سے قریب پانصد روایات کے کتب اہل سنت میں نقل ہوئی ہیں۔ جواب نمبر ۳ و ۴ سوال نمبر اول مندرجہ پاکیزہ خیال کے ردّ میں ہے۔

(۴) جناب معاویہ نے حضرت امیر کو کبھی گالیاں نہیں دیں۔ اُن کے سامنے بہت مؤدب رہتے تھے۔ اور خط و کتابت میں حفظ مراتب مرعی رکھتے تھے۔ یہ جواب پاکیزہ خیال کے نمبر ۴ کا جناب رسوا نے تحریر فرمایا ہے۔ نمبر ۴ کا رد ہے۔

(۵) جناب عائشہ صدیقہ کو حضرت امیر معاویہ نے گڑھے میں ڈال کر درجہ شہادت پر فائز نہیں فرمایا۔ یہ جواب نمبر ۶ پاکیزہ خیال کے رد میں لکھا گیا ہے۔

(۶) امام حسین علیہ السلام کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہ زہر دلایا نہ اُن کی وفات پر خوشی کی تکبیریں کہیں۔ بلکہ وہ امام مسموم کے ممنون منت و شکر گزار تھے۔ یہ جواب نمبر ۵ پاکیزہ خیال کا ہے۔

(۷) بارہ خلفاء کے بموجب حدیث خلفاء اثنے عشر مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے جو تصریح امیت کی ہے اور چھٹے نمبر یزید کو خلیفہ رسول اللہ لکھا ہے یہ بیجا نہیں۔ کیونکہ یزید کو بہ نسبت دیگر خلفاء کے کچھ ایسے اسباب بہم پہنچ گئے تھے جو خلافت کے لئے ضروری ہیں۔ یہ جواب نمبر ۳ پاکیزہ خیال کا ہے۔ ہر ہفت جوابات حضرت رسوا کا رد حسب الذیل کیا جاتا ہے

مضمون جواب اول منبر رحمہ نمبر (۱)

شیخ محمد یعقوب کوئی شخص نہیں۔ محض فرضی نام سے مضمون نکالا ہے۔ جناب رسوا الحقیقت کے صفحہ ۳ سطر ۱۰ پر رقمطراز ہیں۔ قبل اس کے کہ اس تارِ عنکبوت کو توڑوں (یعنی مضمون پاکیزہ خیال کو) سب سے پہلے حال محمد یعقوب کور باطن کا تحقیق کرنا مقدم خیال کیا۔ چنانچہ محققین بجنور نے لکھا۔ کہ اس شہر اور محلہ چاہ شیریں و دیگر محلات بجنور میں کوئی پتہ محمد یعقوب مجہول النسب و نامعلوم الاسم کا نہیں چلتا۔ شاید یہ کوئی غرضی

نام ہوگا۔ کیونکہ نامبردہ نے اپنے پدر کا نام نہیں بتایا۔ اور سجاد حسین مولّف رسالہ نے اُس کو بے پدر لکھا ہے۔

تردید جواب اوّل

یہ عجیب اعتراض ہے کہ اگر کسی نام کے ساتھ ولدیت نہ ہو تو وہ بے پدر کہلائے۔ واقفانِ زبان جانتے ہیں۔ کہ بے پدر کسکو کہتے ہیں۔ چونکہ رُسوا صاحب کے پدر بزرگوار کا نام مہتمم مطبع مشرق العلوم نے نہیں لکھا محض مولوی احمد حسن صاحب رسوا لکھا ہے۔ تو کیا اس سے یہ لازم آسکتا ہے کہ شیخ رسوا صاحب کو بے پدر کہا جائے۔ جس بلا معرفت سابقہ حتماً وجزماً کہہ سکتا ہوں کہ اُن کا کوئی نہ کوئی باپ ہے اور وہ بھی نوع انسان سے۔ سید موسوی ہمسایہ سادات بارہہ کا حضرت رسوا نے نہ نام لکھا اور نہ مسکن وولدیت کا پتہ دیا تو یہ اعتراض کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ وہ بے پدر وبے مسکن ہیں۔ نہیں ہمارا کوئی سید بھائی اُن کا باپ بھی ہوگا۔ اور وہ کسی قریہ میں رہتے بھی ضرور ہوں گے۔ محققان بجنور نے غلط خبر دی کہ کوئی شخص بجنور میں باسم محمد یعقوب نہیں ہے۔ انگریزی عملداری میں کسی سے ایسا نہیں ہو سکتا کہ فرضی شخص قرار دیکر مذہبی معاملہ میں مضمون شایع کر دیوے۔ حضرت رسوا یا اُن کا کوئی معتمد یہاں (بجنور) آئے انشاءاللہ شیخ محمد یعقوب صاحب کو بحیثیت شیعہ دکھلایا جائیگا بلکہ بعض مصطلحاتِ شیعہ سے بھی بنظر تصدیق ویقین کیشن تحقیقات کو سنوا

دیا جائیگا۔ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ یوم شنبہ کو بمقام بجنور سید اسد علی صاحب تحصیلدار پنشنر سنی المذہب کو شیخ صاحب کا مکان عزبرو یہ چاہ شیریں پر دکھایا گیا۔ اور اُن کے باپ شیخ امیر علی صاحب سے تصدیق کرایا گیا۔ کہ محمد یعقوب فی الواقع شیعہ ہو گئے ہیں جسکو ضرورت ہو بمقام قصبہ نہٹور ضلع بجنور کارڈ بھیج کر تحصیلدار صاحب موصوف سے دریافت کرلیوے۔ بخاطر داشت جناب رسوا ہیں تھوڑی دیر کے لئے فرض کئے لیتا ہوں کہ بجنور کیا تمام دنیا میں کوئی محمد یعقوب نہیں اور اشتہار فرضی نام سے دیا گیا ہے۔ مگر اُن خیالات کا جو کہ شخص مفروض کی آڑ میں شایع ہوئے ہیں جواب کیا ہے۔ محمد یعقوب نہ سہی عمرو بکر کوئی سہی اہل سنت کے مذہب پر حملہ ہے پورا جواب دینا اُن کے ذمہ عقلاً واجب ہے۔

مضمون جواب دوم مندرجہ نمبر (۲)

سیادت کوئی ذات نہیں بلکہ لقب ہے ہر قوم میں سید ہوتے ہیں۔

تردید جواب دوم

پاکیزہ خیال میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ سادات عموماً شیعہ ہوتے ہیں اور اقل قلیل سنی۔ پس اگر تشیع کوئی بد مذہبی ہے تو اولاد رسول کا اکثر حصہ بد مذہب ہو کر جہنم کا مستحق کیوں ہوا اور حسب عقیدہ اہل سنت اگر خلفاء و اہلبیت میں اتحاد تھا تو اولاد حضرت امیر یعنی سادات اور اولاد

حضرات شیخین یعنی شیخ صاحبان میں اختلافِ مذہب کی کیا وجہ ہے۔ کیونکہ
سوائے اولاد حضرت محمد بن ابی بکر و ابو ایوب و سعد عبادہ و جابر ابن عبداللہ
انصاری باقی شیخ صاحبان اکثر و عموماً سنی ہوتے ہیں۔ اُس کا جواب
حضرتِ رسوا یہ دیتے ہیں۔ کہ سیّد کوئی ذات نہیں بلکہ لقب ہے ہر قوم
و فرقہ میں سیّد ہیں۔ چنانچہ ساداتِ یہود و ساداتِ نصاریٰ نے سادات
مجوس ساداتِ صدیقی ساداتِ فاروقی سادات عثمانی وغیرہ مشہودِ عالم
ہیں۔ اس تقسیم سیادت سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اصلی سیّد بوجہ سنی
ہونے کے ساداتِ حسنی ہیں۔ اور ساداتِ حسینی چونکہ اکثر شیعہ ہوتے
ہیں۔ لہٰذا اُن میں اور لوگوں نے مل کر مخلوط النسل ہونے کا دھبہ لگا دیا
ہے۔ اور حنفیوں کوئی نسبی فرق نہیں آیا۔ وہ بوجہ تشیّع نسل پسر نوح
ناخلف ہیں۔ اور اولاد حضرت امیر و خلفاء میں محبت تھی نہ کہ عداوت۔

حضرتِ رسوا نے اُس معزز خطاب کو جو کہ بوجہ شہرت عموماً ہر قوم
کی زبان پہ سادات رسولِ پاک سے مختص سمجھا گیا ہے۔ ایسا ارزاں اور بےحد
داد سخاوت دی کہ مخالفان اسلام یہود تک کو سیّد بنا دیا۔ شیخ صدیقی
و فاروقی وغیرہ سنا کرتے تھے۔ رسوا صاحب کی الحقیقۃ میں فاروقی
سیّد بھی دیکھ لئے۔ سیّد معروفی، سیّد یزیدی، سیّد عباسی بھی لکھنے
چاہئیں تھے۔ طبع ثانی میں اصلاح ضروری ہے۔ چونکہ جناب رسوا نے
بہ محبت اسلام آلِ نبی کا شرف گھٹانے کی غرض سے سیادت میں بہت
تعمیم فرمائی ہے اور سیّدوں کو بجرم مخالفت خلفائے ثلاثہ بے قدر سمجھا کہ

maablib.org

بام اصالت سے گرا کر زوالت کے تنگ و تاریک گڑھے میں پہنچا دیا۔ بین نظر توضیح حال اور سادات دنیا سے قطع نظر کر کے صرف ایسے دو سیّدوں کو پیش کرتا ہوں۔ جن سے لفظ سیادت نے عزت پائی ہے۔ یعنی جناب حسین سلام اللہ علیہ وعلی اباشہ الکرام جیساکہ اور سادات کو حضرت رسول برا جانتے ہیں۔ ایسا شاید بظاہر ان دو بزرگ شاہزادوں کو نہ جانتے ہونگے پس اس جگہ صرف یہ بات تحقیقات طلب ہے۔ کہ حسب تسلیم علمائے اہل سنت جناب امام حسن و حسین علیہ السلام حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کو کیسا جانتے تھے۔ پس کتب اہل سنت سے جیساکہ صاحبزادوں کا خیال بہ نسبت صحت خلافت شیخین ثابت ہو وہ ہی ہر کلمہ پڑھنے والے کے لئے واجب الاتباع ہونا چاہئے۔ اگر کتب شیعہ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ نور دیدہ گان سیّدہ علیہ السلام حضرات شیخین کا مسند رسول مقبول پر غاصبانہ و ناجائز طریقہ سے جلوہ افروز ہونا جانتے تھے۔ اور اُس عرش بارگاہ جگہ پر حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بیٹھنا اُن کو ناگوار و غیر مطبوع تھا۔ تو سمجھ لیا جائیگا کہ سادات حسینی رہرو مسلک صحیح ہیں۔ کیونکہ اُن کا یہ ہی مذہب ہے کہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خلیفہ بلا فصل حضرت امیر ہیں۔ اور دیگر بزرگوار غاصب و قابض ناجائز اور سید موسوی نسب و دیگر سادات سنی خواہ حسینی ہوں یا حسینی اپنے اجداد گرامی کے پیرو نہیں۔ بلکہ اُن سے الگ راہ چلنے والے ایسے ہیں جیساکہ نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا۔ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ کے

باب گیارہ مقصد پانچ۔ اور جلال الدین سیوطی نے بکتاب تاریخ الخلفاء
بہ مقام ذکر خلافت ابی بکر و محب طبری نے بہ کتاب ریاض النضرہ باب
اول فصل بارہ۔ و ابن شہر آشوب نے بہ کتاب مناقب اور خطیب
بغدادی نے تاریخ الخطیب میں لکھا ہے کہ اوائل خلافت خود میں حضرت
ابوبکر ممبر رسول پر بیٹھے ہوئے خطبہ پڑھ رہے تھے۔ کہ حسن ابن علی آئے۔
اُن کو اُس جگہ دیکھ کر کہنے لگے کہ اے ابوبکر آپ ممبر سے نیچے اُتر آئیں۔ یہ
جگہ میرے باپ کے اجلاس کرنے کی ہے۔ نہ کہ آپکے بیٹھنے کی حسن سے
یہ بات سنکر ابوبکر رونے لگے اور فرمایا کہ صاحبزادہ آپ سچ کہتے ہیں۔
یہ موقع آپ کے پدر بزرگوار کے اجلاس کرنے کا ہے نہ کہ میرے باپ کا۔
یہ جواب دے کر خلیفہ صاحب نے حضرت حسن کو گود میں بٹھا لیا۔ اُس
وقت حضرت امیر نے فرمایا کہ اے صدیق اکبر حسن نے میرے سمجھانے
اور سکھانے پڑھانے سے آپ کو یہ جان شکن و ابدو ریز الفاظ نہیں
کہے۔ بجواب حضرت ابوبکر نے فرمایا۔ کہ اے ابوالحسن آپ صحیح کہتے
ہیں حسن نے جو اس وقت سر جلسہ مجھ سے کہا۔ اُس میں میں آپ کو
متہم نہیں کرتا

یہ تمام کتابیں عربی کی ہیں۔ اگر سب کی عبارتیں نقل کروں۔ تو
طوالت ہوگی۔ جو کہ باعث ملالت ناظرین متصور ہیں۔ اس جگہ صرف
صواعق محرقہ کا مضمون نقل کرتا ہوں۔ یہ کتاب عندالسنیہ نہایت
معتبر ہے۔ اہل تحقیق عبارت ذیل کو اصل کتاب سے ملائیں۔ اگر

غلط پائیں مجھ کو جھوٹا کہیں۔ بصورتِ مطابقت سمجھ لیں۔ کہ دیگر کتب متذکرہ کے حوالہ میں بھی یہ حقیر راستگو ہے۔ اگر جملہ کتب کی عبارتوں کے ملاحظہ کا شوق ہو تو تشئید المطاعن میں جو کہ تحفہ کے باب دہم کا جواب ہے۔ حضرت ابوبکر کے پہلے طعن میں دیکھ لیویں۔ انشاءاللہ کتب محولہ بالا کے مضامین معہ توثیق علمائے سنیہ وقفِ نظر ہوں گے۔

عبارتِ صواعقِ محرقہ باب گیارہ مقصد پانچ

(اخراج الدارقطنی ان الحسن جاء الی ابی بکر وھو علی ممبر رسول اللہ فقال انزل عن مجلس ابی فقال صدقت واللہ انہ لمجلس ابیک لامجلسِ ابی ثم اخذہ و اجلسہٗ فی حجرہ دبکی فقال علی اما واللہ ماکان عن رائی فقال صدقت والیہ بااتہمتک) چونکہ یہ روایت و دیگر روایات مندرجہ کتب متذکرہ صدر بوجہ ردو انکار حسنین بخلافتِ حضرت ابوبکر صدیق قطعاً بیخ کن سنیت و برہم زن ملت تھیں۔ لہٰذا شاہ صاحب نے عبارت میں کسی قدر تحریف کر کے تحفہ میں ایک توجیہ تسکین بخش اہل سنت تحریر فرمائی۔ چنانچہ تحفہ کے باب دہم ذیل بجواب طعن ابوبکر یہ عبارت لکھتے ہیں۔ (روزے ابوبکر بالائے ممبر پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم برآمد تاخطبہ خواند۔ امام حسن و امام حسین گفتند۔ یا ابابکر انزل عن ممبر جدنا)۔ یعنی اے ابوبکر ہماری جد کے ممبر سے نیچے اُتر آئیے۔ تمام کتب میں جن کا ذکر میں نے اول کیا ہے۔ لفظ (ابی) لکھا ہے۔ یعنی میرے باب کی جگہ سے

آپ اُٹھ جائیے۔ شاہ صاحب چونکہ ازبس عاقل و فرزانہ تھے سمجھ گئے کہ یہ لفظ ابی بالکل اسبابت کا ثابت کرنے والا ہے کہ حسنین نے منبر نبوی کو اپنے باپ کی جگہ قرار دیکر ابوبکر صاحب کو ممبر سے اُترنے کی دھمکی دی تھی۔ لہذا اُنہوں نے (جدّ نا) لکھ دیا۔ چونکہ بخلاف اندراجات کتبِ سابقہ جناب شاہ صاحب نے ایک لفظ بدل کر الزامِ تحریف لفظی اُٹھایا لہذا اُس کی حقیقت بیان کی جاتی ہے۔ کہ کیوں ایسا کیا گیا۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ حسنین کا ایسا بیان کرنا ابوبکر کی عدم حقیت پر دلالت نہیں کرتا۔ بلکہ اُن کے لڑکپن اور طفلانہ حرکات پر محمول ہوتا ہے۔ عبارت مندرجہ تحفہ یہ ہے۔

(قاعدہ اطفال است۔ کہ چوں کسے را در مقامِ بزرگ و محبوبِ خود نشستہ بیند یا جامۂ او را پوشیدہ یا دیگر امتعۂ او را باستعمال آوردہ اگرچہ بہ مرضی و اذن او باشد مزاحمت مے کنند و مے گویند کہ ازیں مقام برخیز یا جامہ را بکش پس از ایں اقوال ایشاں استدلال نتواں کرد و ہر چند انبیاء و ائمہ بر کمالات نفسانی و مراتب ایمانی از سائر خلق ممتاز مے باشند۔ لیکن احکامِ بشریت و خواصِ سنِّ صبی و طفولیت در ہا نیز باقی است و لہذا منعقد ابودن را بلوغ بحدِّ کمالِ عقل ضرور داشتہ اند بلکہ قبل ازیں اربعین منصبِ نبوّت بہ کسے عطاء نشدہ و الّا نادر و در لما فی حکم المعدوم و مثل مشہور است) (الصبی صبی و لو کان نبی) یعنی لڑکا لڑکا ہی ہے اگرچہ نبی ہو۔ چونکہ حسنین نے ممبر کو اپنے باپ کی جگہ بتلایا لہذا

شاہ صاحب کو وہم ہوا کہ اس نوع کی تقریر سے لوگوں کو خیال پیدا ہوگا کہ صاحبزادوں نے جناب صدیق کو متصرفِ امر ناجائز سمجھ کر اس جگہ کو اپنے والد کا مقام بتلایا تھا۔ نظر بر آں انہوں نے براہ دہوکہ دہی (جدنا) لکھ دیا۔ اس جملہ سے خلائق کو یہ باور کرایا کہ حسنین نے چونکہ ممبر پر اپنے نانا کو دیکھا تھا اس لئے بہ مقتضائے طفلی ایسا کہہ بیٹھے۔ مرد عاقل کو اس جگہ چند باتوں پر غور کرنا چاہئے۔ اول یہ کہ ہر پنج کتب محولہ حضیر میں لفظ ابی ہے یا جدنا۔ دوم شاہ صاحب نے لفظ جدنا کو کس کتاب سے نقل کیا۔ سوم حسنین ایسے ہی بچے تھے جیسا کہ اطفال عامۃ الناس ہوتے ہیں یا کہ ان میں کچھ فرق تھا۔ چہارم بروقت ردّ و انکار ان کی کیا کیا عمر تھی۔ پنجم قبل از چہل سال کسی کو امر رسالت تفویض ہوا یا نہیں ہوا۔ اور اگر ہوا تو بقول شاہ صاحب بوجہ ندرت وہ نبوت حکم معدوم میں داخل ہے۔ ششم شاہ صاحب نے جو طفولیتِ حسنین پر عیسیٰ کی مثال وارد کی ہے وہ کہاں تک صحیح ہے۔ تمام امور سات کو مختصر بیان کرتا ہوں ارباب دانش و بینش بہ نظر توجہ ملاحظہ فرمائیں۔

امرِ اوّل جدنا

ہر جملہ کتب اہل سنت محررہ بالا میں (عن ممبر جدنا) درج نہیں بلکہ (عن مجلس ابی) لکھا ہوا ہے جس کا ثبوت صواعقِ محرقہ سے بہ نص عبارت

دیا گیا۔ اندریں صورت واضح ہوا کہ شاہصاحب نے اپنے طبع زاد مضمون کی تقویت میں ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے تبدیل کیا۔ تاوقتیکہ حضرات اہل سنت فقرہ متنازعہ کا وجود کتب اہل سنت میں دکھلا نہیں شیعہ کے دار وگیر سے گلوخلاص نہیں ہو سکتے۔ افسوس ہے۔ کہ ایسے ذی عزت عالم نے جسکو اہل سنت بجائے خود نہایت ہی معتمد جانتے ہیں۔ تحریفِ لفظی سے ایسا نتیجہ نکالا۔ کہ جس سے حسنین علیہ السلام کی خفتِ عقل ظاہر ہو کر اطفال عامۂ خلق کی مثل اُن کا ہونا ظاہر ہوا۔

امر دوم شاہ صاحب نے لفظ جدّنا کس کتاب سے نقل کیا

حضرات اہل سنت پر لازم ہے۔ کہ اُس کتاب کا پتہ دیں جسمیں جدّنا لکھا ہے۔ اگر نشان نہ دے سکیں۔ تو سمجھ لیں۔ کہ شاہ صاحب نے جو ایراد بہ طفولیت حسنین کیا ہے وہ غیر صحیح ہے۔ اور امامین نے جو ممبر کو اپنے باپ کی جگہ بتّایا ہے۔ وہ بالکل مطابق واقعہ تھا۔

امر سوم حسنین ایسے ہی بچے تھے جیسے کہ عموماً ہوتے ہیں یا ان میں کچھ امتیاز تھا اور بروقت اعتراض انکی کیا عمر تھی

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں بمقام بحثِ زکوٰۃ تحریر فرماتے ہیں (حسنین صغیرِ عاقل بودند و بہ تحقیقکہ تحمل کردند این دو امام اجل

احادیث رسول اللہ در صغر سن و بودند در زمان وفات رسول مقبول ہشت سالہ زیرا کہ بود ولادت ایشاں در سال دوم و سوم از ہجرت + تعجب ہے۔ کہ شاہ صاحب نے ایسے بچوں کو جنکے گھر میں قرآن نازل ہوا فرشتہ اترے وحی آئی۔ نبوت و امامت کرامت ہوئی۔ احادیث رسول کو حسب تسلیم شاہ عبدالحق حفظ طبیعت کیا۔ مسائل حلال و حرام کو یاد کیا اور اس پر عامل ہوئے عوام بچوں کی مثل سمجھا۔ حق یہ ہے۔ کہ اہل بیت رسالت کی قدر و عزت وہ ہی جانتا ہے جس نے عقل سلیم سے کوئی حصہ پایا ہے۔ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ (نحن اہل بیت لا نقاس بسائر الناس) یعنی ہم اہل بیت رسالت کے حالات کا قیاس دیگر اشخاص کے اوضاع و اطوار پر نہیں ہو سکتا۔ تاریخ ابوالفداء میں لکھا ہے (الحسن والحسین کانا فی بطن امہ ولیین عالم لوح محفوظ) ابن صباغ مالکی نے کتاب فصول المہمہ فی معرفت ائمۃ میں درباب حالات جناب امام حسین علیہ السلام ایک طولانی گفتگو کی ہے تمام عبارت کا نقل کرنا داخل طوالت سمجھ کر عالم موصوف کے کلام کے دو ایک ابتدائی فقرے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں (قال بعض اہل العلم علوم اہل البیت لا تتوقف علی التکرار والدرس ولا یزید یومہم فیہا علی ما کان فی الامس لانہم المخاطبون فی اسرارہم المحدثون فی النفس فسماء معارفہم و علومہم بعیدۃ عن الادراک الی آخرہ) خلاصہ کلام ابن صباغ یہ ہے۔ کہ علوم اہل بیت پڑھنے پڑھانے پر موقوف نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کا علم الہامی ہوتا تھا۔ ان کا بچپن اور بڑھاپا باعتبار عقل و دانش ایک درجہ میں

شمار کیا گیا ہے۔ لڑکپن میں اُن کو اس درجہ پر کمالیت ہوتی تھی۔ کہ عقل بشر اس کے ادراک سے بادیۂ تحیر میں ٹھوکریں کھاتی تھی۔ باوصف صغر سنی اُن کے سامنے کسی کو مجال دم زدن نہ تھی وغیرہ وغیرہ۔ اسی کی تائید میں ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ کی تیسری فصل کے گیارھویں باب میں جناب امام محمد تقی صاحب کے حالات بہت طوالت سے لکھے ہیں۔ عبارت چھوڑ کر اردو میں اُس کا مطلب بالاختصار عرض کرتا ہوں۔ عالم موصوف لکھتے ہیں۔ کہ مامون رشید نے بمقام بغداد حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور یحییٰ بن اکثم سے علمی مناظرہ کرایا۔ تمام عباسی اُس جلسہ میں جمع تھے۔ یحییٰ مذکور بڑا سال خوردہ عالم تھا اور امام ہنوز محض بچے اور کم سن۔ مگر ایسی تقریر کی کہ یحییٰ مذکور ایک بات کا جواب نہ دے سکا۔ دام کلام میں گرفتار ہو کر مثل طائر پر بستہ پھڑکنے لگا۔ بالآخر مامون رشید نے حضرت کے علم و فضل و کمال جاہ و جلال و نجابت و شرافت سے خوشدل ہو کر اپنے پیاری بیٹی ام الفضل سے امام علیہ السلام کا عقد کر دیا۔ اس جگہ مرد عاقل کو غور کرنا چاہیئے۔ جبکہ باقرار اساطین ملت سنیہ اہل سنت رسول کی یہ حالت ہو۔ کہ وہ بلا تعلیم غیرے سر آمد متبحرین عصر ہو کر بے بدیل سمجھی جائیں اور ان کی طفولیت و شیخوخیت ایک درجہ میں لگئی ہو اور آٹھ نو سال کی عمر میں یحییٰ جیسے سر دفتر افاضل کا رشتہ کلام سے انھوں نے منہ بند کیا ہو۔ اور بقول شاہ عبد الحق عہد طفولیت

میں احادیث رسول کا تحمل فرمایا ہو۔ اندریں صورت عقل کیونکر مجوز ہو سکتی ہے کہ حضرت ابو بکر پر حسنین کا رد و انکار بقول شاہصاحب از قبیل حرکات طفلانہ تھا۔ اور سنئے ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ کی تیسری فصل کے باب گیارہ میں درباب حالات جناب امام حسن عسکری علیہ السلام لکھا ہے۔ (ولم یخلف غیر ولدہ ابوالقاسم محمد الحجة وعمرہ عند وفاۃ ابیہ خمس سنین لکن اٰتاہ اللہ فیھا الحکمۃ ویسمی القایم المنتظر) یعنی امام حسن عسکری علیہ السلام نے سوائے ایک بیٹے ابوالقاسم محمد حجت کے اور کوئی اولاد نہیں چھوڑی اور ابوالقاسم اپنے باپ کی وفات کے وقت پانچ برس کے تھے۔ اُسی کم سنی میں خدا نے اُن کو حکمت و دانائی عنایت فرمائی تھی۔ انہیں کا نام قایم و منتظر ہے۔ عبارتِ صواعق محرقہ سے صرف یہ ہی بات ثابت نہیں ہوئی کہ عمر پنج سالگی میں حضرت امام مہدی علیہ السلام حجتہ اللہ علم و حکمت سے آراستہ تھے۔ بلکہ ایسے جلیل القدر عالم کی تحقیقات سے جس کا رتبہ علمائے اہل سنت میں نہایت بلند ہے۔ وجود امام عصر بھی درجہ تحقیق کو پہنچ گیا۔ جس کے انکار میں حضرات اہل سنت کو شدت سے انکار ہے منکران وجود امام زمانہ آنکھ کھول کر اپنے مولانا کی تحقیقات پر نظر ڈالیں۔ جس وقت کہ جناب امام حسن علیہ السلام نے حضرت ابو بکر کو نا قابل اجلاس ممبر نبوی سمجھ کر نیچے اُترنے کی دہمکی دی تھی۔ اُس وقت وہ امام معصوم و مسموم حسب تصریح شیخ عبدالحق صاحب

محدث دہلوی متذکرہ بالا آٹھ نو سال کے تھے۔ ایسی باتمیز حالت میں
اس نوع کا کلمہ صادر ہونا لائق استبعاد نہیں۔ حقیر امام موصوف کے
ایسے وقت کا ایک واقعہ عرض کرتا ہے۔ جبکہ وہ بالکل آغوش نشین
بچے تھے۔ بخاری و مسلم شریف کی کتاب الزکوۃ میں بروایت ابوہریرہؓ
لکھا ہوا ہے۔ (اخذ الحسن بن علی تمرۃ من تمرات الصدقہ فجعلہا فی فیہ
فقال النبی کخ کخ لیطرحہا قال الا شعرت انا لا ناکل الصدقۃ) یعنی حضرت
امام حسن علیہ السلام نے ایک دانہ تمر جو کہ صدقات سے تھا اٹھا کر
منہ میں رکھ لیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تھو کو تھو کو یعنی منہ سے
گرا دو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ہم مال صدقہ نہیں کھاتے۔ حضرت کا
یہ کلام باعثِ نظام بطریق استفہام واقع ہوا ہے۔ یعنی یہ کہ اے
حسن کیا تم نہیں جانتے کہ صدقہ ہم پر حرام ہے۔ مراد یہ کہ اس
مسئلہ سے تم خوب واقفیت رکھتے ہو۔ اس سے واضح ہو گیا
کہ وہ بزرگ صغر سنی میں بہ تعلیم سرور کائنات ایسے جامع علوم
تھے کہ ہر قسم کے دقایق جتنے کہ حرمت و حلّتِ ماکولات سے کماہی
آگاہی رکھتے تھے۔ شاہ عبد الحق صاحب نے شرح مشکوۃ
کے باب الزکوۃ میں حدیث بالا کی جو شرح کی ہے۔ وہ بھی قابل
ملاحظہ ارباب نظر ہے۔ لکھتے ہیں (ظاہر ایں عبارت {یعنی حدیث}
مشعر بہ سابقہ علم امام حسن علیہ السلام است بایں حکم و بعید نیست۔
زیراکہ وے صغیر عاقل بود) صاحبان عقل غور فرمائیں کہ جو بزرگ صغر سنی

میں ایسے عاقل ہوں۔ کہ بقول عبد الحق صاحب ایسے مسائل سے آگاہی رکھتے ہوں اور اُن کے گھر میں قرآن بھی نازل ہوا ہو وحی آئی ہو جن کے گہوارہ کے فرشتوں نے دوڑے ہلائے محمد و علی فاطمہ صلوات اللہ علیہا کی صحبت اُٹھا کر تعلیم مسائل پائی ہو۔ اُن کو شاہ صاحب نے ایسا نادان و بے شعور سمجھ لیا۔ کہ جیسے اپنے پرائے بچوں کو۔ مجھ کو اس وقت ایک شاعر کے دو شعر یاد آ گئے۔ جنکو اُس نے اطفال اہلبیت کی توصیف میں لکھا ہے۔ اشعار:۔

لا تعجبو من علو ہمته — و سنہ فی اوان منشاہا

ان النجوم قصے لنا — اصغرہا فی العیون اعلاہا

(حاصل مطلب یہ ہے۔ کہ اطفال اہلبیت کو تعجب کی نگاہوں سے نہ دیکھو۔ اُن کی حالت ستاروں کی سی ہے۔ کہ دیکھنے میں چھوٹے اور در حقیقت بڑے) خاندان نبوت کے بچوں کو عامہ خلائق کے نادانوں پر قیاس کرنا اہل ایمان کا کام نہیں۔ دیکھو اُمرا و سلاطین کے خورد سال اکثر عقل و تمیز میں گنواروں اور دیگر اشخاص کی اولاد سے ممتاز ہوتے ہیں۔ لڑکپن میں اُن سے ایسی دانائی کے کلمات سرزد ہوتے ہیں۔ جنکو پُر دماغ آدمی دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتے ہیں۔ چونکہ شاہ صاحب نے اصرار کے ساتھ انکار جناب امام حسین علیہ السلام کو محمول بہ مقتضائے کم سنی فرمایا ہے۔ لہٰذا میں ایک دو شہادت پیش کرتا ہوں۔ جو کہ محمد خورد سالی کو زیب دامن بے داغ دکھا کر

نہ خاک کرنیوالی ہے۔ کنز العمال و تہذیب الکمال۔ صواعق محرقہ۔ ازالتہ الخفا میں لکھا ہے۔ کہ بعہد خلافتِ حضرتِ عمر جناب امام حسین علیہ السلام سے بھی وہ ہی گفتگو سرزد ہوئی جو کہ حضرتِ حسن سے بمقابلہ۔ ابوبکر ہوئی تھی۔ منجملہ چار کتابوں کے صواعق محرقہ و ازالتہ الخفاء دو کتب کی عبارت نقل کرتا ہوں۔

عبارت صواعق محرقہ

(وقع الحسین مثل ذالک مع عمر وہو علی المنبر فقال لہ ممبر ابیک واللہ لا ممبر ابی فقال علی واللہ ما امرت بذالک فقال عمر واللہ ما اتہمناک) خلاصۂ مطلب یہ ہے کہ جو معاملہ مابین امام حسن و صدیق واقع ہوا۔ وہ ہی حسین ابن علی و عمر فاروق کے باہم پیش آیا۔ بایں طور کہ عمر ممبر رسول پر رونق افزا تھے۔ اُن کو وہاں دیکھ کر حسین کہنے لگے۔ کہ یہ جگہ میرے باپ کی ہے۔ بہ جواب فاروق نے ارشاد کیا۔ کہ بے شبہ یہ جگہ آپ کے والد گرامی کی ہے۔ اس وقت حضرت امیر نے فرمایا۔ کہ واللہ حسین نے یہ گفتگو میرے اشارہ سے نہیں کی۔ عمر صاحب نے اس کلام کو تسلیم کر کے فرمایا کہ واللہ حسین کے اس کہنے پر میں بھی آپکو متہم نہیں کرتا۔

عبارت ازالتہ الخفاء

(عن الحسین بن علی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہما قال آتیت عمر ابن الخطاب

وہو علی المنبر فصعدت الیہ فقلت لہ انزل عن ممبر ابی واذہب الی ممبر ابیک فقال عمر لم یکن لابی ممبر واخذنی فاجلسنی معہ فجعلت اقلب حصا بیدی فلما نزل انطلق بی الی منزلہ فقال لی من علمک فقلت واللہ ما علمنی احد الی آخرہ) شاہ ولی اللہ صاحب نے یہ عبارت اُس جگہ لکھی ہے جہاں حضرت عمر کا اقربائی آنحضرت سے برعایت پیش آنا بیان کیا ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے۔ جناب امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ عمر ممبر پر تھے میں نے کہا۔ کہ یہاں سے اُتر آئیے۔ یہ جگہ آپ کی نہیں بلکہ میرے باپ کی ہے۔ یہ سُنکر عمر نے کہا کہ بے شبہ یہ مقام آپ کے باپ کا ہے پس ازاں مجھ کو ساتھ لیئے ہوئے عمر اپنے گھر چلے۔ راستہ میں پوچھا کہ صاحبزادہ آپ کو کس نے تعلیم دی تھی۔ جو سر ممبر مجھ سے ایسی بد اہت افزا بات کہی حسین نے جواب دیا۔ کہ میں نے کسی کے اشارہ سے نہیں کہی تھی۔ مقام غور ہے۔ کہ دونوں صاحبزادوں نے شیخین پر ایک ہی طرح پر اعتراض کیا۔ اگر بقول شاہ صاحب امام حسن علیہ السلام کے رد کو جو خلیفہ اول پر کیا گیا تھا مقتضائے سنیت پر حمل کیا جائے تو امام سوم کا بیان جس کو بعہد خلیفہ دوم ظاہر کیا کس معنے پر محمول کیا جائیگا کیونکہ حسب تصریح شاہ عبدالحق متذکرہ بالا رسول کی وفات کے زمانہ میں صاحبزادہ آٹھ سال کے تھے۔ اور یہ وقوعہ اُس وقت سے تین چار سال بعد کا ہے۔ بایں حساب عمر پر جو رد وانکار کیا گیا وہ بارہ سال کی عمر میں ہونا چاہیئے۔ تو کیا کوئی مسلمان اس کہنے کی

"جرأت کرسکتا ہے۔ کہ اُن اوقات کی حرکات طفلانہ تھیں۔ اور امام
حسین ایسے سادہ مزاج تھے۔ کہ عمر دوازدہ سالگی میں امام وقت کو نہ
پہچان سکتے تھے۔ حق یہ ہے۔ کہ دونوں شاہزادوں نے بلا تعلیم و
تلقین کسی شخص غیر کے اپنی ذاتی واقفیت سے ایسا کہا تھا۔ ابوبکرو
عمر کے روبرو حضرت امیر کا بحلف یہ کہنا کہ مَیں نے ان کو نہیں بتلایا
اور اُن دونوں بزرگوں کا یہ جواب دینا کہ اس بات میں ہم آپکو متہم
نہیں کرتے۔ اسی پر دلالت کرتا ہے کہ نور دیدہ گان نبوی نے
بلا فہمائش احدی ایسا کہا تھا۔ جناب امیر نے جو تقریر حسین کی نسبت
یہ فرمایا تھا کہ بلا میری تعلیم کے یہ ایسا کہہ رہے ہیں۔ اُس سے یہ
نہ سمجھنا چاہئے۔ کہ آپ کو حسنین کے بیان سے ندامت ہوئی۔
اور بہ مقام اعتذار ایسا فرمایا نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ شیخین اور اُن کے
ہوا خواہوں پر ظاہر کر دینا تھا۔ کہ آپ کی خلافت ایسی خلاف حق
اور بے بنیاد ہے۔ جسکو ہمارے بچے بھی بلا کسی کے سمجھائے
اور سکھائے ناواجب سمجھ کر معترض ہو رہے ہیں۔ ناظرین اس
جگہ ایک دوسرا امر قابلِ غور ہے۔ اور وہ یہ کہ جسقدر روایات
متعلق بہ خلفاء و حسنین ہیں۔ اُن سب میں بالاتفاق یہ عبارت ہے
کہ شیخین نے جناب امیر سے بحلف یہ بیان کیا۔ کہ حسنین کے
اعتراض پر ہم آپ کو متہم نہیں کیے تے۔ اور بلفظ واللہ باللہ اپنے
بیان کو مؤکد فرمایا۔ یہاں یہ بات دیکھنی نہایت ضروری ہے کہ

وہ حضرات واللہ کہنے میں صحیح القول بھی تھے۔ یا یہ کہ وہ ایسا ہی قول تھا جیسا کہ بہت قسم کمانیوالوں کا ہوا کرتا ہے۔ صاحب ازالۃ الخفاء کی عربی عبارت کا ماحصل جو مَیں نے بیان کیا ہے۔ اُس میں ایک یہ فقرہ ہے (حضرت عمر نے امام حسین سے راستہ میں جبکہ بعد ختم جلسۂ وعظ اُن کو ساتھ لئے گھر جاتے تھے پوچھا کہ صاحبزادہ صاحب آپ کو یہ مضمون کس نے تعلیم کیا تھا) یہ ایسا معاملہ ہے کہ جیسے بچوں کو بُھلا پُھسلا کر کہا کرتے ہیں۔ کہ ہم تمکو مٹھائی کھلائیں گے۔ گھوڑے پر چڑھا کر سیر کرائیں گے۔ وہ چیز دیں گے۔ فلاں بات بتلا دو۔ جبکہ حضرت امیر بحلف فرما چکے تھے کہ مَیں نے اِن کو نہیں بتلایا۔ اور عمر صاحب منہ بھر بھر کر قسم کھا چکے تھے کہ مجھ کو آپ سے بدگمانی نہیں ہے۔ تو اس چال بازی و فیلسوفی کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کہ آپ کو کس نے تعلیم دی۔ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت عمر نے جناب امیر کو سچا باور نہیں فرمایا۔ اور بجائے خود یقین کر لیا۔ کہ علی نے مجھ کو سر دربار ایک لڑکے سے ذلیل کرایا۔ اور پھر مکر گئے۔ خیر اگر علی کے بیان کو سچا نہ سمجھا تھا تو اپنے ہی ارشاد کو جسپر واللہ چسپان کیا تھا۔ صحیح تصور فرماتے۔ معلوم ہوا کہ نہ اُن کے نزدیک علی سچے تھے اور نہ خود اپنی ذاتِ بابرکات کو سچا خیال کرتے تھے۔ بروایت مسلم و بخاری جو حضرت عمر نے فرمایا تھا۔ کہ اے علی تم مجھ کو اور ابوبکر کو کاذب و عاذر جانتے ہو۔ شاید اسی وجہ سے ہو۔ حضرتِ رسولِ

جواب دیں۔ کہ منافقانہ حرکات ایسی ہی ہوتی ہیں جیساکہ حضرت
عمر سے واقع ہوئی۔ اس موقع پر جناب رسول یا اُن کے ہم خیال یہ
فرما سکتے ہیں۔ کہ حضرت عمر نے امام حسین سے جو پوچھا تھا۔ اُس
سے اُن کا یہ مطلب ہو کہ علی تو قسم کھاتے ہیں شاید کسی اور نے ندامۃً
ہمکو ذلیل کرایا ہو۔ اگر پتہ لگ جائے۔ تو اُس کی گوشمالی کی جائے۔
لیکن افسوس ہے کہ اُن کا خیالی گھوڑا اس میدان میں بھی گرم پوئیہ
نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سوائے خاندان رسالت وصحابہ کے مدینہ
کے یہود و نصاریٰ کو ایسی باتوں کے سکھانے سے کیا سروکار تھا
صحابہ چونکہ باعتقاد اہل سنت (کلہم عدول) مانے ہوئے ہیں۔ لہذا
اگر حضرت عمر کا ذہن شریف کسی صحابہ کی طرف منتقل ہوا۔ تو معلوم ہوتا
ہے۔ کہ اُس زمانہ میں جسکو بہ نظر خیر و برکت وراستبازی وغیرہ
خیر القرون کہا جاتا ہے۔ اور صحابہ کو عادل اعتقاد کیا ہے کچھ منتسبۃ الوضع
لوگ بھی موجود تھے۔ بہر حال سوائے اس کے اور کوئی بات پیدا
نہیں ہو سکتی۔ کہ حضرت عمر کے نزدیک جناب امیر کا حلفی اظہار
محض بے اعتبار تھا۔ اور خود اُن کا واللہ کہنا بازاری لوگوں کی
قسم چونکہ بروایات اہل سنت ان کا پیشہ دلالی تھا۔ اور دلالوں
کے قول و قسم جیسے ہوتے ہیں وہ ظاہر ہیں۔ بنا برآں سمجھا گیا
کہ ان کا حلف خود اُن کے نزدیک بھی ایسا تھا۔ جیساکہ بایع و
مشتری میں کسی سودی کی گرہ لگاتے ہوئے کیا کرتے ہیں

سوم قبل از چالیس سال کسی کو امر رسالت تفویض نہیں ہؤا

جناب شاہ صاحب کا یہ بھی عجیب فقرہ ہے۔ کہ قبل از اربعین کسی کو نبوت کا مرتبہ نہیں دیا گیا۔ ہمبریں بناء لازم آیا۔ کہ جو انبیاء بعد چالیس سال درجہ نبوت پر فائض ہوئے۔ اُن کے وہ افعال جو کہ قبل اذاں وقوع پذیر ہوئے۔ قابل تمسک و وثوق نہ سمجھے جائیں بلکہ لغو عبث متصور ہوں۔ دیکھو ہمارے حضرت باتفاق امت اشکار طور پر چالیس برس کی عمر میں مدعی نبوت ہُوئے ہیں۔ مگر اُن کی تمام حرکات و سکنات قبل از بعثت تدین و عدالت کے ساتھ معروف تھے۔ بلکہ قبل از ولادت آپ کا شمار برگزیدہ گان باری میں تھا۔ ملّا علی قاری عالم اہل سنت نے شرح فقہ اکبر میں مضمون بالا کی نسبت ایک طولانی عبارت لکھی ہے۔ اُس کے بعض فقرات لکھتا ہوں۔ (قال الامام الرازی الحق ان محمداً قبل الرسالۃ ماکان علی شرح نبی من الانبیاء و ہو مختار عند المحققین من الحنیفۃ الی آخرہ) امام فخرالدین رازی کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت قبل از نبوت انبیاء سابقین کی شریعت پر تھے۔ سوا ے ازیں جناب یحییٰ و عیسیٰ علیہم السلام کو صغر سنی میں عہدۂ جلیلہ نبوت عطا ہوا ہے۔ چنانچہ جناب یحییٰ علیہ السلام کے

لئے آیت مبارکہ (واتیناہ الحکم صبیا) قرآن میں موجود ہے۔ یعنی حکمت دی ہم نے یحیےٰ کو طفولیت میں۔ جناب عیسےٰ علیہ السّلام کے باب میں بھی صریح آیت درج قرآن ہے۔ (قالو کیف نکلم من کان فی المھد صبیا) خلاصہ آیت یہ ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام نے گہوارہ میں کلام کیا زمخشری نے تفسیر کشاف میں آیہ مذکورہ بالا کی یہ تفسیر کی ہے۔ (واختلفو فی نبوتہ فقیل اعطیھا فی طفولیتہ واکمل اللہ عقلہ) ۔ اسی طرح کتاب مواقف میں لکھا ہے (قال القاضی ان عیسے کان نبیًا فی صباہ) ۔ ہر دو عبارات محررہ صدر کا مطلب یہ ہے۔ کہ جناب عیسےٰ علیہ السّلام کو بچپن میں نبوت دی گئی۔ اور اُن کی عقل و دانش طفولیت میں حدّ کمال پر پہنچ گئی تھی۔ اِسی مضمون کو عمر بن عادل مفسر حنبلی مذہب نے تفسیر لباب میں بیان کیا ہے۔ یہ ہی کیفیت جناب یوسف علیہ السّلام کی ہے۔ ابن جہان نے (واوحینا الیہ) مندرجہ سورہ یوسف کی تفسیر میں یہ الفاظ لکھے ہیں۔ (قال الحسن اعطاہ اللہ النبوۃ وکان صغیرا کما اوحی الی یحیےٰ وعیسےٰ) یعنی جناب یوسف علیہ السّلام کو طفولیت میں اسی طرح نبوت عطا ہوئی۔ جیساکہ یحییٰ اور عیسیٰ علیہ السّلام کو۔ افسوس ہے۔ کہ شاہ صاحب نے بہ حمایت وطرفداری حضرت ابوبکر و عمر بحدے ایمانداری دکھلائی۔ کہ حسنین کی خامکاری ثابت کرنے کے لئے انبیاء موصوف الصدر کی نبوت کو جو کہ بحالتِ طفولیت حاصل ہوئی ہے۔ درجۂ اعتبار سے گرادیا۔

ناظرین باتمکین کو عن ممبر جدنا و عن ممبر ابی کی بحث میں شاہ صاحب کی تحریف و تراش و خراش دکھلا چکا ہوں۔ اب یہ مضمون ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ کہ حضور ممدوح کو سواے عبارتوں کی لوٹ پوٹ کے ضرب المثل باتوں کے بدلنے میں بھی کمال حاصل تھا۔ اصل فقرہ جو زبان زد عوام ہے وہ یہ ہے۔ (النبی بنی ولو کان صبی) شاہ صاحب نے اپنے مطلب کے ہمرنگ بنانے کی جہت سے اُس کو اس طرح پلٹا دیا۔ (الصبی صبی ولو کان النبی) تعجب ہے کہ شاہ صاحب نے یہ نہ سوچا۔ کہ عقل و دانش پیرانہ سالی پر موقوف نہیں۔ بلکہ اُس کا مادہ دوسرا ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے۔ بیت

کودکے کو چ عقل پیر بود ۔۔۔ نزد اہل خرد کبیر بود

اور یہ فقرہ کہ "بزرگی بہ عقل است نہ بسال" تو بازار کے لونڈوں کو بھی یاد ہے۔ اور شاہ صاحب نے بھی بزمانہ طفولیت گلستاں میں پڑھا ہو پس بوجوہاتِ بالا ثابت و متحقق ہو گیا۔ کہ انبیاء اندر عہد نالحد کامل العقل و بالغ العیار رہے ہیں۔ اور بعض کو بچپن میں نبوت کا درجہ ملا ہے۔ اور جنکو بعد بلوغ رسالت ہوئی۔ وہ اُس سے پہلے بھی صاحب ایمان و دانا و فرزانہ تھے۔ باین عنوان و تسلسل حسنین علیہم السلام نے بہ صحت عقل و ثبات نفس بلا اجبار و اکراہ و تعلیم احدی حضرت ابوبکر و عمر کو ناقابل نشست مہر نبوی سمجھ کر نیچے اُترنے کی دھمکی دی۔ اور اُس مقام رفیع الشان کو اپنے پدر بزرگوار کی جگہ بتلایا۔ جسکو خلفاء نے بلاچون و چرا مان لیا۔

چونکہ یہ تمامتر بحث (عن ممبر جدنا) وعن ممبر ابی پر مشتمل ہے۔ لہذا شاہ صاحب کی توجہ کو ایک دوسرے طریقہ سے باطل کرتا ہوں وہ یہ ہے۔ کہ اگر بقول صاحب تحفہ جناب حسنین نے یہ فرمایا تھا۔ کہ اے ابوبکر میرے نانا کے ممبر سے نیچے اُتر آؤ۔ تو اس کلام شاہزادگاں پر جناب امیر کا یہ فرمانا کہ بخدا میرے اشارہ سے انہوں نے ایسا نہیں کہا۔ اور خلفاؔ کا یہ ارشاد کہ ہم آپ کو متہم نہیں کرتے۔ بلکہ خلیفہ عمر صاحب کا جناب امام حسین کو بہلا پھسلا کر یہ پوچھنا کہ آپ کو کس نے تعلیم دی تھی کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ وہ ممبر جس پر بیٹھے ہوئے خلیفہ صاحب اجلاس کر رہے تھے۔ بلا اختلاف رسول مقبول کا تھا۔ پس اگر حسنین نے اُس کو اپنے نانا کی جگہ بتلایا تو خلفاء وحضرت امیر کو عذر ومعذرت کرنیکی کیا ضرورت داعی ہوئی تھی۔ صحیح یہ ہے کہ حسنین نے حسب تصریح بالا اُس مقام کو اپنے باپ کی جگہ بتلایا تھا۔ جس پر حضرت امیر نے ظاہر کر دیا۔ کہ یہ اپنے ذاتی علم سے بلا میرے یا کسی دوسرے کے تعلیم کی ممبر کو میرا مقام بتلاتے ہیں۔ افسوس ہے کہ شاہ صاحب نے تحریف لفظی کر کے ایسی وجہ ظاہر کی کہ جس کا اونٹ کے اعضا کی طرح کوئی پہلو درست نہیں معلوم ہوتا۔ اہل انصاف تمام واقعات پر نظر ڈال کر غور کریں۔ کہ ہم سادات حسینی اثنی عشری و دیگر تابعین ائمہ حضرت ابوبکر وعمر کو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسا کہ حسنین علیہ السلام نے اُن کو نا قابل نشست مقام پیغمبر سمجھا۔ ہم میں اور حضرت حسنین میں

در باب امتیاز مدارج خلفاء فقط اتنا فرق ہے کہ انہوں نے بمقتضائے حلم و اخلاق محض ممبر سے اُتر آنے کی دھمکی دی تھی۔ اور ہم چونکہ جوشیلے جوان ہیں۔ اگر اُس وقت موجود ہوتے تو نہ معلوم کیا کرتے۔ یہ صبر و تحمل خدا نے حسنین ہی کو دیا تھا۔ کہ اپنے باپ کی جگہ ایک اجنبی شخص کو بیٹھا ہوا دیکھ کر انتہا ہے مروت سے سوائے اِس کے کہ انزل عن ممبر جدّنا اور کچھ نہ کہہ سکے۔ لیکن خیر گذری کہ ہم میں سے کوئی اُس جلسہ میں موجود نہ تھا۔ ورنہ شوریدہ سری سے جو کر گذرتے اُس کو عقلاء خوب جانتے ہیں۔ شیخ رسوا اور سید موسوی نسب جنکے اشارہ سے رسالہ الحقیقت لکھا گیا ہے۔ خدا کو حاضر ناظر جان کر دین و ایمان و اِس و اولاد سے جواب دیں۔ کہ اپنے آبائی کرام کی تاسی و پیروی ہم سادات اثنی عشری کرتے ہیں۔ یا وہ سادات جو قول حسنین کو بچوں کا کھیل جان کر ابوبکر و عمر کو اپنے دادا کا مالک و مختار و بادشاہ جانتے ہیں۔ جس سیّد یا اُمتی نے ممبر رسول کو علی کا مقام سمجھا۔ وہ حسنین کا تابعدار ہے۔ اور جس سیّد یا اُمتی نے اِس کے خلاف جانا وہ حسنین سے مخالفت کر کے راہ صواب سے فرسخوں بلکہ منزلوں ہٹا ہوا ہے۔ پاکیزہ خیال میں درج ہوا ہے۔ کہ جیسے خلفاء کو ائمہ معصومین جانتے تھے۔ ویسے ہی سید بھی جاننے لگے۔ بحمد اللہ اس کا ثبوت ایسا مُسکت و لاجواب پیش کیا گیا ہے۔ کہ جس کا انکار افراد عالم سے کوئی نہیں کر سکتا۔ نیز پاکیزہ خیال میں یہ بھی ظاہر کیا گیا تھا۔ کہ جو حالت اولاد علی کے بمقابلہ

خلفاء تھی۔ وہ ہی کیفیت ذریت شیخین کی حضرت امیر سے تھی۔
حضرت رسوا نے دعوے کیا۔ کہ اولاد علی و خلفاء میں اتحاد تھا۔
حقیر جناب شیخین کی نسل موجودہ زمانہ کو چھوڑ کر خاص اُن شہزادوں
کی حالت بیان کرتا ہے۔ جو کہ اُن کے نطفہ پاک سے پیدا ہوئے
تھے۔ سو اُس کی صورت یہ ہے۔ کہ شیخ صدیقی و شیخ انصاری
وغیرہ بعد محمد بن ابی بکر و حضرت ابوایوب انصاری و حضرت سعد
عبادہ حضرت امیر کی جناب میں اسی طرح سرافگندہ رہے جیسے کہ
اُن کے اب وجد تھے۔ مگر حضرت فاروق اعظم کی اولاد اپنے والد
خوش کردار کے اتباع سے ایسے برسر شورش رہے کہ جس کا مافوق
ممکن نہیں۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر نے جناب امیر کی بیعت نہ کی۔
اور یزید کی اطاعت و مبایعت پر خود بھی سبقت کی۔ اور دیگر
اہل اسلام کو بھی رغبت دلائی۔ ہمیشہ امیر شام یعنی حضرت معاویہ
کے لشکر میں سپہ سالار تھے۔ چنانچہ رسوا صاحب نے رسالہ الحقیقت
کے صفحہ ۲۰۸ سطر ۱۳ پر لکھا ہے۔ کہ جب عبید اللہ ابن عمر لشکر امیر المومنین
پر جانب جناب معاویہ حملہ زن ہوئے۔ تو بدستور عرب رجز میں یہ شعر
پڑھا۔

انا عبید اللہ ینمی عمر — خیر قریش من مضی ومن غبر

وجاہت صدر سے مثل آفتاب روشن ہو گیا۔ کہ علی کی اولاد خلفاء کے
مقابلہ میں اور خلفاء کی اولاد علی کے سامنے سخت مخالفت رکھتی تھی۔

پاکیزہ خیال میں یہ فقرہ لکھا گیا ہے۔ کہ (اگر حضرت امیر و شیخین میں لطف و اتحاد تھا۔ تو اس کا اثر اولاد میں ضرور پایا جاتا ہے۔ سادات کا عموماً تشیع اور شیخ صاحبان کا عموماً تسنن بلا کسی دلیل کے مثبت عداوت مورثان ہر دو گروہ ہے) شکر خدا کہ اس کا ثبوت کتب اہل سنت و خاص تحریر رسوا سے ایسا دیا گیا کہ جس کا ابطال حضرت رسوا اور اُن کے ہم خیالوں سے تاقیامت ممکن نہیں۔ شیخ رسوا و سید موسوی نسب آنکھ کھول کر دیکھیں۔ کہ اگر حضرت عمر و شاہ ولایت میں دوستی تھی تو حضرت عمر کے بڑے بیٹے نے بیعت مرتضوی سے کیوں گریز و فرار کیا اور چھوٹے صاحبزادہ کس لئے تلوار ہاتھ میں لیکر حضرت امیر سے بر سر مقابلہ ہوئے۔ اگر اس کو پُرانی عداوت کا اثر نہ کہا جاتے تو کوئی دوسرا قرینہ ارشاد ہو۔ حضرات اہل سنت اگر زمین و آسمان ایک کر دینگے تو خاندان نبوت و خلفاء کا اتحاد رائی کے دانہ یا بیابان کے ذرہ کے برابر بھی ثابت نہ فرما سکیں گے یہ صورت تو دونوں بزرگوار و کی اولاد کی تھی۔ اب شیخین و حضرت امیر کا باہمی ربط و ضبط دیکھئے کس عنوان کا تھا۔ بروایت بخاری و مسلم شریف حضرت عمر نے جلسہ عام میں کہدیا۔ کہ یا علی مقدمۂ فدک کے خلاف مراد خود فیصل ہونے سے آپ نے مجھ کو اور ابوبکر کو کاذب و غادر و خائن و آثم یعنی جھوٹا دغاباز بے ایمان وغیرہ سمجھا۔ جو لوگ خلفاء و حضرت امیر کو ایک دوسرے کا دوست سمجھتے ہیں۔ نہ معلوم حضرت عمر کے ارشاد بالا کو کس معنے پہ محمول فرماتے ہیں

رسالہ سجادیہ لاسے بحث میں لکھا گیا ہے۔ جس کے جواب سے علمائے ہندوستان عاجز ہو چکے ہیں۔ ابو بکر جوہری فاضل اہل سنت نے کتاب سقیفہ میں لکھ دیا۔ کہ علی و فاطمہ ابو بکر و عمر کو بحق خود ظالم و جابر جانتے تھے۔ بخاری شریف و مسلم لطیف میں بہ اتحاد الفاظ و مطلب لکھا ہے۔ کہ جب تک فاطمہ زندہ رہیں کسی بنی ہاشم نے ابو بکر سے بیعت نہ کی۔ اور فاطمہ کو خلیفہ اول سے ایسا غصہ و ملال تھا کہ تاحیات حضرت صدیق و فاروق سے گفتگو نہ کی۔ اور جبکہ نہضت فرمائے دار القرار ہوئیں۔ حضرت امیر نے اُن کو دفن کیا۔ اور ابی بکر کو شرکت جنازہ کی اجازت نہ دی۔ اور سیدہ کی حیات میں مسلمان علی کی کچھ رو داری کرتے تھے۔ بعد اُن کی وفات کے وہ بھی چھوڑ دی۔ عبارت ہر دو کتب ہدیہ نظر کی جاتی ہیں۔ (فوجدت فاطمة علی ابو بکر فی ذلک فهجرته فلم تكلمه حتے ماتت وعاشت بعد النبی ستة اشهر فلما توفيت دفنها زوجها علی ليلا ولم يوذن بها ابا بكر وصلے عليها وكان لعلی من الناس وجه حيات فاطمة فلما توفيت استنكر علی وجوه الناس الی آخره) زمانہ کا دستور ہے کہ بنا پر شرکت جنازہ عام مومنین کو مطلع کیا جاتا ہے۔ اور نیز ہر مومن پر بجائے خود واجب ہے کہ نماز میت پڑھنے کے لئے کوشش کرے تعجب ہے کہ جناب امیر و دختر بشیر و نذیر کے دفن و کفن و مشایعت جنازہ و دیگر رسومات متعلقہ میت کی شراکت سے ابو بکر و عمر کو مطلع نہ کریں عبارت بخاری و مسلم محررۂ بالا میں جو یہ فقرہ وارد ہوا ہے (فلما توفيت

دفنہا زوجہا علی لیلاً ولم یوذن بہا ابا بکر) یعنی جبکہ سیدہ نے وفات پائی۔ تو اُن کے شوہر علی مرتضےٰ نے شب کو دفن کیا۔ اور ابوبکر کو جنازہ پر آنے کی اجازت نہ دی۔ (اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ فاطمہ توشیخین سے رضامند تھیں۔ مگر بیچ میں آڑ پردہ بنکر خود علی نے کسی نزاع ذاتی سے شیخین کو مطلع نہ کیا۔ ایسے خیال والوں کو آگاہ ہونا چاہیئے۔ کہ علی کا خلفاء کو اطلاع نہ دینا حسب وصیت سیدہ تھا۔ چنانچہ بعض علمائے اہل سنت نے لکھا ہے۔ (روز دیگر امیرالمومنین ابوبکر صدیق وعمر فاروق با علی معاتبہ مے کردند۔ کہ چوں مارا خبر نہ کردی تا بروے شرف نماز یافتمی۔ علی جواب داد کہ اجازتش نہ بود) شاہ صاحب نے بھی تحفہ میں تسلیم کیا ہے کہ سیدہ نے بمقتضائے حیا نسوانی بنظر پردہ داری ابوبکر کی عدم حاضری پر وصیت کی تھی۔ بفرض اگر سیدہ نے وصیت بھی نہ کی ہوتی۔ اور حضرت امیر نے از خود اطلاع وہی ابوبکر وعمر میں مضائقہ فرمایا ہوتا تب بھی شیخین کو دار وگیر شیعہ سے مضر نہیں۔ صاحبان عقل وشعور غور فرمائیں کہ اگر بہ طلب خلفاء حضرت امیر نے کوئی آدمی نہ بھیجا تھا۔ تو بخبر انتقال حسب دستور زمانہ برسم ماتم پرسی خلفاء خود تشریف لاتے اگر حضرت امیر عزاخانہ سے اُن کو اُٹھوا دیتے۔ تو لوگوں کو یہ چرچا کرنے کی گنجائش مل جاتی۔ کہ غریب شیخین خبر وفات پاکر فوراً دوڑنے بھاگتے گرتے پڑتے آتے تھے۔ لیکن علی نے بیچاروں کے پیری

نہ جھنے وئے۔ وفات سے دو کر روز تشریف لائے۔ اور بقولے اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے معاتبہ کرتے ہوئے کہ آپ نے ہمکو خبر نہ کی۔ خواہ مخواہ شرفِ نماز سے محروم رکھا۔ سب سے زیادہ تعجب دلانیوالی یہ بات ہے کہ دختر رسول قضا کرے اور خلیفہ رسول کو خبر نہ ہو۔ اونے آدمی کا مرنا چھوٹے چھوٹے دیہات میں علے العموم مشہور ہو جاتا ہے۔ اور بڑے شہروں میں خاص محلہ اور قریب کے دیگر محلات میں رونے کی آگ ہو جاتی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ بادشاہ کون و مکان کی بیٹی کا مرنا ایسا غیر مشہور ہوا کہ اُن لوگوں کو بھی اطلاع نہ ہوئی جن کے گھر زیر دیوار تھے۔ کتب اہل سنت میں وارد ہوا ہے۔ کہ آنحضرت نے کل یاد کو حکم دیا کہ کل لوگوں کے دروازہ مسجد کی جانب سے بند کر دئے جائیں۔ مگر ابوبکر کا پھاٹک کھلا رہے۔ بعض روایات میں لفظ خوخہ ابوبکر بھی آیا ہے۔ یعنی اُن کی کھڑکی کا روزن بند نہ کیا جائے۔ اس واقعہ کے بیان کرنے سے میرا یہ مطلب ہے۔ کہ حضرت ابوبکر و جناب امیر کا زنانہ مکان ایسا متصل تھا۔ کہ شاید دس قدم کا بھی باہم فاصلہ نہ ہو۔ بایں اتصال و قربتِ سکونت اپنی مرلی نعمی کی بیٹی کا مرنا اُن پر پوشیدہ رہا۔ جس گھر میں میت واقع ہوتی ہے۔ وہاں رونا پیٹنا بھی ہوتا ہے۔ اور جہاں چھوٹے بچے ہوتے ہیں۔ اُن کا بلبلاہٹ اور خصوص ماں کی وفات پر ہمسایہ لوگوں کو بیچین کر دیتا ہے حضرت امیر کے گھر میں دو لڑکے حسنین اور دو صاحبزادیاں جناب

اُم کلثوم و حضرتِ زینب چار بچے موجود تھے۔ جن کی عمریں اُس وقت آٹھ نو سال یا اُس سے کم درجہ پر تھیں۔ والدہ گرامی کے صدمہ جدائی سے اِن چار یتیموں کا بلکنا اور بنی ہاشم کا آہ وزاری کرنا ایسا قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ کہ حضرت ابوبکر کے گوش زد نہ ہوا ہو۔ میں جہاں تک خیال کرتا ہوں۔ یہ ہی نتیجہ نکالتا ہوں کہ حضرتِ صدیق کسی کے جنازہ پر قدم رنجہ فرمانا پسند نہ کرتے تھے۔ یہ حضرت سرورِ عالم کے لاشہ پر بھی رونق بخش نہ ہوئے تھے۔ جو شخص باپ کے جنازہ سے روکش رہا ہو وہ بیٹی کی میت پر کیونکر آسکتا ہے۔ دنیا میں وضعداری بھی کوئی چیز ہے پابند وضع ایسی ہے۔ لوگوں کو کہتے ہیں جبکہ حضرات شیخین تھے۔ مولوی خلیل احمد صاحب سرآمد متکلمین اہل سنت نے ہدایات الرشید میں لکھا ہے۔ کہ مہم خلافت کی انجام دہی دفن نبی پر مقدم تھے۔ اگر انتظامِ خلافت کو پیچھے ڈال کر دفن و کفن میں وقت صرف کرتے تو اسلام درہم برہم ہو جاتا۔ حقیر نے اس کا جواب رسالہ مسکت المخالف میں بطرز دلپسند دیا ہے مگر اس جگہ یہ سوچنا مناسب ہے کہ دفن نبی کے وقت تو خلفاء ایک امر عظیم یعنی سرانجام مہماتِ خلافت میں مصروف تھے۔ سیدہ کی وفات میں کس قانون کا مسودہ زیر نظر تھا۔ جو شدت تفکر و استغراق سے مصیبت زدوں کی آواز گریہ سے بھی کان آشنا نہ ہوئے۔ اصلیت اس معاملہ کی یہ ہے کہ خلفاء کو سیدہ و حضرت امیر سے بوجہ اپنی بے عنوانی کے خجالت تھی۔ ندامت زنجیر پا ہو گئی۔

maablib.org

دیکھو جن لوگوں نے فاطمہ سے فدک لیا علی کی گواہی کو بمقدمۂ ہبہ فدک نامسموع فرمایا۔ وراثت پدری سے محروم کیا۔ اُن کے دروازہ پر آگ اور لکڑیاں لیکر چڑھ گئے۔ اُن کی قدم فرط ندامت وخجالت سے شرکت جنازہ کے لئے کیونکر اُٹھ سکتے تھے۔ فاطمہ کو تو اصحاب نے یہانتک رنج دیا تھا۔ کہ اُن کے رونے پر بھی جو کہ باپ کی جدائی پر کیا جاتا تھا مانع آئے تھے۔ فاطمہ جو گھل گھل کر آپ نے باپ کی وفات سے پچہتر روز یا چھ مہینہ میں نہضت فرمائے دار القرار ہوگئیں۔ یہ سب نتیجہ حضرات شیخ صاحبان کی مہربانیوں کا تھا۔ پس ایسے لوگوں کی حیثیت کب اس بات کی مقتضی ہوسکتی تھی۔ کہ جنازہ پر اپنا سایہ ڈالتے مشہور ہے کہ بعد شہادت جناب امام حسین علیہ السّلام عمر ابن سعد نے شمر وخولی وسنان ابن انس سے کہا۔ کہ اہل بیت حسین کے لئے میت کا کھانا لیکر تم لوگ جاؤ۔ انہوں نے عذر کیا۔ کہ ہمیں نے آب رواں اُن پر بند کیا۔ اُن کے خیمہ پر تیر برسائے۔ بچوں کے گلے ناوکوں سے فگار کئے۔ عزیزوں کو قتل کیا۔ حسین کے سینہ پر زینب کے سامنے سوار ہوئے۔ اب ہم اُن کے سامنے میت کی حاضری کیونکر لیجا سکتے ہیں۔ یہ ہی کیفیت جناب شیخین کی تھی۔ بھلا کہیں دیکھا ہے کہ قاتل نے مقتول کے جنازہ کو کاندھا دیا ہو۔ حضرت ابو بکر وعمر کو اپنے افعال سے خجالت مانع حضوری جنازہ ہوئے۔ اور جناب امیر کی عدم اطلاع دہی بر بنا وصیت سیّدہ تھی۔ واقعی حضرت

عمر و ابو بکر نے سیدہ کے ساتھ وہ برتاؤ کیا۔ جسکو کوئی شخص بحیثیت اسلام نہ کرتا چنانچہ مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے رویاء صادقہ میں لکھا ہے۔ کہ میرا اسلام مجھ کو کبھی اسبات کی اجازت نہ دیتا کہ دختر نبی کے مقدمہ کو ڈسمس کر دوں۔ واقعی ہر دو بزرگوں کا یہ فعل ایماندار اہل اسلام نے نہایت ہلکی نگاہ سے دیکھا ہے۔ شیخین نے جو خلاف اخلاق و انصاف جناب فاطمہ کے مقدمہ میں فیصلہ صادر فرمایا وہ اُن کو کسی طرح زیبا نہ تھا۔ ملاحظہ ہو کہ اگر کسی بادشاہ کا غلام یا کوئی وزیر و مشیر زمانہ کی کجروی سے بادشاہ کے تخت کا مالک ہو جائے اور اس بادشاہ کا بیٹا یا بیٹی مجبوراً کسی ایسی ضبطی کی واگذاشت کا استغاثہ اُس بادشاہ سے کرے۔ جس کا چھوڑ دینا اُس کے اختیار میں ہو نیز اپنے دعوے کے ثبوت میں دستاویز بھی شامل مثل کرے اور ایسے لوگوں کی شہادتیں پیش کرائے جن سے زیادہ صادق القول اُس زمانہ میں کوئی آدمی نہ ہو۔ اور پھر بایں ہمہ ناکام رہے۔ تو اُس کو کیسا صدمہ پہنچے گا۔ یہ ہی معاملہ سیدہ ابو بکر کا ہے۔ بعد ضبطی فدک جناب معصومیہ نے دوبارہ اپنے مداخلت بیجا کا دعوے حضرت ابو بکر کے اجلاس میں۔ بایں عنوان دائر کیا۔ کہ میرے باپ نے فدک مجھ کو ہبہ کیا تھا۔ ثبوت ہبہ میں ایک دستاویز و علی و اُم ایمن و حسنین کی شہادت پیش کرائی۔ مگر خلیفہ صاحب نے انجام کار سب گواہوں کی گواہی رد کر کے مقدمہ کو قطعی ڈسمس فرما دیا۔ چونکہ سیدہ کا بڑے ہبہ

دعوے کرنا اور جناب امیر و حسنین علیہم السلام وغیرہ کا اُس پر ادائے
شہادت کرنا حقیقتاً اقتدار خلافت کی کمزور بنیاد کا اُکھاڑنیوالا
تھا۔ لہذا شاہ صاحب سے سوائے اس کے کہ تحفہ میں معاملہ ہبہ و وقوع
شہادت سے انکار کریں اور کچھ نہ بن پڑا۔ چنانچہ بجواب مطاعن
ابوبکر لکھدیا کہ مقدمہ ہبہ مفتریات شیعہ سے ہے نہ اس بناء پر کوئی دعوے
ہوا اور نہ کسی کی گواہی گذری۔ ہندوستانی اہل سنت شاہ صاحب
کو بہت سچا اور ایماندار عالم سمجھ کر اس بات کا یقین کئے ہوئے ہیں
کہ جو کچھ وہ لکھ گئے ہیں۔ بالکل لوح محفوظ کی نقل ہے۔ لہذا بنظر آگاہی
عامۃ الناس و حضرت رسوا عرض کیا جاتا ہے۔ کہ مقدمہ ہبہ کا ذکر (۲۵)
کتابوں میں ہے۔ احتیاطاً اُن کے نام بھی لکھے دیتا ہوں۔ مغنی قاضی القضاۃ[1]
ملل و نحل[2]۔ کتاب المواقف[3]۔ معجم البلدان یاقوت حموی[4]۔ محلی ابن حزم[5]۔
نہایۃ العقول[6]۔ تفسیر کبیر[7]۔ ریاض النضرۃ[8]۔ کتاب الاتفاق[9]۔ فصل الخطاب[10]
مواقف[11]۔ شرح مواقف[12]۔ جواہر العقدین[13]۔ وفاء الوفا[14]۔ خلاصۃ الوفا[15]۔
حاشیہ صلاح الدین رومی[16] بر شرح فارسی نسفی۔ صواعق محرقہ[17]۔ براہین قاطعہ[18]۔
مقصد اقصے[19]۔ معارج النبوۃ[20]۔ حبیب السیر[21]۔ صواقع نصر اللہ کابلی[22]۔
روضۃ الصفا[23]۔ ابوبکر جوہری[24] بکتاب سقیفہ۔
گر تمام کتب کی عبارت اس جگہ نقل کی جائے۔ تو بڑی طوالت ہوگی۔
جسکو شوق معائنہ یا تحریر حقیر پر شبہ واقع ہو۔ وہ تشئید المطاعن
کو جو کہ تحفہ کے باب دہم کا جواب طبع شدہ سے دیکھ لیوے۔ ہر کتاب کی

عبارت معہ توثیق صاحب کتاب وقف نظر ہو گی۔ تخفیف اس جگہ اپنے بیان کی تائید میں صرف دو کتابوں کی عبارت نقل کرتا ہے۔ ایک کتاب صواقع خواجہ نصر اللہ کابلی جس کا ترجمہ کرکے شاہ صاحب نے تحفہ کے اکثر مقامات لکھے ہیں یہ کتاب ہندوستانی سنیوں کی نظر میں نہایت باوقعت ہے۔ اور بوجہ تصنیف جدید کے یہ بھی عذر نہیں ہو سکتا کہ شیعہ نے چالاکی سے حسب منشاء خود عبارت بڑھا دی ہے۔ دوسری مقصد اقصیٰ۔ یہ زبان فارسی ہے۔

عبارتِ صواقع

خواجہ نصر اللہ کابلی اُستاد مولوی شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی حضرت ابوبکر کے ساتویں طعن کا جواب بایں عبارت دیتے ہیں۔ (انہ منع فاطمۃ فدک وقد ادعت انہ وہبہا ایاہا فلم یصدقہا مع عصمتہا فجاوت بعلی وام ایمن فرد شہادتہا فغضبت عند ذلک وقد قال صلے اللہ علیہ وسلم فاطمۃ بضعۃ منی من اغضبہا اغضبنی وہو باطل لان الموہوب لایصیر ملکاً للموہوب لہ الا بعد بعرف وکان فی یدہ یتصرف فیہ کما یشا۔ الی ان قضی نحبہ ولم یرد شہادتہا بل طلب امراءۃ اخری لیتم نصاب الشہادۃ فلو حکم المخالف النجر) خلاصہ کلام خواجہ صاحب یہ ہے۔ کہ شیعہ کہتے ہیں۔ فاطمہ نے دعوے ہبہ کیا اور علی اُم ایمن کو گواہی میں لائیں۔ ابوبکر نے اُن کی شہادت کو رد کیا۔ جس پر

وہ غصہ ہو گئیں۔ اور اُن کا غصہ عین آزردگی رسول ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ ابو بکر نے شہادت پیش کردہ فاطمہ کو رد نہیں کیا۔ بلکہ یہ حکم دیا۔ کہ ایک دوسری عورت کو بھی حاضر کرو۔ تاکہ ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے نصابِ شہادت پورا ہو جائے۔ اندریں صورت ابو بکر کا یہ حکم مخالف قرآن نہ تھا۔ مجھ کو اس جگہ یہ بحث کرنا منظور نہیں ہے کہ فدک جناب فاطمہ کے زیر قبضہ تھا۔ اور اُس پر گواہی حسب شریعت واقع ہوئی۔ اور علی المرتضیٰ کا تنہا بیان کہاں تک قابل تسلیم تھا۔ اس بحث میں شیعہ نے دفتر بھر دئیے ہیں۔ یہ کم مایہ و ہیچمدان بھی رسالہ تقریر دلپذیر میں بہ طرز جدید اس مضمون کو بیان کر چکا ہے۔ مگر اس جگہ صرف اتنی بات ناظرین کو دکھائی منظور ہے۔ کہ سیدہ نے مقدمہ ہبہ دائر کیا تھا۔ حضرت علی و اُمّ ایمن وغیرہ نے اس پر گواہی دی تھی۔ بحمداللہ خواجہ صاحب کے بیان سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ بضرور مقدمہ بھی برپا ہوا اور گواہی بھی گذری۔ اب دانشمند انصاف فرمالیں۔ کہ شاہ صاحب باوصف مترجم ہونے صواعق کے انکار ہبہ و وقوع شہادت سے کہاں تک سچے سمجھے جا سکتے ہیں۔ اور شیعہ کو جو انہوں نے ایک بُرے لفظ یعنی مفتری سے یاد فرما کر ناظرین تحفہ کو دھوکہ دیا ہے۔ اس کی پاداش میں وہ شیعہ اور ملاحظہ کنندگان تحفہ کی زبان سے کس خطاب پانے کے مستحق ہیں۔

عبارت مقصد اقصیٰ

(بعض گویند۔ کہ حضرت رسالت بسوئے فدک حضرت امیرالمومنین علی را فرستاد۔ و مصالحہ بردستِ امیرالمومنین واقع شد۔ برآں ہیچ کہ امیر قصد او شان نکند و حوایط خواص ازاں حضرت باشد۔ پس جبرئیل فرود آمد۔ وگفت حق تعالےٰ مے فرمائد۔ کہ حق خویشاں بدہ رسول اللہ فرمود۔ کہ خویشان من کیستند۔ وحق خویشاں چیست۔ جبرئیل گفت۔ فاطمہ است۔ حوایط فدک را بدو بدہ۔ وآنچہ ازاں خدا و رسول است در فدک ہم بدو بدہ۔ پیغمبر علیہ السلام فاطمہ را بخواند و برائے وی حجتی نوشت۔ وآں وثیقہ بود۔ کہ بعد وفات رسول اللہ علیہ السلام پیش ابوبکر آورد وگفت ایں کتاب رسول خدا است کہ برائے من وحسن وحسین نوشتہ) حضرت ابوبکر کی ایمانداری و نرم مزاجی و سادگی طبیعت ہمکو یقین دلاتی ہے۔ کہ انہوں نے اپنے نبی کے لکھائے ہوئے کاغذ کا ضرور اقتدار کیا ہوگا۔ شکر خدا کہ ہمارا وہ یقین عین الیقین کے درجہ پر پہنچ گیا۔ سیّدہ کے پیش کئے ہوئے وثیقہ کی انہوں نے یہ عزت کی۔ کہ باتباع شد و آمد اپنے اجلاس سے بھی تجدید سند کر کے فدک کو واگذاشت کر دیا۔ چنانچہ سبط ابن جوزی نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے۔ کہ حضرت ابوبکر نے اپنی دستخطی سند بھی سیّدہ کو عنایت فرمادی تھی۔ حقیر نہایت افسوس سے لکھتا ہے۔ کہ جناب

ابوبکر محض نام کے خلیفہ تھے۔ اُن کے وہی احکام و پروانہ جات
قابلیت نفاذ رکھتے تھے۔ جنہیں حضرت عمر مختار عام ریاست کی رضامندی
ہوتی تھی۔ سیدہ کے معاملہ میں دیوان جی صاحب کی مدبرانہ رائے
واگذاری پر مقتضی نہ ہوئی۔ انہوں نے وہ دستاویز لیکر جھر جھر پھاڑ
ڈالی۔ عبارت تاریخ ابن جوزی متعلق بہ شق مسند نقل کی جاتی ہے۔
(قال علی ابن الحسین جاءت فاطمۃ بنت رسول اللہ الی ابابکر وہو علی
المنبر فقالت یا ابوبکر فی کتاب اللہ ان ترثک ابنتک ولا ارث ابی فاستعبر
ابوبکر باکیا ثم قال بابای ابوک وبابای انت ثم نزل فکتب لہا بفدک
ودخل علیہ عمر فقال ما ہذا فقال کتاب کتبتہ لفاطمۃ میراثہا من ابیہا قال فما
ذا تنفق علی المسلمین وقد حاربتک العرب کما تری ثم اخذ العمر کتاب فشقہ)
خلاصۂ کلام سبط ابن جوزی بروایت جناب امام زین العابدین علیہ السلام
یہ ہے کہ ابوبکر ممبر رسول پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ فاطمہ نے اُن سے آن کر
کہا۔ کہ اے ابوبکر تو اپنے باپ کا وارث ہو اور میں نہ ہوں یہ
سنکر وہ ایسے عبرت پذیر ہوئے۔ کہ رونے لگے۔ اور ممبر سے اُتر کر
درباب فدک ایک وثیقہ لکھ دیا۔ اتنے میں عمر آ گئے۔ پوچھا کہ یہ کاغذ
کیسا ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ فاطمہ کو اوس کے باپ کا ورثہ
لکھ دیا ہے۔ حضرت عمر فرمانے لگے۔ کہ اگر آپ کی یہی داد و دہش
ہے۔ تو فوجی مسلمانوں کو کیا دو گے۔ دیکھتے نہیں ہو۔ عربوں سے
لڑائی ہو رہی ہے۔ جنگ عظیم و خرچ کثیر کا سامنا ہے۔ یہ وہ اندیشیاں

بتلاکر سیّدہ سے وثیقہ لے کر چاک کر ڈالا۔ منصف لوگ جواب
دیں۔ کہ بادشاہ کی جگہ غلام بیٹھ کر اگر اُس بادشاہ کی اولاد کو ایسا
رنج پہنچائے۔ کہ اُن کی مایہ حیات جائداد چھین لیوے۔ اور پھر اُن کی
پیش کردہ شہادت کو ناکافی سمجھ کر رد کر ڈالے۔ اپنی دستخطی
سند کو ایک اجنبی شخص کے ہاتھ سے ٹکرہ ٹکرہ ہوتا ہوا دیکھ کر
اُف نہ کرے۔ اور حکم ضبطی کی منسوخی میں قلم نہ اُٹھائے۔ اُس سے
ناراض ہو کر اگر شاہزادہ وصیت کر دے کہ یہ غلام خود کام میرے
جنازہ پر نہ آئے۔ تو کیا استبعاد لازم آتا ہے۔ ابو بکر رسالت مآب کے
غلام تھے۔ اُن کی فدویانہ وفاداری سے بعید تھا۔ کہ اپنی آقازادی کے
ساتھ ایسی سفاکی و بیمروتی سے پیش آتے۔ جس کا ذکر کیا گیا مسلمانوں
کو ایسے لوگوں کی حمایت و جانبداری کسی طرح زیبا نہیں جنہیں مادۂ
حیاء و وفا نہ تھا۔ حضرت ابو بکر نے سیّدہ کو محض ضبطی جائداد ہی کا
صدمہ نہ دیا تھا۔ بلکہ ایک سخت تر ایسا وحشیانہ برتاؤ اُن کے ساتھ
کیا گیا تھا۔ کہ جسکو کوئی مسلم کافر کے ساتھ بھی نہیں کرتا۔ وہ یہ کہ فاطمہ
کے گھر پر ایسی حالت میں جبکہ وہ بوریائے ماتم پر بیٹھی ہوئیں بہ ندائے
ہائے ہائے اپنے باپ کو رو رہی تھیں۔ آگ اور لکڑیاں لے کر
چڑھ گئے۔ بہت چیخے چلائے۔ کہ اس گھر کو پھونک دو۔ سیّدہ
نے کہا۔ کہ اے فاروق اعظم و ہم نشین رسول اکرم اِس گھر میں سوائے
ہمارے امانت رسول حسنین بھی موجود ہیں کیا آپ اُن کو بھی جلا

دیں گے۔ مصاحب آنحضرت نے نہایت بے باکی و شگفتہ خاطری سے
باواز بلند و خوفناک فرمایا۔ کہ واللہ مع حسنین کے اس گھر کو پھونک
دونگا۔ شاہ صاحب چونکہ بپاسداری خلفاء ایسے واقعات کے انکار
کرنے میں باو سیاہ ہیں۔ لہذا اس قضیہ نامرضیہ و ہوشربا و حیرت
افزا کو بھی افترائے شیعہ قرار دیکر اہل سنت کو حضرت عمر و ابوبکر سے
بدظن نہ ہونے دیا۔ چونکہ مابین سنی و شیعہ یہ ایک اہم نزاع ہے۔
لہذا صرف یہ بات صحت طلب ہے۔ کہ حضرت عمر بہ حکم جناب ابوبکر اپنے
خداوند نعمت کی بیٹی کے گھر پر بہ قصد آتش زنی گرم قدم ہوئے تھے۔
یا نہ۔ سو اس کی صورت یہ ہے۔ کہ (۱۶) کتب معتبر اہل جماعت میں یہ
واقعہ تمامتر درج ہے۔ بنظر واقفیت حضرت رسوا و سید موسوی
نسب سب کتابوں کے نام لکھے دیتا ہوں۔ اور دو ایک کی عبارت بھی
نقل کرتا ہوں۔ تاکہ بوقت مطابقت حقیر کے کلام پر صحت کا یقین پیدا ہو

اُن کتابوں کے نام جن میں سیدہ کے دروازہ پر حضرت عمر کا آگ لیجانا لکھا ہے

تاریخ طبری[۱] ۔ تاریخ واقدی[۲] ۔ عثمان ابن ابی شیبہ[۳] ۔ ابن عبد ربہ[۴]
بہ کتاب العقد ۔ ابن خزانہ بہ کتاب غرر[۵] ۔ انفاس الجواہر[۶] ۔ تاریخ بلاذری[۷]
ابن عبد اللہ صاحب استیعاب[۸] ۔ ابوبکر جوہری بہ کتاب سقیفہ[۹] ۔ کتاب المختصر[۱۰]

کتاب[11] الاکتفاء - جمع الجوامع[12] سیوطی - کنز العمال[13] - ازالۃ الخفا[14] - قرۃ العین[15]
شاہ ولی اللہ - عبداللہ ابن ابی شیبہ[16] - تاریخ طبری میں بحوالہ واقدی
لکھا ہے - (ان عمر[17] جاء الی علی فی عصابۃ فیھم سید بن الحصین و سلمہ بن
اسلم فقال اخرجوا الدار اتحرقنہا علیکم) پھر اسی تاریخ میں بمقام دیگر بحوالہ
زید عزر لکھا ہے - (قال زید بن اسلم کنت ممن حمل الحطب مع عمر
الی باب فاطمہ حین امتنع علی و اصحابہ من البیعۃ ان یبایعو فقال عمر لفاطمۃ
اخرجی من البیت و الا حرقتہ و من فیہا قال و فی البیت علی و فاطمہ و
الحسن و الحسین و جماعت عن اصحاب النبی فالت فاطمہ تحرق علی ولدی
قال ای و اللہ او لیخرجن و لیبایعن) -
خلاصہ ہر دو عبارت یہ ہے - جبکہ علی اور اُن کے یاران جلسہ نے
بیعت ابوبکر سے انکار کیا - تو عمر مع آگ اور لکڑیوں کے نہایت تیزی و
گرمی سے در وانہ سیدہ پر تشریف لائے - اور فرمایا کہ اے بنت رسول
ان متخلفین بیعت کو اپنے گھر سے نکال دو ورنہ آپ کے جھونپڑی کو
پھونک دونگا - انہوں نے فرمایا - کیا میرے بچوں کو بھی جلاؤ گے
جواب دیا - کہ واللہ جلا کر خاک سیاہ بنا دونگا - شاید کسی صاحب کو یہ
خیال پیدا ہو - کہ طبری و واقدی میں چونکہ پرانی کتابیں ہیں شیعہ نے
مضمون خانہ سوزی لکھ دیا ہوگا - ورنہ خدا نخواستہ حضرت عمر
کہیں ایسے کچے مسلمان تھوڑے ہی تھے - جو سوز باطنی اور شعلہ
اندرونی کو نبی ہی کے گھر پہ نکالتے - وہ تو قولاً اشداء علی الکفار تھے

مگر بوجہ نرم مزاجی اُس قولی امر کو فعلی کر کے کبھی نہیں دکھلایا مرنے مر گئے۔
مگر آپ نے ہاتھ سے کسی کافر کو نہیں مارا۔ فاطمہ تو مومنہ تھیں۔ اُن
کے خانہ کرامت نشانہ پر ایسا گستاخانہ امر جو کہ قطعاً مستاصل کنندۂ
بنیاد اسلام ہے کیونکر کر سکتے تھے۔ اُن حضرات کی تسکین خاطر
کے لئے شاہ ولی اللہ پدر صاحب تحفہ کا بیان، ازالۃ الخفاء سے
پیش کرتا ہوں۔ (عن زید اسلم عن ابیہ انہ حین بویع لابی بکر
بعد رسول اللہ کان علی و زبیر یدخلان علی فاطمہ بنت رسول اللہ فیشا
رونہا و یرتجعون فی امرہم فلما بلغ ذلک عمر ابن الخطاب خرج حتے دخل علی
فاطمۃ فقال یا بنتِ رسول اللہ ما من الخلق احد احب الینا من ابیک
وما من احد احب الینا بعد ابیک منک و ایم اللہ ما ذاک بمانعی ان
اجتمع ہولاء النفر عندک ان امرہم ان یحرق علیہم البیت الی آخرہ)۔
حاصل عبادت یہ ہے۔ کہ علی و زبیر بیعتِ ابوبکر سے تخلف کر کے
در باب برہمی حکومت سیدہ کے گھر میں مشورہ زن رہتے
تھے۔ ابوبکر نے خبر پاکر معہ آگ اور لکڑیوں کے بھیجا۔ اُنھوں نے
قسم کھا کر فرمایا۔ کہ اے دختر رسول میرے نزدیک تمام خلائق
سے زیادہ آپ کے پدر بزرگوار محبوب تھے۔ اور اُن کے بعد مجھ کو
خصوصیت جناب سے ہے۔ وہ کسی سے نہیں۔ مگر یہ نیاز مندی
اس کی مانع نہ ہوگی۔ کہ میں ان متخلفین بیعت کی سزا نہی سے
باز رہوں۔ ان کو منع کر دیجئے۔ کہ یہاں بیٹھ کر مشاورت نہ کیا کریں۔

ورنہ خدا کی قسم اس گھر کو جلادونگا۔ ناظرین آپنے شاہ ولی اللہ کے
مضمون کو دیکھا۔ اہل سنت کے نزدیک علی وزبیر عشرہ مبشرہ میں داخل
ہیں۔ جنپر نار دوزخ حرام ہے۔ افسوس ہے۔ کہ بعد نبی ان کی یہ
عزت ہوئی۔ کہ باجتہاد حضرت عمر قابل سوختنی قرار دئے گئے ثقلین
میں قرآن واہل بیت مندرج ہیں۔ ایک کے جلانے کا حضرت عمر
نے ارادہ کیا۔ اور دوسرے کو حضرت عثمان نے پھونک ہی دیا۔
واہ کیا تعظیم ثقلین کی اصل ایماندارانہ ہی اسی کا نام ہے۔ جس کا
وقوع ثلاثہ سے ہوا۔ مصرع

جو کام ہوا ان سے وہ رستم سے نہ ہوگا

ایک صحبت میں مابین سنی وشیعہ یہ تنازعہ ہو رہا تھا۔ کہ علی وعمر میں
بہادر کون تھا۔ سنی صاحب اپنے پیشوا کو بتلاتے تھے اور شیعہ
صاحب تمام مسلمانوں کے مقتدا کو۔ اسی اثنا میں ایک سید صاحب
جو کہ زیور علم وعمل سے آراستہ تھے آن بیٹھے۔ دونوں کی تقریر
سن کر منصفانہ رائے دینے لگے۔ صحیح یہ ہے کہ جو امر عظیم حضرت
عمر کو پیش آئے۔ تا قیامت بشر نہیں کہ ان کو انجام دے سکے۔ پس میں
بلا تکلف کہتا ہوں۔ کہ وہ بڑے بہادر اور نامی جرنیل تھے۔ سنی
صاحب خوش ہو کر فرمانے لگے۔ کہ ہاں جناب میر صاحب ذرہ اس
اجمال کی تفصیل تو فرما دیجئے۔ فرمانے لگے۔ کہ علی نے بذات خود نہ کسی کو
مارا۔ اور نہ کوئی جنگ فتح کی۔ جب کسی لڑائی پر جاتے تھے مقربان ملا

علی کو ساتھ ہوتے تھے۔ نبی دعاء فتح و نصرت ما تو پر دم کرتے تھے اور عمامہ شریف دست ہائے مبارک میں اٹھا کر بصد التجا و زاری خدا سے ملتجی ہوتے تھے۔ کہ میرے ابن عم کو غلبہ دے۔ فاطمہ سجادہ بچھا کر مصروف استغاثہ ہوتی تھیں حسنین ننھے ننھے ہاتھ اٹھا کر صرف بکا ہوتے تھے۔ اس پر طرہ یہ کہ خدا کو بھی یہ ہی منظور تھا۔ کہ اپنے اس عبد خاص کو میدان سے کامیاب واپس کر دوں۔ اتنی قوتوں کے مجموعہ سے علی نے کبھی جنگ بدر میں غلبہ پایا۔ اور گاہے خیبر و حنین میں حضرت عمر کو دیکھیے فرشتہ نفر بن کر رہے تھے۔ رسول خدا شدت کرب و ہیجنے سے قبر میں کروٹیں لیتے تھے۔ فاطمہ چلا رہی تھی۔ حسنین بہ مقتضائے طفولیت دہل رہے تھے۔ نبی کی چھوٹی چھوٹی نواسیاں زینب و کلثوم مثل وشت بلا ڈھوڑے پر شور و غوغا سن کر سراسیمہ تھیں۔ خدا میزان عدل دست قدرت میں لیئے ہوئے صبر و ظلم کی جانچ کر رہا تھا۔ اتنے تو موانع تھے۔ مگر فاطمہ کے دروازہ پر ایسی آتش بازی کی۔ کہ بالاخر اُن کے مقلدوں نے کربلا میں پھونک ہی دیا۔ اسی طرح ایک روز در باب مدارج و مراتب سیدہ و جناب عائشہ دربار عالمگیر میں گفتگو ہو رہی تھی۔ بعض کہتے تھے۔ کہ اُمّ المومنین افضل ہیں۔ اکثر کی رائے تھی۔ کہ جناب فاطمہ بہتر و برتر ہیں۔ نعمت خاں عالی نے کہا۔ کہ حضرت عائشہ کی فضیلت پر قرآن میں ایک محکم آیت موجود ہے جس پر کوئی تاویل نہیں

ہوسکتی۔ عالم گیر نے یہ دل لگتی ہوئی بات سنکر فرمایا۔ کہ وہ کون آیت ہے۔ جواب دیا۔ کہ فضل اللہ المجاہدین علے القاعدین۔ یعنی فضیلت دی خدا نے جہاد کرنے والوں کو گوشہ نشین لوگوں پر۔ فاطمہ نے گھر کے دروازہ سے باہر کبھی قدم نہیں نکالا۔ اور بی بی صاحبہ ولیس بد لیس لشکر جرار لئے ہوئے لڑتی بھڑتی پھریں۔ پس وہی افضل تھیں۔ الغرض سیّدہ بیکسہ کے گھر جلانے کا معاملہ حضرات اہل سنت کے لئے ایسا ندامت دہ ہے۔ کہ ہزار ہزار طرح کی باتیں بناتے ہیں۔ مگر کوئی نہیں بن پڑتی۔ شاہ صاحب نے اس واقعہ سے انکار بھی کیا۔ افتراء شیعہ بھی بتلایا۔ مگر انجام کار دبی ہوئی زبان سے اقرار کرنا پڑا۔ چنانچہ تحفہ میں حضرت عمر کے دوسرے طعن کا یہ جواب دیا ہے۔ کہ فاطمہ کا گھر جلایا نہیں گیا۔ بلکہ آگ لگانے کی دھمکی دی گئی تھی۔ (وجہش آنکہ ایں تخویف و تہدید کسانی را بود کہ خانہ سیّدہ را ملجاء و پناہ ہر صاحب خیانت و دانستہ حکم حرم مکہ معظمہ داوہ در آنجا جمع شدند و فتنہ و فساد منظور مے داشتند و برہم زدن خلافت خلیفہ اول بہ کنگاشہائے قصد مے کردند و حضرت زہرا ہم ازیں امد وشد آنہا ناخوش بود لہٰذا عمر انجاعہ را تہدید نمود کہ خانہ را برشما خواہم سوخت) حق طلب اس جگہ غور فرمائیں۔ کہ سیّدہ کے گھر میں وہ کون فساد پیشہ لوگ تھے۔ جو مجتمع ہو کر خلیفۂ حق کی معزولی میں مفسدہ آمیز تدبیریں کیا کرتے تھے۔ جن علماء اہل سنت نے اس واقعہ کو لکھا ہے۔ وہاں یہ بھی بتلا دیا ہے کہ علی و زبیر و طلحہ و نیز

ہاشم سیدہ کے گھر میں بیٹھ کر اس معاملہ کے متعلق گفتگو کیا کرتے تھے۔ یہ ہی لوگ عشرہ مبشرہ لکھے جاتے ہیں۔ تعجب ہے۔ کہ بجرم خلافت ابوبکر یہ حضرات ارباب فتنہ وفساد میں شمار کئے گئے۔ کیا انقلاب مانہ ہے۔ اس گھر میں فرشتہ وحی لائے۔ قرآن نازل ہوا۔ نبی نے اسی جگہ اہل بیت کو تعلیم دی۔ مسائل حرام وحلال بتلائے۔ حوریں وہ یہ گری کے لئے آئیں۔ سید الشباب اہل الجنۃ پیدا ہوئے۔ رسول کی آنکھ بند کرتی ہے۔ ایسا مقدس مکان فتنہ خیز ہو گیا۔ نہ معلوم یہ فسادی گروہ سقیفہ میں سرگرم مشورت کیوں ہوا۔ کیونکہ حسب تصریح صاحب غیاث اللغات وہ مکان منحوس قدیم الایام سے مشورہ باطل کے لئے مخصوص تھا۔ خلیفہ حق پر بغاوت کرنے والوں کو لازم تھا۔ کہ وہاں جمع ہو کر مرائے زن ہوتے۔ اس موقع پر مجھ کو ایک بڑی حیرانی ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر بیرون مدینہ رہنے والے مفسد تمام شہر چھوڑ کر سیدہ کے گھر زبردستی کمیٹی قایم کرتے تھے۔ تو خود حضرت عمر کہہ سکتے تھے۔ کہ اے فاطمہ ان اہل بغاوت کو اپنے گھر سے نکال دو۔ ورنہ اس جرم میں آپ کا گھر پھونک دوں گا۔ جبکہ بنی ہاشم و دیگر خاندانی آدمی جنکی آمد و رفت ہمیشہ سے حسب قاعدہ اہل خاندان اُس گھر میں بلا تکلف تھی قدم زن ہوتے تھے۔ تو سیدہ ہر وقت کے آنے جانے والے عزیزوں کو کیونکر روک سکتی تھیں۔ سب سے درگذر کر کے درجہ آخر پر یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت امیر کو جو کہ اس گھر کے مالک اور راس و رئیس ارباب فتنہ وفساد

تھے۔ کس طرح منع فرماتیں۔ اہل عقل کے نزدیک سوائے الزام خانہ سوزی حضرت عمر پر یہ بڑا بھاری اعتراض ہے۔ کہ سیّدہ کو ایسی بیجا دھمکی کیوں دی۔ جسکی انجام دہی پر وہ قادر نہ تھیں۔ خلیفہ پر جائز تھا۔ کہ زبیر و طلحہ و بنی ہاشم کو گرفتار کر کے اُن کی جائداد ضبط کراتے۔ گھر پھونک ڈالتے۔ دریائے شور بھجواتے۔ یہ کیا کہ ایک گرفتار رنج و مصیبت کے گھر پر غوغا مچا کر چڑھ گئے۔ واہ فاروق اعظم ایسے ہی شخص کو کرنا چاہئے۔ جو زید مجرم کو چھوڑ کر بکر بیگناہ د لپر لیوے۔ سب باغیوں کے گھر مدینہ میں موجود تھے۔ ہر ایک کا چھپر جلا دیتے۔ سیّدہ غریب کے گھر نے کیا قصور کیا تھا۔ محتاج و مفلس سیدانی ملبہ کہاں سے لاتی۔ اور اگر کہیں خدا نخواستہ وہ بچے جنکو ہزار رنج و مصیبت سے چکی پیس کر فاقہ کر کے فاطمہ نے پالا تھا۔ اور جنکے جلا دینے پر حضرت عمر نے قسم کھائی تھی جل جاتے اور انبیاء سابقین کے تبرکات جو کہ حضرت امیر کی سپردگی میں تھے خاکستر ہو جانے کا کیا نتیجہ ہوتا۔ ہرگاہ حسب تسلیم علمائے اہل سنت و خصوص شاہ صاحب یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا۔ کہ حضرت سیّدہ کے گھر میں دربارہ عزل ابی بکر و برہم زدنی امر خلافت کمیٹی ہوتی تھی۔ تو مدعیان اجماع کا دعوےٰ بھی غلط ہوا۔ جبکہ ایسے رکن اعظم نہال تدابیر سے بنیاد خلافت کی اینٹیں نکال رہے تھے۔ تو اجماع اہل حل و عقد بخلافت ابوبکر کہاں رہا۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ حضرت امیر جناب ابوبکر کے دست

بھی ہوں۔ اور باغیوں اور فتنہ انگیز لوگوں کو بھی اپنے گھر میں بٹھا کر خلیفہ وقت کے تخت حکومت سے اُتار دینے میں رائے زن رہیں۔ باغی یا باغیوں کا پناہ دینے والا سلطنت موجود کا خیر طلب نہیں ہو سکتا۔ ہزار۔ باتوں سے برتر یہ بات ہے۔ کہ علی وخلفاء کو وہی نسبت تھی جو باغی وسلطان میں ہوتی ہے۔ خواہ ابوبکر باغی ہوں یا علی۔ مگر حضرت عمر یہ ہی کہتے تھے۔ کہ علی مجھ کو اور ابوبکر کو غادر یعنی غدر وبغاوت کرنے والا جانتے ہیں۔ حضرت رسوا دسیدموسوی نسب تمام واقعات متذکرہ بالا پر بچشم انصاف وایمان نظر فرما کر جواب دیں۔ کہ جن ساوات کی دادی پر یہ ظلم ہوا ہو کہ اُس کا رزق چھین لیا گیا ہو۔ اُن کی پیش کی ہوئی معتبر شہادت رد کر دی گئی ہو۔ بلا جرم وقصور اُس کو گھر جلا دینے کی دھمکی دی گئی ہو۔ اُس کے بچوں کا جلا دینا بتکلف وا عدہ بالفعل ظاہر کیا گیا ہو۔ سینۂ فدک چاک کر کے پرزے پرزے کئے گئے ہو۔ تو کیا اُن بیچارے سیدوں کو اتنا بھی حق نہیں ہے۔ کہ اپنی دادی کے مخالفوں پر محض دو تین خشک حرف کہہ سکیں۔ یہ جگر حضرت سیدموسوی نسب ہی کا ہے۔ کہ اپنے بزرگوں کے دشمنوں کی جوتیوں کا ہار گلے میں ڈالے ہوئے گلی گلی پھریں۔ اگر شیخ رسوا کے پاخانہ کی کچی اینٹیں کوئی اُکھاڑ کر لے جائے۔ اور اُن کے مویشی خانہ کے پرانے چھپر میں سُلگتا ہوا اُپلا رکھ جائے۔ اور یاں ہمہ شیخ صاحب سر پر خاک ڈالے ہوئے عدالت کے وکلاء کا دروازہ

نہ کھڑکھڑائیں۔ بلکہ مجرم کی توصیف میں کوئی قصیدہ کہہ ڈالیں۔ اُسوقت ہم جھک کر سلام کریں۔ درد کی کیفیت صاحب درد کو معلوم ہوتی ہے۔ جن سنی سیّدان نے اہلبیت سے قطع تعلق کر کے دوسرے گھروں میں اپنا ناتہ رشتہ کرلیا ہے۔ اُن کی بلا سے کوئی مرے یا جئے۔ ظالم کا پیرو مظلوم کی حالت سے کب واقف ہوتا ہے۔ ہم شیعہ سید و دیگر امتی مومنین جب اپنے عالموں سے یہ سنتے ہیں۔ اور اہل سنت کی معتبر کتابوں سے دیکھتے ہیں۔ کہ اہل بیت رسول پر خلفاء نے وہ ظلم کئے۔ کہ ہیچ کافر نہ کند آنچہ مسلماں کردند۔ جوش خون سے ایسا غصہ آتا ہے۔ کہ اگر کہیں ہمکو وہ لوگ مل جائیں۔ تو جتنا بھی ہوسکے خوب ہاتھ پیر ہلائیں۔ خیر رباقی و صحبت باقی میدان قیامت چونکہ وسیع ہے۔ وہاں دو دو ہاتھ ضرور رہوں گے۔ جسکو دے مولا۔ بالجملہ ہمارے اور ہر اہل عقل کے نزدیک جو شخص کہ مدعی سیادت ہو کر اپنے بزرگوں کے دشمن کا خیر طلب و جاں نثار ہے وہ ایسا سید ہے۔ جیسا برسات کا مینڈک یا لوند کا مہینہ۔ یہی وجہ ہے کہ تشیع مخصوص بہ سیادت ہے۔ اگر تمام عالم کے سادات کی فہرست بنائی جاوے۔ تو فی صدی دو سیّد سنی نکلیں گے۔ اصلیت یہ ہے۔ کہ سنی سیّد اور شیخ و پٹھان شیعہ کچھ جدا ہی رنگ کے ہوتے ہیں۔ ظالم کا طرفدار ذلیل و خوار اور مظلوم کا جانبدار و غمگسار معزز و باوقار بعض سادات جو اپنے اجداد کو خلفاء کی رعایا سمجھ کر عام مسلمانوں میں انکا شمار کرتے

madolib.org

ہیں۔ اور جو تعدی وجفا اُن پر ہوئی ہے۔ اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ وہ شیعو سیدوں کی جماعت میں ایسے ہیں۔ جیسے انبہ میں نیب۔ اور شیخ و پٹھان جنہوں نے اپنے اب وجد کی زیادتیوں سے نفرت کر کے آل پاک کا دامن مضبوط پکڑا۔ وہ اپنی قومی جماعت میں ایسے ممتاز ہیں۔ کہ جیسے اندھوں میں آنکھ والے۔ حقیقت میں سنّی سیّدوں نے تو بالکل آنکھوں پر کپڑا ہی باندھ لیا ہے۔ خلفاء کی نسبت تو وہ یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ علماء نے اُن کے باب میں کم و بیش لکھ دیا ہے۔ درحقیقت وہ ایسے نہ تھے۔ مگر حیرانی تو یہ ہے کہ زمانہ حال میں بتائید افعال خلفاء جو علماء اہل بیت پر تیر چلا رہے ہیں۔ اُن کے پسینے پر بھی یہ حضرات خون گرانے کو موجود ہیں۔ مولوی محمد قاسم پیرزادہ نے بجواب رسالہ سجادیہ مؤلفہ حقیر جناب فاطمہ کو ناقص العقل والدین لکھ دیا۔ نواح سادات بارہ کے سنی سیّد جیسے کہ حضرت موسوی نسب ہیں اُن کو اپنا بڑا پیر جانتے ہیں۔ تعجب ہے کہ سنّیوں کا عالم بہ جوش نصب و خروج سیدوں کی دادی کو ایسا سخت کلمہ کہے۔ اور وہ اللہ اکبر کہہ کے اُس کے پیچھے نماز میں جھک جائیں۔ اور مولانا و اولانا کہہ کہہ کر زبان کو تالو سے لگائیں۔ مولوی خلیل احمد صاحب ہدایات الرشید میں بمقام بحث فدک سیّدہ کو اہل نفسانیت و ندامت کا خطاب دیں۔ اور سیّد ولایت حسین صاحب ساکن ضلع گیا (رسالہ سوال از جمیع علماء شیعہ)

ہیں اُس کو نمونۂ عجائب قدرت خداوندی لکھیں۔ مولوی جہانگیر خاں صاحب شکوہ آبادی بجواب شیخ احمد صاحب مرحوم و مغفور حضرت امیر کی کرامت کو جوگیوں کی شعبدہ بازی بتلائیں۔ اور ساوات سنی المذہب اُن کو فخر اولین و آخرین فرمائیں۔ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی ہدیۃ الشیعہ میں سیدہ کا ورثہ مٹانے کی غرض سے خدا کو کلکٹر اور نبی کو سررشتہ دار لکھیں۔ اور نیز دوات و قلم کے بحث میں ارشاد فرمائیں کہ چھ گواہ موقعہ پر رسول کی رائے رد ہو کر حسب صوابدید و منشاء عمر نزول وحی ہوا۔ شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں ارشاد فرمائیں کہ علی کی خلافت میں اسلام ضعیف ہو گیا۔ ترقیات رُک گئیں۔ عنایت باری کا نزول بند ہوا۔ مسلمانوں کا اتحاد باہمی منجر بعداوت ہو گیا۔ ایسے علماء کو سنی ساوات اپنا پیشوائے دین سمجھ کر جانیں فدا کرتے ہیں۔ غرضکہ حقیر اگر اُن تمام علماء کے اسمائے گرامی حوالہ قلم کرے جنہوں نے توہین اہلبیت کی ہے۔ تو ایک جداگانہ رسالہ ہو جاوے۔ سلسلۂ تصویر غالب و مغلوب و تقریر دلپذیر میں اِن تمام واقعات کو بہ تفصیل تمام تر بیان کیا ہے۔

جو لوگ کہ کفار سے مسلمان ہوتے ہیں۔ بمقتضائے بشریت و تعلقات طبیعت اپنے اجداد کی برائیوں کو بہ طیب خاطر نہیں سنتے۔ بلکہ اپنے خاندانی حالات سے فی الجملہ مکدر و افسردہ خاطر ہو کر ندامت زدہ ہو جاتے ہیں۔ شیخ صاحبان و افاغنہ ذی شان باوصف تشیع خلفاء کی بیچ کارروائی دل

سے بوجہ علاقہ نسبی ضرور کچھ نہ کچھ خجالت اٹھاتے ہیں۔ حقیر مرادآباد میں میر سید حسین صاحب وکیل کے بنگلہ پر ایک مضمون متعلق بہ نسب جناب عمر پڑھ رہا تھا۔ اتفاقات سے ایک شیخ صاحب فاروقی نسب بھی جوکہ اپنی تحقیقات سے شیعہ ہوئے تھے موجود تھے۔ مگر میں دیکھ رہا تھا کہ حضرت ثانی دوم کے نسب کی پیچیدگیاں اُن کو سخت پیچ و تاب دلا رہی تھیں۔ ہرچند کہ وہ اُس نسب نامہ کو چونکہ کتب اہل سنت سے لکھا گیا تھا۔ مذہبی پابندی سے بالکل سچا جانتے تھے۔ مگر تناسب نسبی اُن کو مجبور کر رہا تھا۔ کہ اُس مضمون صداقت مشحون کو بہ شگفتہ خاطری نہ سنیں۔ بخلاف ان تمام اقوام کے سنی سادات میں یہ عجیب خصلت پائی گئی۔ کہ اپنے جد گرامی کی اہانت و تذلیل کرنے والوں کے بلاگردان و مددگار ہیں۔ جناب رسول اور سید موسوی نسب کو کان کھول کر سننا چاہئے۔ کہ علمائے اہل سنت میں بعض بزرگوار ایسے بھی گذرے ہیں جنہوں نے مسند رسول مقبول کا حقدار خاص اہل بیت نبوی کو تسلیم کر کے خلفاء کو مالک کا جانشین کیا ہے۔ حضرت رسول نے حسب مذاق شعر گوئی سلاطین (؟) کو عارض و لب و دندان و دہن و زلف و کمر کے مضامین غزلوں میں لکھے ہیں۔ او سا ایسے ہی کلیات شعرا میں دیکھے ہیں۔ اُن کو کیا خبر ہے۔ کہ علمائے سنیہ شیعہ کے سامنے سپر انداختہ ہو کر حقوق اہل بیت کے تسلیم کرنے میں کس حسن و لطافت سے قلم دست ہوتے ہیں۔ بخاطر داشت حضرت مجیب اسا طین دین سنیہ کے

دو ایک قول قلمبند کرتا ہوں۔ امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں سورۂ انفال کے اس فقرہ (لو انفقت ما فی الارض) کی جو تفسیر کی ہے۔ اُس کا اردو میں مطلب یہ ہے۔ کہ بعد وفات سرور کائنات بعض صحابہ عادات جہالت پر لوٹ گئے۔ اور شیفتۂ جاہ و مراتب ہو کر باہم لڑنے جھگڑنے لگے۔ مصادقت و موافقت چھوڑ کر رہزائے برادرے عداوت و خصومت ہو گئے۔ امام رازی نے ایسی مجمل گفتگو کی ہے۔ جس کا مفصل بہ مشکل معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ کون اصحاب تھے۔ جنھوں نے شیفتۂ جاہ و مناسب ہو کر اتحاد باہمی کو قطع کیا۔ اور طریقہ جہالت پر پچھلے پاؤں مراجعت کر گئے۔ اُس کا پتہ امام غزالی و علامہ تفتازانی و شاہ ولی اللہ نے بہت شرح و لبسط سے دیا ہے ہر سہ متقدمین و متاخرین کے اقوال عرض کئے جاتے ہیں۔

قول امام غزالی مندرجہ سر العالمین مقالہ چہارم

روشن ہوئی حجت خدا کی بروز غدیر جبکہ مبارکباد دی حضرت عمر نے جناب امیر کو اور اُن کی نیابت و وصایت سے خوشدلی ظاہر کی۔ مگر بعد میں ممالک سے روپیہ کا آنا بلاد کفار کا فتح ہو کر ریاست اسلام میں شامل ہونا گھوڑوں کا کنوتیاں ملا کر چلنا پھریروں کا لہرانا

نقیبوں کا دور باش کہنا اُن کی بازگشت کا سبب ہوگیا۔ تا آنکہ پھر گئے اپنی قدیم حالت وجہالت پر اور بُری چیز خریدی اُس کے بدلے میں۔ (شاید بُری چیز جہنم کو کہا ہے)۔

قول علامہ تفتازانی مندرجہ خاتمہ کتاب شرح

مقاصد

صحابہ میں جو محاربات ومشاجرات واقع ہوئے۔ جیسا کہ کتب تواریخ میں درج ہے۔ اور ثقہ لوگوں کی زبانوں پر جاری ہوا ہے۔ یہ اس پر دلالت کرتے ہیں۔ کہ بعض صحابہ طریق حق سے منحرف ہو کر ظلم وفسق کی حد پر پہنچ گئے تھے۔ اس کا سبب سوائے حسد وطلب ملک وریاست وخواہش لذات وشہوات کے اور کچھ نہ تھا۔ ہر چند کہ اصحاب معصوم نہ تھے۔ اور نہ خیریت کے ساتھ موسوم۔ مگر علماء نے اپنے حسن ظن سے اُن کے افعال وکردار میں تاویلات ومو شگافیاں کی ہیں۔ تاکہ لوگوں کی طبایع اُن سے بدحال نہ جائیں۔ خصوصاً مہاجر وانصار سے جو کہ مبشر بہ صواب دار القرار ہیں۔ حضرت رسوا اور سیّد موسوی نسب دیکھیں۔ کہ اُن کے علامہ نے صحابہ کا فوٹو کس خوبصورتی سے اُتارا۔ اور فخر الدین رازی کے اجمال کو کیسا مفصل کر دکھایا ہے۔ صاف لکھد کہ جن صحابہ میں بہ طمع ملک ودولت جھگڑے اور مناقشے ہوئے۔ وہ نہ معصو

تھے۔ اور نہ خاتمہ بخیر ہونے کی اون میں صفت تھی۔ اور یہ وہ ہی لوگ ہیں۔ جن دس آدمیوں کو کھلے کواڑوں باغ جنت کی سیر کا پروانہ ملا ہے۔ علماء کو اون سے چونکہ حسن ظن ہے۔ لہذا اون کے جرایم کی تاویلات کی ہیں۔ علامہ کی یہ تقریر خود کہہ رہی ہے۔ کہ راس و رئیس عشرہ مبشرہ حضرات ثلاثہ کا نہ انجام بخیر ہوا۔ اور نہ باعتبار افعال و کردار وہ اس قابل تھے۔ کہ بلاتاویل اون کے افعال صحیح جانے جاتے۔ حقیر عرض کرتا ہے۔ کہ تاویل سے ہر فعل قبیح جایز ہو سکتا ہے۔ مگر بحمد اللہ پیشوایان اہل سنت اور خصوص ثلاثہ ایسے تھے۔ کہ جن کی ظاہری رفتار ناقابل برداشت و لایق نفرت تھی۔ حسن ظن ہر بد و نالایق سے پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ ذاتی بات ہے۔ ہر شخص کو اپنے عقاید کی حدبندی کا اختیار ہے۔ افسوس ہے۔ کہ حضرت رسول و سید موسوی نسب ایسے لوگوں کی شفاعت کے بھروسہ پر جو کہ خود درماندہ ہیں بے پردں اُڑ رہے ہیں (قول شاہ ولی اللہ مندرجہ رسالہ مقالہ وضیہ فی النصیحۃ والوصیہ) چونکہ شاہ ولی اللہ کی عبارت فارسی ہے لہذا اُسکا ترجمہ بمثل عبایر سابق اردو میں نہیں کیا جاتا اصل عبارت نقل کیجاتی ہے۔

وصیت دیگر آنکہ در حق اصحاب آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اعتقاد نیک باید داشت و زبان را بجز مناقب ایشان جاری نباید ساخت درین مسئلہ دو ضعف خطا کردہ اند قومے گمان میکنند۔ کہ ایشان باہم سینہ صاف بودند و ہرگز مشاجرات بمیان ایشان نگذشتہ و این وہم صرف است۔ زیرا کہ نقل مستفیض شاہد است بر مشاجرات ایشان و انکار این نقل مستفیض نمے تواں کرد۔ و قومے این

چیزہا بایشاں منسوب دیدند وزباں بطعن وطعن کشادند ودر وادئے ہلاک افتادند۔ اگرچہ اصحاب معصوم نبودند واز بعض ایشاں لیکن کہ چیزہا بوجود آمدہ باشد۔ کہ اگر از دیگراں مثل آں بوجود آید مورد طعن وجرح گردد۔ اما ماموریم بحفظ اللسان از مساوی ایشاں وممنوعیم از سب وطعن ایشاں برائے مصلحتے وآں مصلحت آنست کہ اگر فتح باب جرح در ایشاں شود روایت از حضرت پیغامبر منقطع گردد ودر انقطاع روایت برہم خوردن ملت است۔

شاہ ولی اللہ صاحب کی کلام خوش انجام سے ثابت ہوا۔ کہ اصحاب رسول ایسے صوفی طبع تھے۔ کہ باہم دگر سینہ صاف نہ تھے۔ بلکہ بغض وعداوت کو جوکہ منافی شان اسلام ہے۔ اپنا مذہب وشعار کئے ہوئے تھے۔ چونکہ اصحاب نبی سے بغض وتنفر رکھنا کفر ہے۔ لہذا بوجہ اختلاف باہمی ہر واحد کا فر تھا۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ اصحاب کا باخود ہا کفش بازی کرنا جایز اور ہم لوگوں کو ان کفش بازوں سے تنفر کرنا ناروا ہر گاہ ان کے افعال پر جرح قدح ہوسکتی ہے۔ تو ایسے لوگوں کا راوی احادیث رسول ہونا کب صحیح ہوسکتا ہے۔ ممکن کیا ضرور ہے۔ کہ ایسے آدمی تعلقات ذاتی سے نقل روایات میں خیانت کریں۔ افسوس ہے اسلام کی حالت پر جن میں ان لوگوں سے سلسلہ روایت ہو۔ جن کا تشاجر وتخاصم ایسا مشہور عالم تھا۔ جسکی خبر ہندوستان میں ولی اللہ صاحب تک پہنچ گئی۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہئے۔ کہ اوصاف مشاجرات کن لوگوں پر دارو ہوسکتے ہیں۔ حضرات اہلسنت وجناب رسوا براہ دینداری ہمکو سمجھا دیویں۔ کہ صحابۂ رسول میں یہ حالت

ان بزرگواروں کی تھی۔ مگر جو گروہ بلا خیال تناقض کلام کُل صحابہ کی عدالت کا اقرار کرے۔ وہ کب کہہ سکتا ہے۔ کہ فلاں فلاں ہوئی پیدا کرنیوالے تھے۔ چونکہ وہ قیامت تک کسی کا نام نہ بتلائیں گے۔ لہذا بنظر رفع خلجان و حصول اطمینان حق طلبان حقیر عرض کرتا ہے۔ کہ جنگجو فرقہ ثلاثہ وغیرہ کا ہے۔ کیونکہ شاہ صاحب نے درباب صحابہ دو گروہ خاطی قرار دئے ہیں۔ ایک وہ جو باوصف نقل مستفیض منکر تنازعات ہیں۔ یعنی اہل سنت۔ دوسرا وہ جس نے وقوع نزاع کو مناط استدلال قایم کر کے جرح و قدح لعن و طعن کا دروازہ اون پر کھول دیا۔ یعنی شیعہ۔ الحمدللہ کہ پدر صاحب تحفہ نے اہل سنت کو بھی بجرم انکار بغض صحابہ خاطی کر دیا۔ پس واضح ہو گیا۔ کہ حسب تشریح امام رازی و غزالی و تفتازانی پیشوایان اہلسنت بطمع ملک و ریاست جادۂ اعتدال سے منحرف ہو کر اپنی قدیم حالت پر عود کر گئے۔ حضرت رسولؐ نے اولاد حضرت امیرؑ و ذریت شیخین میں اتحاد ثابت کرنا چاہا تھا بجائے اُسکے حسنینؑ کا خلفاء کو ناقابل ممبر نبوی جاننا۔ اولاد عمر کا حضرت امیرؑ کے سامنے تلوار اُٹھانا۔ حضرت امیرؑ کا شیخین کو ظالم و جابر سمجھنا۔ سیدہؑ کا اُن سے ناراض ہونا اور تا بہ مرگ آزردہ خاطر رہنا۔ خلفاء کا سیدہؑ کے دروازہ پر آگ جلانا اور شرکت جنازہ سے باکشی کرنا۔ اُن کا حالت قدیم جہالت پر لوٹ جانا۔ باہمدگر بغض و عداوت رکھنا شاہ ولی اللہ صاحب کے نزدیک قابل جرح و قدح ہونا ثابت ہو گیا۔ اب حضرت موسوی نسب فرمائیں کہ اصلی سیدؐ اپنے بزرگوں کے قدم بہ قدم رکھنے والے وہ ہیں یا ہم شیعہ سید و دیگر مومنین۔

مضمون جواب سوم مندرجہ نمبر ۳

حضرت امیر سے قریب پانصد روایات کے مذہب اہل سنت میں نقل ہوئی ہیں۔ پاکیزہ خیال میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ ہرگاہ اہل سنت یہ دعوے کرتے ہیں۔ کہ ہم مذہب اہل بیت پر قدم بقدم چلنے والے ہیں۔ اور شیعہ اُن کے مسالک سے بمراحل دور ہیں۔ تو کتب اہل سنت روایات ائمہ اثنا عشر سے خالی کس لئے ہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ بلا تعمیل مسائل ادعائے تقلید کیا جائے۔ اس ایراد کا جواب حضرت رسوا رسالہ الحقیقت کے صفحہ ۱۲ سطر ۲ پر بصد ناز و بخترید حوالہ قلم فرماتے ہیں۔ کہ منجملہ حضرات ایمہ اظہار قریب پانصد و پنجاہ روایات حضرت امیر سے کتب اہل سنت میں نقل ہوئی ہیں۔

حقیر اس بحث کے متعلقات رسالہ تقریر دلپذیر میں بصد تفصیل بیان کرچکا ہے۔ یہاں کچھ مختصر عرض کرنا مناسب گزارش کرتا ہے۔ شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے۔ کہ نہایت تعجب دلانے والی یہ بات ہے۔ کہ علی المرتضےٰ ابتداء عمر سے آنحضرت کے ساتھ رہے۔ ایک دم کو جدا نہیں ہوئے۔ ہر ایک حکم کو نبی سے سیکھا۔ از دیادِ علوم سے مدینۃ العلوم کے دروازہ ہوئے۔ تمام صحابہ سے علم و فضل میں اول نمبر لیا۔ مگر ہمارے مذہب میں اُن سے صرف پانصد روایات لی گئیں۔ وہ بھی مضطر و غیر مستند جن کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ اور ابوہریرہ جبکی حاضر باشی آنحضرتؐ کی خدمت میں بہت کم تھی۔ اور بمقابلہ حضرت امیر اُس کا علم بھی بدرجہا گھٹا ہوا تھا۔

اُس سے پانچ ہزار حدیثیں نقل ہوئیں۔ اور تمام تر ایسی قابل وثوق و معتبر کہ جن سے اخذ مسائل کیا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ حضرت رسوا کو اپنی کتابوں پر اطلاع نہیں۔ کاش وہ خبردار ہوتے۔ تو ایسی بارود سے بندوق نہ چلاتے جسکے پھس پھساہٹ پر ولی اللہ صاحب رنج و افسوس کر چکے ہیں۔ چونکہ ولی اللہ صاحب نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ منجملہ ائمہ اثنا عشر حضرت امیر سے پانصد و پنجاہ روایتیں درج کتب ہوئی ہیں اس سے سمجھا جاتا ہے۔ کہ دیگر ائمہ سے بہت کچھ مطالب لئے گئے ہونگے۔ حضرت رسوا کو یقین فرمانا چاہئے جبکہ ابو الائمہ سردار اہل بیت کی احادیث کا یہ مرتبہ ہے کہ بمقابلہ ابو ہریرہ تعداد میں کوئی نسبت نہیں رکھتیں۔ اور بایں قلت بے اعتباری سے حکم معدوم میں داخل ہیں تو اُن کی ذریت کا حضرات اہل سنت کی نگاہ میں کیا وقار ہوگا اہل سنت کا در باب اہل بیت مختصر طور پر عقیدہ دکھاتا ہوں۔ حضرت اسمٰعیل بخاری نے صادق آل محمد کو جنکی شاگردی کا فخر بقول سنیہ امام اعظم کو حاصل تھا سچا نہیں جانا۔ اسی واسطے تنہا اُن سے کوئی روایت نہیں لی گئی۔ تاوقتیکہ کوئی دوسرا شریک نہیں کر لیا۔ حضرت بخاری کے اُستاد یحییٰ بن سعید قطان امام موصوف کی نسبت کہتے ہیں (اجد فی نفسی شیئاً) یعنی میری طبیعت اون سے مطمئن نہیں۔ عقلاء غور فرمائیں کہ اُستاد کو امام ششم سے جب اس درجہ سوء عقیدت ہو تو شاگرد کیونکر اونکا سچا راوی سمجھتا۔ امام ابو الحسن دار قطنی جن کا افتدار بہت بڑھا ہوا ہے۔ ابن حبان کی سند سے لکھتے ہیں کہ امام رضا علیہ السلام اپنے باپ سے کچھ عجیب عجیب

باتیں نقل کیا کرتے تھے۔ اور وہم وخطاء کرتے تھے۔ شیخ رحمت اللہ سندی نے مختصر شریعہ الشریعہ میں اور علی ابن محمد عراق نے امام حسن عسکری کو بالفاظ ظاہر لکھدیا۔ (لیس بشیٔ) یعنی وہ کوئی چیز نہیں۔ ابن جوزی وسیوطی نے اپنی اپنی تصنیفات میں امام موصوف کو واضع احادیث قرار دیا ہے۔ امام عقیلی حضرت موسےٰ کاظم کو لکھتے ہیں۔ (حدیثہ غیر محفوظ) یعنی اون کی احادیث جامہ صدق و راستی سے معرا ہیں۔ شاید حضرات اہل سنت فرمادیویں۔ کہ یہ پرانے زمانہ کے علماء تھے۔ جن کی ہڈیاں بھی نہیں رہیں۔ نہ معلوم اون کے کیسے خیالات کیا تحقیقات تھی۔ اور عجب نہیں۔ کہ شیعہ لوگوں نے لکھدیا ہو۔ لہٰذا میں زمانہ حال کے محققین کی حالت دکھاتا ہوں۔ جو اس وقت زندہ ہیں۔ سیرۃ النعمان مؤلفہ مولوی شبلی صاحب پر منجانب شیعہ ایک پُر مذاق تقریظ لکھی گئی۔ اخبار نظام الملک مراد آباد کو اوس پر جوش آیا۔ ۱۴ و ۲۱ و ۲۸ اپریل ۱۸۹۳ء اور ۱۹ و ۲۶ مئی اور ۹ جون سنہ مذکور کے پرچوں میں اُوس تقریظ پر غضب آمیز ریمارک لکھ کر خاندان رسالت پر اپنا جوش باطنی اس عبارت سے نکالا۔ علی مرتضےٰ وحسنین کے پاس تمام علم نہ تھا۔ کہ جس سے اون کو حامل علوم نبوی کہا جائے۔ بلکہ وہ مسائل میں دوسروں کے محتاج تھے۔ جس بات کو نہ جانتے تھے۔ دیگر بزرگان دین وشیوخ سے دریافت کر لیتے تھے۔ مثل

علی و حسنین رسول اللہ کے ملنے والے ہزارہا آدمی تھے۔ جس طرح آں حضرت کے اقوال و افعال اہل بیت دیکھتے تھے۔ اوسی طرح کے دیکھنے والے اور بھی بہت تھے۔ علم نبی مختص بذات علی و حسنین نہ تھا۔ اور نہ علم حدیث کوئی طلسمی صندوق تھا۔ کہ نسلاً بعد نسلاً ائمہ اہل بیت کے سینوں میں بطور اسرار و ودیعت و امانت رہا ہو۔

ہائے افسوس! یہ بزرگ اہل الرائے رسالت مآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ میں نہ ہوئے۔ ورنہ حدیث ثقلین بیان کرتے وقت سمجھا دیتے۔ کہ آپ قرآن و اہل بیت کے حوالہ امت کو کیوں فرماتے ہیں۔ جناب کا علم مختص بذات علی و حسنین نہیں۔ یہ لوگ خود درماندہ ہو کر دوسروں سے پوچھتے پھرینگے۔ مثل اُن کے آپ کے دیکھنے والے ہزار در ہزار ہیں۔ حضرت ابوہریرہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و سعد و قاص و ابو عبیدہ جراح و عبداللہ ابن عمر و انس و عمر ابن سعد و شمر ذی الجوشن ام المومنین عائشہ و حفصہ وغیرہ نقل احادیث سے آپ کے مذہب کو سنبھالے رہینگے۔ ملا جلال الدین شرح عقائد عضدیہ میں لکھتے ہیں۔ کہ مسلمانوں میں بہترین فرقہ اہل سنت والجماعت کا ہے۔ بایں معنی کہ یہ گروہ اُن احادیث پر عمل کرتا ہے جو اصحاب سے منقول ہیں۔ اور شیعہ غیر صحابہ کی حدیثوں پر عمل کرتے ہیں۔ سوائے دوازدہ امام کے اور کسی کی بات پر کان نہیں دھرتے اماموں کے کلام پر اُن کو وثوق و اعتبار اس جہت سے حاصل ہو گیا ہے۔

کہ اُن کو معصوم عن الخطاء جانتے ہیں۔ حضرت رسوا د سیّد موسوی نسب

ان معاملات پر نظر فرما کر کبھی بھولے سے بھی یہ خیال نہ فرمائیں۔ کہ

دینیات میں اہل بیت سے اُن کو کوئی علاقہ ہے۔ وہ خوب سمجھ رکھیں

کہ اہل سنت جب اہل بیت سے پھر گئے۔ تو قرآن سے بھی کوئی

واسطہ نہ رہا۔ حضرت عمر نے جو لفظ حسبنا کتاب اللہ کہہ کر آخر وقت میں

حضرت کا دل دُکھایا تھا۔ اسی کلمہ سے ثابت ہوگیا۔ کہ منجملہ ثقلین کے

ایک ثقل کو اُنھوں نے چھوڑ دیا تھا۔ منکر امام تابع قرآن نہیں ہو سکتا

اگر ایسا ہونا ممکن ہوتا۔ تو دونوں کی ملازمت تا حوض کوثر نہ ظاہر

کی جاتی۔

مضمون چہارم مندرجہ نمبر ۴

جناب معاویہ نے جناب امیر کو کبھی گالیاں نہیں دیں۔ بلکہ اُن

کے سامنے بہت مؤدّب رہتے تھے۔ اور خط و کتابت میں حفظ

مراتب مرعی رکھتے تھے۔ پاکیزہ خیال میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ

کیا خدا نخواستہ یہ بات صحیح ہے۔ کہ سنہ ۴۱ ہجری سے لغایت

۹۹ تک علی و اولاد علی پر معاویہ نے لعن کیا۔ اور اپنے تابعین سے

کرایا۔ اس کا جواب حضرت رسوا الحقیقت کے صفحہ ۶۲ سطر ۱۳ پر

یہ دیتے ہیں۔ (یہ عمل قبیح معاویہ رضی اللہ عنہ اور ادانی صحابہ کی شان

سے بعید ہے۔ یہ بیہودہ زیادتی اور لغو بیانی اس جماعت صحابہ سے

ممکن نہیں۔ روایتاً و درایتاً من قبیل المحالات ہے۔ اور کسی عالم غیر ثقہ سنی المذہب نے اسبارہ میں لکھا ہو۔ وہ لائق اعتماد نہیں۔ جناب معاویہ سے چونکہ حضرات اہل سنت کو بوجہ عداوت حضرت امیر ایک نوع کا حسن ظن و اتحاد قلبی ہے۔ لہذا وہ ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔ کہ ایسا دشمن صریح جسکو کوئی اہل عقل محب مرتضوی نہیں کہہ سکتا۔ سنگ مطاعن سے بچا رہے۔ تاکہ دشمنان علی قوی دل ہوکر ہمیشہ عدوی آل محمد کی خیر طلبی و نیک اندیشی سے خوش طبیعت و خنک چشم رہیں۔ چونکہ حضرت معاویہ چند مرتبہ جنکی تعداد بہتر نمبروں پر منتہی ہوتی ہے۔ حضرت امیر سے بڑی گھماگھسی کے ساتھ لڑ چکے ہیں۔ اور ہزارہا مومنین طرفداران جناب امیر کا خون انکی تلوار سے ٹپک چکا ہے۔ لہذا ایسے خونخوار کو باوصف اس صریحی و بدیہی دل کے علی کا دوست کہنا سوائے اہل سنت کے اور کسی کا کام نہیں عند العقل اگر دو جنگجو شخص باہمدگر دوست ہو سکتے ہیں۔ تو علی و معاویہ بھی ہوں گے۔ یہ عجیب قصہ ہے۔ کہ جانبین سے ہزارہا مسلمان و صحابۂ رسول انام قتل ہو گئے۔ بیشمار عورتیں بیوہ اور بچے یتیم بن گئے۔ لاکھوں روپیہ کا مال اس فساد میں غارت ہو گیا۔ کھیتیاں پائمال ہوگئیں۔ مگر سپہ سالاران ہر دو لشکر ایک دوسرے کے دوست در رتبہ دان باتہذیب سوائے جناب رسوا و سید موسوی نسب شاید او۔ کوئی شخص اس کا قایل نہ ہوگا۔ افسوس ہے۔ کہ جناب رسوا نے سوائے

کلیات ذوق و آتش و ناسخ وغیرہ شعرا کے اور کوئی کتاب نہیں دیکھی کاش وہ فی الجملہ نظر باز ہوتے۔ تو اس بے باکی سے بند قبا کھول کر امیر معاویہ کی توصیف میں رطب اللسان نہ ہوتے۔ جناب کی سوائی آگاہی مدنظر کر کے عرض کیا جاتا ہے۔ کہ امیر معاویہ کا حضرت امیر کو بُرا کہنا اور کہلوانا ایسا نہیں ہے۔ جس کا سوائے جاہل کے کوئی عاقل انکار کر سکے۔ اس قضیۂ نامرضیہ سے بطون صحاح و تواریخ بھرے ہوتے ہیں۔ تمام کتابوں کی عبارات عربی نقل کرنا طوالت سمجھ کر اردو میں اُن کے مطالب لکھے دیتا ہوں۔ اور بعض کی عبارتیں بھی ہدیہ ناظرین کر دوں گا۔

نام اور مضمون اُن کُتب کے جن میں معاویہ کا علی کو معاذ اللہ لعن کرنا اور کرانا اور گالیاں دینا اور دلانا لکھا ہے

(۱) صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۵۸ پر لکھا ہے)

عن عامر بن سعد بن ابی وقاص قال امر معاویہ بن سفیان سعدا فقال ما منعک ان تسب ابا تراب فقال اما ذکرت ثلثا قالہن رسول اللہ فلن اسبہ لان یکون لی واحدۃ منہن احب الی من حمر النعم۔

خلاصۂ روایت یہ ہے۔ کہ معاویہ نے سعد کو حکم دیا۔ کہ علی کو گالیاں دو۔ اور تعجباً یہ بھی کہا۔ کہ آپ کے لئے کون امر مانع ہے جو گالیاں نہیں دیتے۔ اس سے واضح ہوا۔ کہ باجنہا و جناب معاویہ حضرت امیر یہ ہی قابلیت رکھتے تھے۔ کہ اُن کو بے تکلف ناسزا کہا جائے۔

(۳۔ تاریخ ابو الفدا جلد اول صفحہ ۲۱۲)

کان خلفاء بنی امیہ یسبون علیاً من سنۃ احدی و اربعین وہی السنۃ التی خلع الحسن فیہا نفسہ من الخلافۃ الی اول سنۃ تسع و تسعین آخر ایام سلیمان ابن عبد الملک ثم ولی عمر ابن عبد العزیز ابطل ذلک وکتب الی نوابہ بابطالہ ولما خطب یوم الجمعۃ ابدل السب۔

خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ بحکم خلفائے بنی امیہ از ابتدائے سنہ ۴۱ تا ابتدائے سنہ ۹۹ ہجری حضرت علی کو علانیہ ممبروں پر لعن کیا جاتا تھا۔ اور جمعہ کے خطبوں میں بھی لعن کیا کرتے تھے۔ عمر ابن عبد العزیز نے ۹۹ سنہ میں اُس کو موقوف کیا۔

۴۔ تاریخ مذکورہ الصدر صفحہ ۱۹۲۔ (وکان معاویۃ و عمالہ یدعون لعثمان فی الخطبۃ یوم الجمعۃ و یسبون علیاً۔ ولما کان المغیرۃ متولی الکوفۃ کان یفعل ذلک طاعۃ لمعاویۃ وکان یقوم حجر و جماعۃ معہ فیردون علیہ سبہ لعلی فلما ولی زیاد دعی لعثمان و سب علیاً) ۔ نتیجہ کلام جمعہ کے کل خطبوں میں معاویہ اور اُن کے عامل حضرت عثمان کے لئے دعائے مغفرت کرتے تھے۔ اور علی کو گالیاں دیتے تھے۔ ایسے منبروں پر

maablib.org

کوفہ معاویہ کا دل خوش کرنے کے لئے ایک جماعت کثیر کے ساتھ ہر
جمعہ کو کیا کرتا تھا۔ جب کہ بعد مغیرہ زیاد حاکم کوفہ ہوا۔ اُس نے بھی یہی
عمل کیا۔ جسکو بغرض خوشنودی معاویہ مغیرہ کرتا تھا۔

۴۔ تاریخ مذکور میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ بعد بیعت امام حسن علیہ السلام
معاویہ نے عراق و شام میں احکام جاری کئے۔ کہ علی کو علانیہ لعن کریں

۵۔ ابن ابی الحدید نے جاحظ سے نقل کیا ہے۔ کہ معاویہ نے حضرت
امیر پر لعن کرنے کا لوگوں کو حکم دیا۔

۶۔ سنن ابن ماجہ میں درج ہے۔ کہ حضرت معاویہ بتقریب ح
تشریف لائے۔ اور جناب امیر کو گالیاں دیں۔ جس پر سعد وقاص نے
غصہ ہو کر کہا۔ کہ علی مولائے مومنین ہیں۔ اُن کو ایسا کہنا نہ چاہئے۔

۷۔ کتاب مستطرف میں لکھا ہے۔ کہ معاویہ نے حضرت عقیل سے
کہا۔ کہ آپ ممبر پر جا کر علی کو لعن کریں۔ اُنہوں نے بیان کیا۔ کہ اے
حاضرین جلسہ آگاہ ہو۔ کہ معاویہ نے مجھ کو یہ حکم دیا ہے۔ کہ میں علی کو
لعن کروں۔ پس لعنت خدا کی اُس پر حقیر عرض کرتا ہے۔ کہ یہ عجیب
پُر مذاق فقرہ ہے۔ اُس جلسۂ ناہنجار کے جہلاء نے تو یہ سمجھا۔ کہ
عقیل نے معاذ اللہ حضرت امیر کو کہا۔ اور اُنہوں نے پاس آبرو
حفظ جان سے اس کلمہ میں جو نزاکت رکھی ہے۔ اُس کو عقلاء خوب
جانتے ہیں۔ ایسے نازک مواقع پر اسی قسم کی باتوں سے کام چلتا ہے
سلاطین دہلی میں عالمگیر متعصب بادشاہ گذرا ہے۔ شیعہ پر

سختی سے اُس کے عہد میں اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ چنانچہ الحقیقت میں حضرت رسوا نے بھی برمزوکنایہ اس کو تسلیم کیا ہے۔ سلطان مذکور نے بجوش تسنن حکم دیا۔ کہ سر دربار رافضی کے باپ پر لعن کیا جاوے۔ ایک ایک شخص آتا تھا۔ اور رافضی کے باپ کا نام لے کر ناسزا کہتا تھا۔ اُسی غوغا میں نعمت خاں عالی نے کہہ دیا۔ کہ محمد بن ابی بکر رافضی بود۔ چونکہ اہل سنت اپنے خلیفہ زادہ کو بجرم رفاقت حضرت رافضی کہتے ہیں۔ بیساختہ کہہ اُٹھے۔ کہ بر پدرش۔ جاہل لوگ سمجھے۔ کہ ایک رافضی کے باپ کو کہا گیا عاقل لوگوں نے جو سمجھا۔ وہ ظاہر ہے۔ یہ ہی صورت حضرت عقیل کے لعن کی ہے۔

۸۔ کتاب العقد ابن عبدربہ و مستطرف میں درج ہے۔ کہ ایک جلسہ میں معاویہ کے ساتھ اخنف بن قیس بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن کے سامنے خطیب نے کھڑے ہو کر علی کو لعن کیا۔ قیس نے کہا۔ کہ ایسا کہنا کسی طرح مناسب نہیں۔ معاویہ نے کہا۔ کہ علی اسی قابل ہیں۔ آپ ممبر پر چڑھ کر بلا تکلف ایسا ہی کہئے۔ جس طرح کہ خطیب نے کہا۔ اخنف بن قیس ممبر پر گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ ایہا الناس مجھ کو معاویہ نے ایسا ایسا کہنے کا حکم دیا ہے۔ پس میں کہتا ہوں۔ کہ خدا فرقہ، باغی و طاغی پر لعنت کرے۔ لمولف معاویہ کے باغی تسلیم کر لینے میں کسی کو بھی تامل نہیں۔ آفرین ہے اخنف کے

جامعیت کلام پر۔ کہ کس بلاغت سے حضرت رسوا کے ممدوح کو رسوا کیا۔

۹۔ علامہ اسمٰعیل بن علی بن محمود نے کتاب المختصر فی اخبار خیر البشر میں لکھا ہے۔ کہ جناب امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے درخواست کی۔ کہ اس بدعت کو موقوف کرائے۔ اُس نے منظور نہ کیا۔ تب آپ نے استدعا فرمائی۔ کہ اتنا ہی بندوبست کر دیجئے۔ کہ جس جلسہ میں ہم موجود ہوا کریں۔ وہاں آپکے مقلدین وتابعین اپنی زبانوں کو گندہ نہ کریں۔

۱۰۔ کتاب العقد ابن عبدربہ میں لکھا ہے۔ کہ معاویہ نے مدینہ میں آکر سرمنبر علی کو لعن کرایا۔ ام سلمہ نے کہلا بھیجا۔ کہ جس کو خدا اور رسول دوست رکھتے تھے۔ اُس کو ایسا کہلاتا ہے۔ معاویہ نے اسپر کچھ التفات نہ فرمایا۔

۱۱۔ ملا علی قاری نے شرح مشکوۃ میں شہاب الدین سہروردی سے نقل کیا ہے۔ کہ علی و معاویہ ایک دوسرے کے سامنے تلواریں نکالے ہوئے تھے۔ اور باہم سب وشتم کرتے تھے۔ علی معاویہ کو اور معاویہ علی کو گالیاں دیتے تھے۔

۱۲۔ سبط ابن جوزی نے کتاب خواص الائمہ میں لکھا ہے کہ معاویہ نے سعد سے کہا۔ کہ علی کو گالیاں دو۔

۱۳۔ محب الدین طبری نے ریاض النظرہ میں حسب مضمون نمبر۱۲

بیان کیا ہے۔

۱۴۔ کنز العمال میں لکھا ہے۔ کہ حضرت علی و عباس معاویہ و عمرابن العاص کو لعنت کرتے تھے۔

۱۵۔ سُنن بیہقی حسب مضمون نمبر ۱۴۔

۱۶۔ استیعاب حسب مضمون نمبر ۱۴ و ۱۵۔

۱۷۔ امام شعبی نے لکھا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ و امثالہم کو سردار کفار جانتے تھے۔ عبارت یہ ہے۔ (ان آیتہ الکفر فی الاسلام خمسہ طلحہ و زبیر و معاویہ و عمر ابن العاص و ابو موسے اشعری یعنی کافروں کے امام پانچ ہیں۔ طلحہ و زبیر و معاویہ و عمر ابن العاص و ابو موسے اشعری)۔

۱۸۔ نوح بن دراج محمد بن مسلم سے روایت کرتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امیر سے سنا۔ کہ آپ بحق عائشہ فرمایا کرتے تھے۔ (لقد علمت صاحبتہ الھودج ان اصحاب الجمل ملعونون علی لسان النبی الامی و قد خاب عن افترے۔ یعنی اصحاب جمل نبی کی زبان سے ملعون ہیں)۔ حضرت رسوا نے لکھا تھا۔ کہ شاید کسی غیر ثقہ نے لکھا ہو گا۔ کہ حضرت معاویہ جناب امیر کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ یہ فعل قبیح معاویہ سے روایتاً و درایتاً من قبیل المحالات ہے۔ تمام کتب متذکرہ بالا سے اگر حضرت رسوا صحیح مسلم و سُنن ابن ماجہ و تاریخ داقدی و شرح مشکوۃ

وتصنیفاتِ ابن جوزی کو معتمد سمجھیں گے۔ تو شاید بجرم سب حضرت امیر جناب معاویہ سے وہی لفظی تبرّا کریں گے۔ جو ہم کر رہے ہیں۔ نیز عمرو ابن العاص و طلحہ و زبیر و ابو موسے و عائشہ کے بُرا سمجھنے میں بھی مضائقہ نہ فرمائینگے۔ جیساکہ بروایات معتمدہ اہل سنت حضرت امیر اُن سبکو جانتے اور سمجھتے تھے۔ اگر حضرت رسوا شاعری چھوڑکر مناظروں کی جماعت میں معدود ہونا مرکوز خاطر فرماکر پاکیزہ خیال کا جواب جوکہ حقیقتاً محال ہے نہ لکھتے۔ تو یہ مضامین عربی کتب سے اردو کے قالب میں منتقل ہوکر عام لوگوں کی واقفیت کا سبب نہ ہوتے۔ اردو دان لوگوں کو حضرت رسوا کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔

مضمون امیر معاویہ نمبر ۵

جناب عائشہ صدیقہ کو حضرت امیر معاویہ نے گڑھے میں ڈال کر درجہ شہادت پر فائز نہیں فرمایا۔

پاکیزہ خیال میں لکھا گیا تھا۔ کہ بی بی عائشہ کا سبب وفات کیا ہے۔ آیا وہی اوگمی میں بہ ترکیب حضرت معاویہ گر کر مرنا۔ یا کچھ اور۔ اس کا جواب حضرت رسوا کتاب الحقیقت کے صفحہ ۷ سے صفحہ ۱۴ تک نہایت پُرجوش الفاظ میں دیتے ہیں۔ اور کوئی

بدونالائق کلمہ ایسا نہیں ہے۔ جس کو بحق حقیر و دیگر حضرات شیعہ استعمال نہ فرمایا ہو۔ بالآخر نتیجہ کلام یہ ہے۔ کہ رسوا صاحب حضرت معاویہ کو اس جرم نمایاں سے قطعی بری کر کے ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ ام المومنین کے ساتھ معاویہ اس طرح بے ادبانہ کارروائی نہ کر سکتے تھے۔ محض لغو اور شیعہ کا افتراء ہے۔ میں ذی علم مجیب کے خشونت آمیز الفاظ سے قطع نظر کر کے تھوڑی دیر کے لئے تسلیم کئے لیتا ہوں۔ کہ اوگھی میں گرا کر مارنا غیر صحیح سہی۔ چونکہ صدیقہ کا پاکیزہ خیال میں سبب وفات صدمۂ غار قرار دیا گیا تھا۔ اور مجیب کو اُس سے انکار ہے۔ لہذا وہ کوئی دوسرا سبب ارشاد فرماتے۔ کہ بخار ہوا۔ سرسام پڑا۔ اسہال کبد ہی آئے۔ اختناق الرحم ہوا۔ یرقان پڑی۔ فالج گرا۔ استسقاء طبلی ہوا۔ ذیابیطس میں مبتلا ہوئیں۔ کسی مکان میں دب کر مریں۔ آخر کس حیلہ سے دنیا کو چھوڑا۔ چونکہ اظہار سبب وفات میں جناب رسوا کو پس پائی ہے۔ لہذا میں پھر بلند آواز سے کہتا ہوں۔ کہ صدیقہ کو سنیوں کے ماموں معاویہ نے دھوکہ سے گڑھے میں ڈال کر اسیطرح مار ڈالا۔ جیسے حسب اندراج پاکیزہ خیال کجلی بن یا دیگر پہاڑوں میں اوگھی لگا کر ہاتھی پکڑا کرتے ہیں۔ ثبوت میں اہل سنت کی کتابوں کے مضامین پیش کرتا ہوں۔ حبیب السیر میں کہ مشہورہ ترین کتب

تواریخ اہل سنت سے ہی یہ لکھا ہے۔ کہ در تاریخ حافظ از ربیع الابرار وکامل السفینہ منقول است۔ کہ در شہور سنہ ثمان وخمسین عن الہجرۃ معاویہ بن ابی سفیان جہت بیعت پسر لعین خود بمدینہ رفتہ امام حسین علیہ السلام وعبد الرحمن بن ابی بکر وعبد اللہ بن زبیر لا بر انجا نہد عائشہ زبان ملامت و اعتراض بروے کشود ومعاویہ در خانہ خویش چاہے کندہ سر آنرا بخاشاک پوشیدہ وکرسی آبنوس بر آں نہادہ وعائشہ را بہ ضیافت طلبیدہ۔ وبر آں کرسی نشاند۔ تا در آں چاہ افتاد۔ معاویہ سر آں چاہ را باہک مضبوط نمودہ بمکہ رفت۔ لموٴلف یہ ذی عزت بی بی بڑی جبیل مزاج جنگی خیالات والی ثلثے ستم تھی۔ انجام کار موت بھی مثل رستم ہوئی۔ وہ بھی ایک عمیق گڑھے میں اسیطرح گرایا گیا تھا۔ کہ جیسے صدیقہ گرائی گئیں۔ شاید حضرت رسولا فارسی کتاب کو بہ نظر حقارت دیکھ کر مضمون بالا کے اعتبار صداقت میں چون وچرا فرمائیں۔ لہذا ایک عربی کتاب کی عبارت پیش کرتا ہوں۔ جلال الدین سیوطی نے حضرت معاویہ کے اولیات میں اس واقعہ جانگزا کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔

(اول من رکب بین الصفا والمروۃ و اول من اظہر شرب النبیذ والغناء۔ اول من اکل الطین و اباحہ وکان علی ممبر رسول اللہ یاخذ البیعۃ

الی یزید فاخرجت عائشہ رأسہا من الحجرۃ وقالت ضہ ضہ ہل استدعی الشیوخ لبیعتہم البیعتہ قال لا قالت فیمن تقتدی انت فخجل ونزل عن المنبر وہیّا لہا حفرۃ فوقعت فیہا وماتت)۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ معاویہ پہلا شخص ہے۔ جس نے صفا و مروہ میں گھوڑے دوڑائے۔ اور ظاہر بظاہر بلا تکلف شراب پی۔ اور مجلس رقص و سرود کو زیب دیا۔ منبر رسول پر بیٹھ کر یزید کی بیعت لی۔ عائشہ اس حرکت ناشائستہ سے مانع آئیں۔ تو گڑھا کھدوا کر اُن کو اُس میں ڈلوا دیا۔ جس میں وہ گر کر مر گئیں۔ معاویہ کا عائشہ کو ہلاک کرنا ایسا مشہور عام ہے۔ کہ شعرا کے قلم سے بھی یہ واقعہ نکل گیا ہے۔ حکیم سنائی سنی المذہب شاعر کے قلم سے بھی یہ مضمون کنایۃً زیبِ دیوان ہوا ہے۔

رباعی حکیم سنائی بفضائل معاویہ

عاقبت ہم بدست آں باغی ٭ شد شہیدہ بہ کشت آں طاغی

آنکہ با جفت مصطفےٰ زیں ساں ٭ بد کند مرد را تو مرد مخواں

صاحب روضۃ الصفا مورخ اہل سنت نے جناب معاویہ کے فضائل میں کچھ اشعار لکھے ہیں۔ ہر چند کہ بی بی عائشہ صدیقہ سے اُن کا کوئی تعلق نہیں۔ مگر چونکہ اُن کی زندگانی و ایمانداری وطرز معاشرت کو نظم کیا ہے۔ لہٰذا اُس کا بیان خالی از لطف نہیں۔

داستاں پسر ہند مگر نشنیدی ٭ کہ وزاو بہ کس او بہ پیغمبر چہ رسید

پدر او بہ محاربہ پیغمبر جنگید ٭ مادر او جگر عم پیغمبر بہ مکید
او بنا حق حق داماد پیغمبر بگرفت ٭ پسر او سر فرزند پیغمبر بہ بُرید

حضرت معاویہ کے فضائل و مناقب کا بیان مجھ ایسے قاصر البیان کا کام نہیں۔ نور الدین سمہودی نے کتاب وفاء الوفی با خبار دار المصطفےٰ کے باب (۲) فصل پندرہ میں لکھا ہے۔ کہ بعد شہادت جناب امام حسین علیہ السلام جو مدینہ میں ایک غوغائے عظیم معروف بہ واقعہ حرّہ پیش آیا۔ جس میں صدہا اصحاب قتل کئے گئے۔ عورات مہاجر و انصار و دیگر اہل اسلام لشکر یزید پر مباح ہوئیں۔ جنہوں نے اس ترکیب سے ایک ہزار بچہ جنا مسجد رسول میں گھوڑے بندھے۔ مدتوں فضلہ و پیشاب کے انبار سے وہ مسجد پاک نمونہ مزابل رہی۔ یہ سب معاملات یزید نے بربناء وصیت معاویہ کئے تھے۔ حضرات ناظرین جس مدینہ کے لشکر یزید نے یہ توقیر کی۔ اُس کی شان ایسی ارفع و اعلے ہے۔ کہ جس کا بیان خارج از طاقت بشر ہے۔ ادنے توصیف یہ ہے کہ دار المصطفےٰ و مدفن آنحضرت ہے۔ وہاں کے لوگوں کو خوف دلانا تباہ و برباد کرنا ہول و وہشت میں ڈالنا اُس جگہ کے ساکنین کی ہتک حرمت کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ امام نسائی اپنی صحیح میں لکھتے ہیں۔ (من اخاف اہل المدینۃ ظالماً اخافہ اللہ وکانت علیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین) جس نے مدینہ کے رہنے

والوں کو خوف دلایا۔ وہ ظالم ہے۔ اس پر خدا اور ملائکہ اور تمام آدمیوں کی لعنت ہو۔ تعجب ہے کہ جس پر خدا اور اسکی جمیع مخلوقات لعنت کرے۔ اُس کو امام اعظم سفیان نے لعن سے مستثنےٰ کیا۔ امام غزالی نے اُس کو مومن مان کر دعاء مغفرت میں جمیع مومنین کے ساتھ شامل فرمالیا۔ اگر حضرات اہل سنت بجرم قتل سیّد الشہداء یزید پر کوئی الزام قائم نہیں فرماتے۔ اور حادثہ اتفاقی سمجھ کر باطاعت امام اعظم اپنی زبان لعن وطعن سے روکتے ہیں۔ تو حسب روایت حضرت نسائیؒ جو کہ ائمہ احادیث سے ہیں۔ بہ گناہ تخویف اہل مدینہ آدمی بن کر اُس کو ملعون سمجھیں۔ کیونکہ حدیث نسائیؒ میں (والناس اجمعین) بھی داخل ہے۔ اور اس تعمیم نے تمام افراد بنی آدم پر احاطہ کر لیا ہے۔ خواہ وہ مسلم ہوں یا کافر۔ مدینہ والوں کے خوف دلانے والے پر سبکو لعن کرنا ضروری ہے۔ ورنہ فرد آدمیت سے خارج ہو کر کسی اور جنس کا اپنے آپ کو ماننا پڑیگا۔ یہ کیفیت تو یزید کی تھی جس نے حسب وصیت معاویہ ارض مدینہ کی یہ حالت بنائی۔ خود وصی صاحب کی اہل مدینہ پر جو عنایت ہوئی۔ اُس کو سنئے۔ جناب معاویہ نے سکنائے مدینہ طیبہ کو ایسی شدید تکلیف پہنچائی۔ جس سے بڑے بڑے ذی عزت اصحاب گھر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ لشکر معاویہ نے

مدینہ کی وہ حالت بنادی - جو سکھ اور مرہٹہ کے لشکر نے گنگا اور جمنا کے دوابہ کی بنائی تھی - شیخ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب میں لکھتے ہیں - (امام احمد بن حنبل در حدیث صحیح از جابر بن عبد اللہ انصاری روایت مے کند - امیرے کہ از اُمرائے فتنہ بمدینہ قدوم آورد - جابر رضی اللہ عنہ در انزمان در مدینہ بود - حاسۂ بصرش بعلت کبر سن رفتہ بادی گفتند - مصلحت وقت در انست - کہ چند ماہ از مقابلت ایں ظالم یکسو شوی - تا از آفت ایں فتنہ و مخافت ایں بلا سلامت مانی - گوئیند کہ دستہا بر کتف دو پسر خود نہادہ بود - از مدینہ بدر رفت بواسطۂ ضعف و پیری و عدم بصر بزمیں خورد - گفت ہلاک باد کسے کہ رسول خدا صلعم را بترسانید - یکے از پسران او پرسید - کہ ترسانیدن رسول خدا چگونہ بود - با انکہ وے رخت اقامت ازیں منزل فانی بدار باقی کشیدہ - گفت قول حضرت است - ہر کہ اہل مدینہ را بترسانید بدرستیکہ مرا بترسانید) - بعد نقل کرنے اس مضمون کے عبدالحق صاحب لکھتے ہیں - کہ (در حدیث آمدہ کہ ہیچ عمل او از فرض و نفل مقبول نیست - ہر کہ اہل مدینہ را بترساند - احادیث دریں باب بسیار است) - اُمرائے فتنہ سے جس کا نام لیا گیا ہے - وہ بقول عبدالحق صاحب بشر بن ارطاہ گورنر معاویہ تھا - قرطبی عالم

اہل سنت نے لکھا ہے۔ کہ بعد از فصل تحکیم معاویہ نے
اُس کو مدینہ میں بغرض حصول بیعت خود بھیجا۔ وہاں جاکر اُس
نے وہ ظلم وستم کئے۔ کہ مدینہ میں ہر جگہ بدامنی پھیل گئی۔
ابن ارطاۃ کا ذکر رسوا صاحب نے بھی التحقیقات میں کیا ہے۔
کیوں ناظرین ہرگاہ بروایات ثقات اہل سنت مدینہ والوں کو
رنج پہنچانا اور وہاں غدر ڈالنا اور ساکنین کو خوف دلانا باعث
کفر ولعنت خدا و ملائکہ و اہل زمین ہے۔ تو تمہارے نبی کی بیٹی
فاطمہ علیہ السلام اور اُن کے بچے حسنین اور اُن کے شوہر
علی المرتضیٰ اور بھائی برادر ہاشم وطلحہ وزبیر وغیرہ متخلفین
بیعت ابوبکر بھی تو اسی مدینہ کے رہنے والے تھے۔ ان کے
خوف دلانے بلکہ اُس سے بڑھ کر جلانے والے کے واسطے جو
بزرگوار آگ اور لکڑیاں لے کر گئے تھے۔ اور بعد غیظ وغضب
قسم کھائی تھی۔ جس کا ذکر (۱۶) مجلدات اہلسنت وخصوصاً
بیان شاہ صاحب سے اوپر دکھایا گیا۔ اُن کے باب میں آپ
کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ اگر آپ کے نزدیک وہ اُس لفظ
کے قابل نہیں۔ جس کا استعمال سکنائے مدینہ
کے ڈرانے والوں کے حق میں خدا و ملائکہ وتمام آدمی کرتے
ہیں۔ تو وجہ استثنا بیان فرمائیے۔ ورنہ کچھ کہئے اور پھر کہئے۔
ہم سادات و دیگر شیعہ تو اُن حروف مقطعات کا نہ کہنا خلاف

آدمیت جانتے ہیں۔ جس کو فرد انسانی سے خارج ہونا ہو۔ وہ نہ کہے۔ اس موقع پر حضرت رسوا وسیّد موسوی نسب سوائے تین باتوں کے اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی و امام نسائی کو غلط نویس کہکر اہل مدینہ کے خوف دلانے کو جائز و مستحب بتلائیں۔ یا اہل مدینہ وخصوص سیّدہ علیہ السلام کے رنج و خوف دینے گھر پھونکنے کو لائق مواخذہ نہ جانیں۔ بلکہ خلفاء کا حسن انتظام سمجھیں۔ باہم شیعیان خوش کلام ولطیفہ بیان کو حقیقی آدمی سمجھ کر خدا کا ہم زبان اعتقاد فرمائیں۔ چونکہ اہل سنت کی نگاہ میں صحیحین کی بڑی عزت ہے۔ لہذا در باب تعظیم مدینہ واہل مدینہ صحیح مسلم سے ایک روایت پیش کرتا ہوں۔ (قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یرید احد اہل المدینۃ بسوء الا اذابہ اللہ فی النار کما ذوب الرصاص او ذوب الملح فی الماء)۔ یعنی جو شخص کہ اہل مدینہ کے ساتھ بدی پیش آئیگا۔ وہ آگ میں جلایا جائیگا۔ اور عقوبات جبار وقہار میں گرفتار ہوگا۔ حضرت رسوا ودیگر اہل سنت خود سمجھ لیں۔ کہ صحابہ کے قتل کرنے اہل مدینہ کے تکلیف پہنچانے مسجد رسول میں گھوڑے باندھنے اُس عرض طیب میں فتنہ وفساد مچانے نبی کی پیاری بی بی کو گڑھے میں ڈالنے سے حضرت معاویہ کا کیا حال ہوگا۔ اور سیّدؑ کے گھر پہ آگ

اور لکڑیاں لے کر خوف دلانے دھمکانے ڈرانے سے حضرات شیخین کی قیامت کے دن کیا خدمت ہوگی۔ حضرت معاویہ مسلمانوں کے چنگیز خاں تھے۔ کوئی ظلم و بد ایسا نہیں تھا کہ جسکو اس امام و پیشواے اہل سنت نے اختیار کیا ہو۔ جس طرح کہ بنی امیہ نے شہداء کربلا سلام اللہ علیہما کے مقابر مقدسہ کا نشان کاشت کرانے آب فرات کاٹنے سے مٹانا چاہا تھا۔ اسی طرح حضرت معاویہ نے شہداء احد کی قبروں پر اُن کا بے نشان مدنظر کر کے نہر کو گرایا تھا۔ تا آنکہ حضرت امیر حمزہ علیہ السلام شجاع لشکر اسلام کے پائے مبارک ظاہر ہوئے۔ اور دیگر شہداے رضوان اللہ تعالے کے اجسام مبارک نظر آنے لگے۔ علامۂ سیوطی نے جو کتاب مسمی بہ شرح الصدور لشرح حال الموتی فی القبور لکھی ہے۔ اس کے باب آخر کو دیکھو۔ جس کا نام باب الاعمال ہے۔ انشاءاللہ یہ عبارت نکلیگی۔ (اِنّ معاویۃ لما اراد یجری لظامتہ مرنادی من کان لہ قتیل باحد الے آخرہ)۔ نیز علامہ ابن جوزی نے کتاب صفوۃ الصفوہ میں لکھا ہے۔ (عن جابر بن عبداللہ یقول کتب معاویہ الے عاملہ بالمدینۃ ان یجری علینا الے احد فکتب الیہ عاملہ انہا لا تجری الا علی قبور الشہداء قال فکتب الیہ انفذہا سمعت جابر بن عبداللہ یقول فرایتہم یخرجون علی رقاب الرجال کانہم

رجال قدم منے اصابت المسحاۃ قدم حمزہ فانبعث دما انتہے بقدر النجات)
اور سنئے۔ تفسیر ثعلبی میں آیہ وافی ہدایہ (لو اطلعت علیہم لولیت منہم
فرارا) کی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ معاویہ صاحب نے بغرض معائنہ و
اطلاع حال اصحاب کہف کے لاشے اکھڑوانے چاہے تھے۔
حضرت عبداللہ ابن عباس نے بڑی منت و خوشامد سے روکا۔
حقیقت یہ ہے۔ کہ خلفاء جور کے زمانہ میں مُردے اور زندے
سب آفت میں آگئے تھے۔ مسلمانوں کی زشتی اعمال سے
عجب فرمانروا ہو گذرے ہیں۔ مسند احمد بن حنبل میں لکھا
ہے۔ کہ معاویہ کے دربار میں علانیہ شراب کی پیالی چلتی
تھی۔ خود بھی پیتے تھے۔ اور رفاقت کر کے اور لوگوں کو
بھی پلاتے تھے۔ عبارت یہ ہے۔ (حدثنا عبد اللہ حدثنی
ابی ثنا زید بن الحباب حدثنی حسین بن واقد ثنا عبد اللہ بن
بریدہ دخلت انا وابی علی معاویہ فاجلسنا علی الفرش
ثم اتینا بالطعام ثم اتینا بالشراب فشرب معاویہ الی آخرہ)
مجھ کو حضرت زرسوا کی ایمانداری سے امید ہے۔ کہ اب
وہ ضرور مان جائیں گے۔ کہ ان کے ممدوح حضرت معاویہ
صدیقہ سنیان کے قاتل تھے۔ اور نیز وہ اُمرائے اسلام
میں اعلے درجہ کے منبع مفاسد و مجمع قبائح و سخت بُرے
آدمیوں میں شمار کئے جانے کی قابلیت رکھتے تھے۔

مضمون ششم مندرجہ نمبر ۶

پاکیزہ خیال میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ معاویہ نے جناب امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوایا۔ اور اون کے مرنے پر خوشی کی تکبیریں کہیں۔ اوس کا جواب الحقیقت کے صفحہ ۲۷ سطر ۱۲ پر حضرت رسوا یہ دیتے ہیں۔ کہ اہل سنت کے نزدیک یہ بدگمانی امیر معاویہ کی نسبت الحاد و زندقہ صریح ہے۔ جس مورخ نے خواہ وہ شیعہ ہوں یا سنی ایسا لکھا وہ خود گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔ اوس پر خدا کی لعنت ہو۔ اور ہم سنی لوگ بلا تعین نام لعن کرتے ہیں۔ کسی کا نام نہیں لیتے۔ مگر قاتلین حسین و حسن کو قطعی مردود جانتے ہیں حضرت رسوا کو چونکہ اپنے امام و مقتدا جناب معاویہ سے پورا وثوق شجاعت و حسن خلق ہے۔ لہٰذا اُن کو خیال ہوتا ہے۔ کہ معاویہ رسول خدا کے اصحاب اور رشتہ دار تھے۔ اون سے یہ کب ہو سکتا ہے۔ کہ اپنے نبی کے نواسے کو زہر دینے یا دلاتے۔ افسوس ہے۔ کہ اون کو سوائے غزلیات و ہزلیات کے کتب دینیات پر نظر نہیں۔ اگر وہ کچھ بھی اپنے مذہب کی کتابوں سے خبردار ہوتے۔ تو راویان حکایت

زہر خورانی کو زندیق و ملعون نہ لکھتے۔ حقیر بنظرِ تسکین رسوا و دیگر حضرات اہل جماعت اس مقدمہ کے متعلق روایات لکھتا ہے تاکہ حقیقت حال ظاہر ہو جائے۔

نام اون علماء فرقہ سنیہ کے جنہوں نے معاویہ کو ملزم زہر خورانی قرار دیا ہے

ابن عبد العزیز نے کتاب استیعاب میں لکھا ہے۔ کہ معاویہ نے جعدہ بنت اشعث کے پاس زہر بھیجا۔ کہ بوقت فرصت امام حسن کے کھانے میں ملاکر اون کا کام تمام کرے۔ ثبوت میں عبارت پیش کی جاتی ہے۔ (قال قتادہ وابو بکر بن حفص سم الحسن بن علی سمتہ امرءۃ جعدہ بنت اشعث بن)۔

سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الائمہ میں بروایت شعبی تحریر کیا ہے۔ کہ معاویہ نے حضرات امام حسن علیہ السلام کو زہر دلایا اور جعدہ سے وعدہ کیا۔ کہ بعد قتل حسن تجھ کو یزید کی بی بی بنا کر ملک شام کی شاہزادی قرار دونگا۔ مگر انجام کار اُس نے اپنے وعدہ کو وفا نہ کیا۔

پھر سبط ابن جوزی موصوف اُسی کتاب میں لکھتے ہیں۔

کہ ہمارے جد گرامی ابن جوزی صاحب نے کتاب صفوۃ الصفوۃ میں سفیان سے نقل کیا ہے۔ کہ معاویہ نے جب امام حسن علیہ السلام کو زہر دلایا۔ تو اوس پر ایک شاعر نے فی البدیہ یہ اشعار لکھے۔

تعز فکم لک من سلوۃ تفرج عنک قلیل الحزن

بموت النبی وقتل الوصی وقتل الحسین وسم الحسن

سوائے قتل وصی سید المرسلین و سبطین مضمون اشعار سے یہ بھی واضح ہو گیا۔ کہ وفات سرور کائنات سے بھی امیر معاویہ خوشدل ہوئے تھے۔ ایسے شخص کی مسلمانوں کو ضرور حمایت کرنی چاہئے۔ جس نے وفات نبی سے مسرت بے اندازہ حاصل کی ہو۔ حضرت رسول اب طرفدارئ معاویہ جسقدر عرق ریزی و بذل جہد کریں تھوڑا ہے۔ کیونکہ معاویہ شاہی حلمان ہیں۔ سبط ابن جوزی یہ بھی لکھتے ہیں۔ کہ معاویہ نے دونوں صاحب زادوں کے لئے زہر بھیجا تھا۔ مگر اتفاق سے ایک صاحب اوس وقت بچ گئے۔ اور دوسرے اُن کی خوش تدبیری سے رہگرائے عالم بقا ہو گئے۔ عبارت یہ ہے۔ (قال ابن سعد سمہ معاویہ مرارا لانہ کان یقدم علیہ الشام ہو واخوہ الحسین) ناظرین باتمکین پر واضح ہووے کہ درینولا عبارت عربی سے لوگوں کو دلچسپی نہیں۔ جہاں کسی کتاب میں خط نسخ دیکھتے ہیں۔

فوراً ابیدل ہو جاتے ہیں۔ بنظر اطمینان حضرت رسوا و دیگر صاحبان فہم دو تین عبارتیں نقل کر دیں۔ اب صرف اردو میں مضمون روایات نقل کرتا ہوں۔ اگر عبارات محررہ حقیر کو کتب محولہ میں نہ پائیں۔ تو میری تمامتر تحریر غلط سمجھیں۔ بصورت صحت ہر مضمون کو اصل کتاب تصور فرمائیں۔ مزی نے کتاب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال میں بروایت اُمّ بکر بنت المسبور لکھا ہے۔ کہ معاویہ نے بواسطۂ جعدہ امام حسن کو ایسا زہر دلایا۔ جس سے اون کا جگر ٹکڑہ ٹکڑہ ہو گیا۔ بعد وفات عوراتِ بنی ہاشم نے حسب ضابطہ نسوانی نوحہ و بیان میں اس مضمون کو علانیہ ظاہر کیا۔ امام ذہبی نے تہذیب التہذیب میں معاملہ زہر کا ذکر کیا ہے۔ کتاب مراۃ العجائب مصنفہ شیخ ابو عبداللہ محمد بن زین العابدین ابن الواقدی میں سبب وفاتِ امام حسن یہ ہی تحریر ہے۔ کہ معاویہ نے جعدہ کی معرفت زہر کھلوایا۔ اور ایک لاکھ درہم و عقد یزید کا اوس سے وعدہ کیا۔ مگر انجام کار جعدہ کو یہ ہی جواب دیا۔ کہ جب امام حسن سے تو نے یہ عمل زشت کیا۔ تو یزید کو تیرا زوجہ ہونا کیا فائدہ دیگا۔ زمخشری نے ربیع الابرار کے باب ۸۱ میں لکھا ہے۔ کہ معاویہ نے ایسا زہر حسن کو دلایا۔ کہ جس سے اون کا جگر صد پارہ ہو گیا۔ ابوالحسن مداینی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ کہ اونچاس برس کی عمر میں امام حسن نے وفات

ہالی۔ چالیس روز بیمار رہے۔ معاویہ نے ایک لاکھ درہم وعقد یزید کے وعدہ پہ جعدہ بنت اشعث سے ایسا فعل کرایا۔ عبدالقادر بن محمد طبری جو کہ محب الدین طبری ریاض النظرہ کے نواسہ ہیں۔ کتاب حسن السریرۃ میں حسب مضمون بالا لکھتے ہیں۔ چونکہ عبارت مختصر ہے۔ لہذا نقل کرتا ہوں۔ (کان سنہ سبع واربعین من الہجرۃ دس معاویہ الی جعدہ بنت الاشعث بن قیس الکندی زوجۃ الحسن بن علی ان تسقی الحسن ویوجہ لہا مائتہ الف ویزوجہا من ابنہ یزید ففعلت ذلک)۔

اشعار متعلق بہ مضمون بالا

مات بالسم من الکندیہ ✤ زوجتہ الجثنئیہ الجریہ
لکن بامر جاء من معاویہ ✤ فمن وعود لیست لوافیہ

اے حضرات ناظرین جناب معاویہ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ کہ زہر دلا کر محض دل ہی میں خوش ہو لئے ہوں۔ یہ نہیں بلکہ ایسے فرحت ناک ہوئے۔ کہ بیساختہ تکبیر شکریہ ادا کرنے لگے۔ اور دیگر اہل شام بھی اس بلند آوازی سے غوغائی تکبیر میں شریک ہوئے۔ کہ کروبیان فلک کے کان گنگ کیا دئے۔

جن جن کتب میں یہ واقعہ ہوش ربا وعبرت افزا لکھا ہے۔ اون کے نام عرض کرکے دو ایک کتاب کی

عبارت بھی نقل کردوں گا۔ تاکہ میرے کلام کی راستی ظاہر ہو۔

نام اون کتب کے جن میں وفات امام حسن پر معاویہ کا معہ اہل شام تکبیر کہنا لکھا ہے

نزل الابرار مرزا محمد بن معتمد خان بدخشانی۔ تاریخ خمیس۔ مفتاح النجا۔ ربیع الابرار زمخشری۔ عبارت تاریخ خمیس پیش کی جاتی ہے۔

وفی حیوۃ الحیوان قال ابن خلکان انہ لما مرض الحسن کتب مروان بن الحکم الی معاویۃ بذلک وکتب الیہ معاویہ ان اقبل المسطی الی بخبر الحسن فلما بلغ معاویۃ مرتبہ سمع تکبیر من الخضراء فکبر اہل شام لذلک التکبیر فقالت فاختۃ بنت قریظہ لمعویۃ اقر اللہ عینک ما الذی کبرت لاجلہ فقال مات الحسن فقالت علی موت ابن فاطمۃ تکبر فقال ماکبرت شماتتہ ولکن استراح قلبی۔

خلاصہ یہ ہے۔ کہ معاویہ کو مروان نے خبر دی۔ کہ امام حسن بیمار ہیں۔ اوس نے جواب میں لکھا۔ کہ نتیجۂ علالت سے

فوراً مجھ کو آگاہ کرنا - جبکہ وہ وفات پا گئے - تو مروان نے یہ
خوش خبری بھیجی - بفور اطلاع اُنہوں نے اور نیز باتباع اون
کے اہل شام نے تکبیر کہی - تب مسماۃ فاختہ بنت قریضہ نے
کہا - کہ ہائے ابن فاطمہ کے مرنے پر یہ تکبیریں کہی جاتی ہیں -
معاویہ نے جواب دیا - کہ یہ از راہ شماتت نہیں - بلکہ اون
کے مرنے سے میرے قلب نے راحت پائی - کتاب مفتاح النجا
میں معاویہ کا حضرت حسن کی وفات پر سجدۂ شکر ادا کرنا بھی
لکھا ہے - اور لیجئے - ملا محمد حسین کاشفی نے جنکی تفسیر حسینی
اہل سنت میں نہایت سندی سمجھی جاتی ہے - روضۃ الشہدأ
میں لکھا ہے - کہ قبل ازیں حضرت معاویہ اورا (مراد از جعدہ)
بمال دنیا فریب دادہ قدرے زہر دادہ بود - کہ در وقت
فرصت حسن را بخوراند) - چونکہ حضرت رسوا لکھ چکے ہیں
کہ جس کسی عالم نے زہر کھلانا منسوب بہ معاویہ کہا ہے - وہ
زندیق و ملحد و ملعون ہے - اب ارشاد ہو - کہ یہ تمام علماء
جنکی عبارتیں نقل کی گئیں - حضرت رسوا کے نزدیک کیسی
ہیں - چونکہ قاتلان حسنین کے ملعون کہنے کا وہ وعدہ کر چکے
ہیں - پس جبکہ اتنا بھاری ثبوت حق معاویہ شامل مثل کیا گیا
(تو) اب معاویہ صاحب کو حضرت رسوا کن لفظوں سے یاد کریں
گے - جناب رسوا کو سوائے صورت ذیل کوئی مفر نہیں - اول

مضامین مصرحہ بالا کا کتب محولہ میں نہ درج ہونا ثابت فرمائیں
دوم بصورت درج ہونے کے ادن علمائے کا عند السنیہ غیر معتبر
ہونا ظاہر کریں۔ سوم حسب وعدہ خود اون کو زندیق کہیں۔
چہارم بشرط صحت مضامین حضرت معاویہ کے باب میں
وہی لفظ جاری کریں۔ جس کا بحق قاتلان کہنا اونہوں نے
تحریر فرمایا ہے۔ افسوس ہے۔ کہ حضرت رسول کچھ نہ کر سکے
جیسے ہیں ویسے ہی رہینگے۔ اور اسی اعتقاد پر سبقت فرما کے
عالم بقا ہوں گے۔ اور حضرت معاویہ کے ساتھ محشور
ہو کر اون کے جوار میں بستر لگائیں گے۔ اگر رسول خدا بھی
اون سے کہیں۔ کہ معاویہ میرے خاندان کا دشمن تھا۔ تم
اس کو اپنا امام نہ سمجھو۔ تب بھی نہ مانیں گے۔ حضرت رسوا کو
حقیر اون کے مقتدا کا انجام بھی دکھاتا ہے۔ کہ کیسا ہوا۔
امام راغب اصفہانی نے کتاب محاضرات میں لکھا ہے۔ کہ
جب معاویہ صاحب نے وفات پائی۔ تو اون کے گلوے
مبارک میں صلیب پڑی ہوئی تھی۔ جسکو کسی نصرانی
طبیب نے اپنے مذہب و ملت کے موافق بنظر خیر و برکت
ڈالا تھا۔ عبارت بہت طولانی ہے۔ لہذا نقل نہیں کی
گئی۔ جسکو شوق ہو۔ جلد دوم تشئید المطاعن مطبوعہ مطبع
مجمع البحرین لودھیانہ کے صفحہ ۱۲۴ پر ملاحظہ فرمالیوے۔

معاویہ کے حالات فی الواقع ایسے ہیں۔ کہ جنکو دیکھ کر مسلمانوں کا دل کانپ اُٹھے۔ اور ممکن نہیں۔ کہ کسی کی طبیعت اوس کے امام ابرار نیکوکار ماننے پر رضامند ہو سکے۔ مگر یہ بات ایسی مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے۔ کہ جس نے خاندان نبوت کی تعظیم وتکریم کو اپنا ایمان سمجھا ہو۔ نہ اون مسلمانوں سے جنھوں نے اون کا مال ضبط کرنا گھر جلانا جائز خیال کیا ہو۔ حضرت رسوا نے تو محض معاویہ دشمن الرسول سے اپنا حسن خیال ہی ظاہر کیا ہے۔ مسلمانوں میں تو ایسے بزرگوار بھی گذرے ہیں۔ جو بہ نفس نفیس اون کا چھپر پھونکنے کے لئے آگ اور لکڑیاں لے کر حمالۃ الحطب کی یادگار بنے تھے۔ وہ بھی مسلمان بلکہ مجتہد و ائمہ دین کہے جاتے ہیں۔ جنھوں نے خاندان نبوت کو علانیہ کربلا میں تہ تیغ کیا۔ ہرگاہ یزید منجملہ ائمہ اثنے عشر چھٹا خلیفہ رسول اللہ وہادی امت اعتقاد کیا گیا ہے۔ جیسا کہ آئندہ ظاہر ہونے والا ہے۔ تو معاویہ کا زہر دلانا ایک چوری چھپی کی بالواسطہ کارروائی تھی۔ اگر اوس کو حضرت رسوا نے اپنا سردار دین قرار دیا۔ تو کیا بیجا کیا۔ میں بنظر آگاہی عامتہ الناس یہ بات دکھلانا چاہتا ہوں۔ کہ بڑے بڑے علماے اہل سنت نے معاویہ کی مدح سرائی میں قلم فرسائی کی ہے۔ ابن حجر مکی نے

صواعق محرقہ میں درباب فضائل معاویہ ایک طولانی مضمون لکھا ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے۔ کہ جناب معاویہ خلیفۂ برحق وامام الصدق تھے۔ اون کی خلافت ہر عنوان سے جائز وصحیح ہے۔ سوائے ازیں خاص ایک رسالہ مسمی بہ تطہیر اللسان مناقب معاویہ میں لکھا ہے۔ جو کہ صواعق محرقہ مطبوعہ مصر کے حاشیہ پر چھپا ہوا میں نے بمقام جگادری ضلع انبالہ جناب مولوی مظہر حسن صاحب مولف تہذیب المتین کے پاس بچشم خود دیکھا ہے۔ شاہ ولی اللہ پدر صاحب تحفہ نے جو بہ نسبت امیر معاویہ اپنا عقیدہ ظاہر کیا ہے۔ اور اپنے سنی بھائیوں کو ہدایت فرمائی ہے۔ اوس کو ازالۃ الخفا سے نقل کر کے اہل نظر کو دکھاتا ہوں۔ (تنبیہ سوم بایہ داشت۔ کہ معاویہ ابن ابوسفیان رضی اللہ عنہ یکے از اصحاب آنحضرت بود وصاحب فضیلت جلیلہ در زمرۂ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین زنہار در حق او سوء ظنی نہ کنی۔ ودر ورطۂ سب او نہ افتی۔ تا مرتکب حرام نشوی۔ وعقل نیز برآں دلالت میکند۔ زیرا کہ از طرق کثیرہ معلوم شدہ۔ کہ آنحضرت فرمودند۔ کہ وے فی وقت عن الاوقات خلیفہ خواہد شد۔ ودر احادیث نبوی واسناد ثقات آمدہ۔ کہ حضرت پیغمبر در حق معاویہ دعا کردہ فرمودہ اللہم علمہ الکتاب والحساب وقہ العذاب۔ وجائے دیگر فرمودہ

اللھم اجعلہ ہادیاً و مہدیاً)۔ سبحان اللہ حضرت معاویہ جناب امیر سے جنگ کریں۔ صدہا اصحاب کو لوہے کے گھاٹ اُتاریں۔ بی بی عائشہ کو شکار کریں۔ امام حسن علیہ السلام کو زہر دیں۔ اُن کی وفات پر تکبیریں کہیں۔ سجدۂ شکر ادا کریں۔ اور بقول ولی اللہ صاحب رسول خدا اون کو ہادی و مہدی و عالم قرآن بتلائیں۔ ہم شیعہ لوگوں نے نہ کسی کا حق غصب کیا۔ نہ کسی امام جائز الاطاعت سے لڑے۔ نہ کسی نبی کے نواسہ کو مثل معاویہ زہر دلایا۔ نہ اُمہات المومنین سے کسی ام المومنین کو گڈھے میں گرایا۔ خواہ مخواہ محض دو تین حرفوں کو بحق ظالمان آل محمدؐ زبان پر جاری کرنے سے مجرم قرار دئے گئے۔ جبکہ ایسے سنگین جرائم اور شدید وارداتیں کرنے سے معاویہ ہادی و مہدی و امام امت و خلیفۂ وقت سمجھے گئے۔ تو ہم بیچاروں کو سُنی صاحب مجرد صاحب اسلام ہی اعتقاد فرمالیں ورنہ بڑی ناانصافی متصور ہے۔ حضرت پیران پیر و غوث الاعظم نے جو جناب معاویہ کی تعریف میں توسن قلم کو گرم عنان کیا ہے۔ اوس کی تیز قدمی و زود روی بھی دیکھئے۔ زمانہ حال میں مولوی خلیل احمد صاحب نے ایک کتاب تالیف فرمائی ہے جسکو اہل سنت عجائب قدرتِ خداوندی اشتہارات میں لکھتے ہیں۔ اُس کا نام ہدایات الرشید ہے۔ اوس کے صفحہ ۴۹۰ پر

غنیۃ الطالبین شیخ عبد القادر صاحب سے دربارہ صحت خلافت
ابوبکر ایک بڑی طولانی عربی عبارت نقل ہوئی ہے۔ اوسکو چھوڑ
کر وہ ترجمہ لفظ بہ لفظ عرض کرتا ہوں۔ جو کہ کتاب موصوف
میں مولوی صاحب ممدوح نے تحت عبارت کیا ہے۔
(پھر معاویہ ابن سفیان کی خلافت بعد وفات علی اور بعد
جدا کرنے امام حسن کے اپنے نفس کو خلافت سے اور سپرد
کرنے خلافت کے امیر معاویہ کو بسبب راے کے جو حضرت
حسن نے سوچی اور بسبب تحقیق ارشاد نبی کے حسن کے
بارہ میں کہ یہ فرزند میرا سردار ہے۔ اللہ تعالے اس کے
سبب سے دو بڑی جماعتوں میں اصلاح کریگا۔ ثابت اور
صحیح ہے۔ پس اوس کی امامت امام حسن کے عقد کرنے
سے اوس کے لئے لازم ہو گئی۔ پس اوس برس کا نام
عامۃ الجماعت ہو گیا۔ اس لئے کہ سب سے خلافت اٹھ
گیا۔ اور سب معاویہ کے تابع ہو گئے۔ کیونکہ اوس
وقت کوئی تیسرا شخص خلافت میں جھگڑا کرنے والا باقی نہ
رہا۔ اور اوس کی خلافت نبی صلعم کے قول میں مذکور
ہے)۔ افسوس ہے۔ جبکہ پیران پیر فضائل معاویہ کی
تحریر میں قلم بدست ہوئے تھے۔ اوس وقت اون کو
یہ یاد نہ رہا ہوگا۔ کہ یہ شخص ہمارے جدّ امجد کو گالیاں

دیا کرتا تھا۔ دوسرے جد پاک امام حسن کو اسی نے زہر دلایا تھا۔
واہ رے جوش سیادت واقع میں سید ایسا ہی ہونا چاہیئے۔
جو اپنے اجداد کے دشمنوں کا بھاٹ ہو۔ جناب رسوا صاحب
نے الحقیقت کے صفحہ ۲۵ پر حضرت غوث الاعظم کو حسنی سیدوں
کا آدم ثانی لکھا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے۔ کہ حسنی سید عموماً
تمام تر سنی ہوتے ہیں۔ سنی سیدوں کو خوش ہونا چاہیئے۔
کہ وہ ایسے آدم کی اولاد میں ہیں۔ جو اپنے دادا کے دشمن کا
دوست ہے۔ حسنی اور حسینی سید دونوں کے لئے ایک
ایک آدم ہے۔ رسوا صاحب نے الحقیقت کے صفحہ مذکورہ
پر لکھا ہے۔ کہ سادات حسنی کے آدم ثانی غوث الاعظم ہیں۔
اور سادات حسینی کے آدم ثانی سید الساجدین ہیں۔
دونوں آدم کی عزت دیکھنی چاہیئے۔ ایک کی سیادت پر
تمام عالم کو اتفاق ہے۔ اور دوسرے کی شیخی ایسی
مشہور زمانہ ہے۔ کہ ہر گروہ کی زبان پر شیخ عبدالقادر
جیلانی جاری و ساری ہے۔ بعض حضرات کہہ دیتے ہیں۔
کہ پیران پیر کو شیخ بوجہ تعظیم مرتبت کہا جاتا ہے۔ ورنہ
وہ دراصل سید تھے۔ میں عرض کرتا ہوں۔ کہ چھوٹے لقط
کا بڑے لفظ سے تبادلہ کرنا داخل عزت ہے۔ کیا سید کوئی کم
رتبہ کا خطاب ہے۔ جو شیخوخیت پر ترقی لے گئے رسول مقبول کو

سید کہتے ہیں۔ شیخ کوئی نہیں کہتا حسنین بھی سید کہے جاتے ہیں۔ اگر کسی معمولی سید کو شیخ کہدیا جائے۔ تو مرنے مارنے پر آمادہ ہو جائے۔ پیران پیر اصل سید نہیں۔ ہاں معاویہ شاہی ضرور ہیں۔ اگر ان میں کچھ بھی اصالت ہوتی۔ تو دادا کے قاتل کو اپنا امام نہ فرماتے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ سادات حسنی کے آدم ثانی شیخ عبد القادر جیلانی کی اصلیت دکھلادی جائے۔ کہ یہ کس نمبر کے سید ہیں۔ حقیقت واقعی یہ ہے۔ کہ یہ شخص ایسا دشمن خاندان نبوت تھا۔ کہ اوس کا ثبوت دینے کی مجھ کو کوئی ضرورت نہیں۔ صرف اتنا کہہ دینا کافی سمجھتا ہوں۔ کہ معاویہ کی مداحی اس شیخ سید نما کی تصدیق سیادت کے لئے ایسی سچی معیار ہے۔ کہ جس سے کھوٹے کھرے کی پورے طور پر تمیز ہو سکتی ہے۔ واللہ سادات کا غلام کبھی جان نثار معاویہ نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ سید۔ اہل سنت کی ایک کتاب مسمی بہ عمدۃ الطالب ہے۔ اوس میں صفحہ ۱۴۲ پر یہ عبارت لکھی ہے۔ (وقد نسبوا الی عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن محمد بن الرومیہ المذکور الشیخ الجلیل محی الدین عبد القادر الکیلانی فقالوا ہو عبد القادر بن محمد جنگی دوست بن عبد اللہ المذکور ولم یدع الشیخ عبد القادر ہذا النسب ولا احد من اولادہ وانما ابتدائیہا ولد ولدہ القاضی

ابو صالح نصر بن ابی بکر بن عبد القادر ولم یقم علیہا بینۃ ولا عرفہا له احد علی ان عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ رجل حجازی لم یخرج عن الحجاز وہذا الاسم اعنی جنگ دوست اعجمی صریح کما تراہ ومع ذلک کلہ فلا طریق الی اثبات ہذا النسب الا بالبینۃ الصریحۃ العادلۃ وقد اعجزت القاضی ابا صالح واقترن بہا عدم موافقہ جدہ عبد القادر واولادہ لہ واللہ سبحانہ اعلم)۔

حاصل کلام یہ ہے۔ تحقیقکہ بعض لوگوں نے عبد القادر جیلانی کو۔ عبد اللہ بن محمد بن الرومیہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ یہ عبد القادر بن محمد جنگی دوست بن عبد اللہ مذکور ہیں۔ سیادت کا دعوے نہ تو خود عبد القادر جیلانی نے کیا۔ اور نہ کسی دوسرے شخص نے اون کی اولاد سے عبد القادر کے پوتے قاضی ابو صالح نصر بن ابی بکر بن عبد اللہ اول مدعی سیادت ہوئے۔ شیخ موصوف کے سید ہونے پر نہ کوئی شہادت قایم ہوئی ہے۔ اور نہ کوئی شخص اون کو سید جانتا ہے۔ علاوہ ازیں عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ اہل حجاز سے ہیں۔ کبھی اون کو بیرون حجاز جانیکا اتفاق نہیں ہوا۔ جنگی دوست فارسی لفظ ہے۔ پس کسی طرح یہ نسب یعنی سیادت اون سے چسپان نہیں ہو سکتا۔ نہ کوئی صریح شہادت اسبارہ میں ہے۔ اور نہ کسی

عادل کا بیان اس نسب کے موئید پایا گیا ہے۔ ابو صالح سے
جب شہادت مانگی گئی۔ تو وہ گواہان سیادت کے
پیش کرنے سے عاجز ہوئے۔ عبد القادر صاحب کے
غیر سید ہونے کی یہ بڑی قوی دلیل ہے۔ کہ وہ اور اُن کی
تمام اولاد کبھی دعویدار سیادت نہ ہوئے۔ لمولف واہ
سبحان اللہ سادات حسنی کے آدم ثانی ایسے لاثانی ہیں۔ کہ جنہوں
نے خود کبھی اپنی آدمیت کا اقرار نہیں کیا۔ بقولے پیراں نمے
پرند و مریداں مے پرانند۔ ابو صالح نے دعوی سیادت
کیا۔ اور سنیوں نے اوس کو ایسی رونق دی۔ کہ درجہ آدم
پر پہنچا دیا۔ اہل سنت شیعہ سیدوں کو بے وقار جانتے
ہیں۔ اور جو شخص کہ بلباس سنیت دعوے سیادت کرے
اوس کو بڑا پیر سمجھتے ہیں۔ ہم لوگ خدانخواستہ سادات حسنی
کے مخالف نہیں۔ ایماناً و انصافاً جیسے حسینی ویسے ہی حسنی۔
مگر جو سید اپنے آپ کو حسنی بیان کر کے شیخ جی کی اولاد سے
ظاہر کرے گا۔ اوس کو ہم جنگ دوست کی ذریت سمجھیں
گے۔ اولاد رسول ہرگز ہرگز نہ مانیں گے۔ پس اصلی سید ہم
ہیں۔ جو اپنے بزرگوں کے دشمنوں سے سوائے مشہور
لفظوں کے کسی دوسری طرح پیش ہی نہیں آتے۔ اس زمانہ
غیبت میں اگر ہمارے ہاتھ پیر معطل ہیں۔ تو زبانی تیروں ہی

ہے اون کے جگر کو خانہ زنبور بناتے ہیں۔ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ
ہم زمانۂ حال کے سادات اپنے بزرگوں کے مخالف ہیں۔
نسلاً بعد نسلٍ سادات اور اون کے لواحقین کے خیالات
خاندانی دشمنوں سے ایسے ہی رہے ہیں۔ جیسے کہ اب شیعہ
سیّدوں کے ہیں۔ بہت پورانے زمانہ کی ایک حکایت
بطور نمونہ پیش کرتا ہوں جس سے معروضۂ حقیر کی صداقت
ہوگی۔ روض المناظر جو کہ ایک بڑے درجہ کی مشہور کتاب
ہے۔ اور اہل سنت اوس کا عز و اقتدار بہت اعلیٰ درجہ
میں شمار کرتے ہیں۔ اوس میں بذیل حالات معاویہ بڑی
طولانی عربی عبارت لکھی ہے۔ صرف اوس کا ترجمہ لکھتا
ہوں۔ اور وہ ترجمہ کہ جس کو ایک عالم اہل سنت نے کیا ہے
مولوی کریم الدین پانی پتی نے تاریخ ابو الفداء کا ترجمہ اردو میں
کیا ہے۔ اوس ترجمہ کو تاریخ مذکور کے صفحہ ۷۵۴ سے حرف
بحرف نقل کرتا ہوں۔ ل اروی بنت حارث بن عبد المطلب
بن ہاشم ایک روز معاویہ کے پاس تشریف لائیں۔ اور یہ
بڑھیا کبیر السن تھیں۔ اِن کو دیکھ کر معاویہ نے کہا۔ کہ مرحبا
اے خالہ آپ کس طرح پر ہیں۔ اوس نے کہا۔ اے بھانجے
اچھی ہوں۔ پھر اوس بیوی نے یہ کہا۔ معاویہ تو نے کفران
نعمت کی۔ اور اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ تو نے برائی کی۔

(مراد از علی) اور اوس کی صحبت کو فراموش کیا۔ اور اپنا نام تو نے دور رکھا۔ جو تجھ کو زیبا نہ تھا۔ (امیر المومنین) اور غاصب حق غیر ہو گیا۔ اور ہم لوگ اہل بیت کے سبب آدمیوں سے بہت رنج اور مشقت اوٹھا چکے ہیں۔ یہاں تک کہ انتقال فرمایا نبی نے اوس کی سعی کے ہم شکر گزار ہیں۔ اور رتبہ اوس کا بلند ہوا پھر ہم پر بعد انتقال آنحضرت کے یتیم اور عدی اور امیہ آکودے۔ (مراد از ابوبکر و عمر و عثمان) ہم نے اپنا حق چھوڑ دیا اور تم والی ہو گئے ہم پر اور حالانکہ ہم تم میں بمنزلہ بنی اسرائیل کے ہیں آل فرعون میں۔ اور علی ابن ابی طالب بعد ہمارے نبی کے بمنزلہ ہارون کے تھا موسٰے سے۔ عمر ابن العاص (وزیر معاویہ) بولا۔ کہ چپ رہ اے بڑھیا گمراہ! تیری عقل جاتی رہی ہم سے نہ بول۔ اوس نیک بخت بیوی نے فرمایا۔ کہ اے باغیہ کے بچے تو بھی کلام کرتا ہے۔ تیری ماں مکہ میں بغاوت اور شقاوت کتنی کچھ کر چکی ہے۔ جس نے چاہا۔ اُس سے بغل گرم کی۔ چنانچہ تیرے نسب کا دعوے پانچ شخصوں نے قریش سے کیا تھا۔ اور اس امر کا سوال تیری ماں سے کیا گیا۔ اوس نے کہا۔ کہ پانچوں نے مجھ سے صحبت کی ہے۔ پھر تیری صورت دیکھی گئی۔ کہ کس کے مشابہ ہے جس

میں بہت ملتی ہو۔ اوس کے نسب سے اوس کو قرار دو۔ پس غالب ہوئی تجھ پر مشابہت عاص ابن وائل کی۔ اس کے نسب میں تجھ کو ملایا۔ معاویہ بولا۔ خیر جانے دو جو ہوا سو ہوا۔ گذشتہ را صلواۃ۔ آپ اپنی حاجت فرمائیے۔ اوس بڑھیا نے کہا۔ کہ دو ہزار دینار چاہتی ہوں۔ میں اپنی کھجوروں کے واسطے پانی خریدوں گی۔ جو فقراء الحارث میں عبد المطلب کی زمین میں ہیں۔ اور دو ہزار دینار اور تاکہ فقراء بنی الحارث کا نکاح کر دوں۔ اور دو ہزار واسطے مددگاری شدت اور تکلیف زمانہ کے۔ معاویہ نے چھ ہزار دینار دلوا دیئے۔ اوس نے لے لئے اور چلی گئی۔ اس عبادت سے چند فوائد پیدا ہوئے۔ اول یہ کہ آل عبد المطلب سے ایک کبیر السن ذی عزت بی بی نے جس کے سامنے تمام واقعات گذرے تھے۔ ثلاثہ کو مالک غیر جائز ظاہر کر کے مماثل تابعین فرعون قرار دیا۔ دوم یہ کہ معاویہ کو کفران نعمت و حق صحبت فراموش کرنے والا ظاہر کیا۔ سوم یہ کہ اہل بیت نے تمام آدمیوں سے جو کہ غاصب حقوق تھے۔ رنج و مشقت اوٹھایا۔ چہارم یہ کہ عمر ابن العاص وزیر معاویہ جس نے حکم بن کر معاویہ کو خلیفہ بنایا تھا۔ اور جسکو اہل سنت صحابی

جلیل القدر اعتقاد کر کے بلفظ حضرت یاد کرتے ہیں۔ اور جس سے صحاح اہل سنت میں ہزارہا احادیث لی گئی ہیں۔ وہ پانچ مردوں کی محبوبہ کا نورچشم تھا۔ پنجم یہ کہ معاویؔ نے تمام تقریر اور خصوص نسبی بحث میں سوائے تسلیم کوئی رد و انکار نہیں کیا۔ کمال تعجب ہے۔ کہ خاندان نبوت کی ایک تجربہ کار و واقف حال بی بی زندہ تاریخ بنکر ثلاثہ و معاویہ کی اس عنوان سے قلعی کھولے۔ کہ جیسے ہم متاخرین کھول رہے ہیں۔ اور شیخ صاحب ان سب لوگوں کو مع معاویہ خلیفہ حق ارشاد فرمائیں۔ کیوں نہ ہو۔ آخر کو سید تھے۔ کچھ اثر سیادت ضرور ہونا چاہئے۔ ہائے افسوس اس معاویہ شاہی جماعت نے معاندین خاندان رسالت کی توصیفات سے اوراق کتب سیاہ کر کے خلایق کو بدراہ کر دیا۔ باعتبار تالیفات ہیچو حضرات اہل سنت دشمنان آل نبی کے دوست بنکر قوت استحالہ سے کچھ کے کچھ ہو گئے۔ یہ ہی اثر حضرت رسوا اور سید موسی نسب اور دیگر ان کے ہم خیالوں پر پڑا۔ لیکن اب میں امید کرتا ہوں۔ کہ جناب ممدوح واقعات صحیح پر مطلع ہو کے مرکز اعتدال پہ آجائیں گے۔ اگر خاندان نبوت کی دوستی کا مواد بالکل ہی زائل نہ ہوگا۔ تو کسی قدر

خفت ضرور ہو جائے گی۔

مضمون جواب ہفتم مندرجہ نمبر ۷

پاکیزہ خیال میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ بموجب حدیث متواتر و مشہور مسئلہ فریقین آنحضرت نے خلفاء اثنے عشر کی بشارت دی ہے۔ اوس میں عند السنیہ معاویہ و یزید و مروان و عبد الملک وغیرہا بھی خلیفہ رسول اللہ سمجھے گئے ہیں۔ اس کا جواب حضرت رسوا الخفیفت کے صفحہ ۵۱ پر یہ عنایت فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ہمارے بعد قریش میں سے بارہ خلیفہ ہم عدد نقیبان بنی اسرائیل ہوں گے۔ مگر آنحضرت نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ وہ راشدین بھی ہوں گے۔ آگے لکھتے ہیں۔ کہ شیعہ نے بموجب اس حدیث کے اولاد رسول کو جو کہ دوازدہ امام مشہور ہیں خلیفہ رسول سمجھا۔ اور سنیوں نے بھی اول محبت اور انصاف سے اونہیں ائمہ اطہار پر نظر ڈالی۔ اُن میں تقدس و تقرب الی اللہ تو بہت کچھ تھا۔ مگر صفت نقابت نہ تھی۔ کیونکہ نقیب عصا بردار کو کہتے ہیں۔ جس کے

ہاتھ میں حکومت کی چھڑی ہو۔ وہی نقیب ہے۔ چونکہ ائمہ اثنے عشر سے کسی کو حکومت وسیاست حاصل نہیں ہوئی۔ لہذا اہل سنت نے اون کو چھوڑ دیا۔ چاروں خلیفوں کو لیا۔ اور باقی اون بزرگوں کو جنکے عہد دولت میں تائید دین متین وعروج اسلام ہوا۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے جو یزید کا شمار بارہ خلفاء میں کیا ہے۔ وہ علماے قدیم کی تحقیق سے ہے۔ واقعات تاریخی کے اعتبار پر اونہوں نے لکھ دیا ہے۔ اب آخرہ اس جگہ چند امور قابل غور و تحقیق ہیں۔ اول یہ کہ وہ بارہ خلیفہ جنکی خبر آنحضرت نے دی۔ راشدین تھے یا نہ۔ دوم یہ کہ نقیب عصا بردار کو کہتے ہیں جس سے حکومت فی الارض متعلق ہو یا کہ اوس کے معنی کچھ اور ہیں۔ سوم یہ کہ یزید و مروان وغیرہا علماے قدیم اہل سنت کی تحقیقات سے از جملہ ائمہ اثنے عشر ہیں۔ یا نہیں۔

چہارم۔ شیعہ دوازدہ امام کو مقصود حدیث خلفاء اثنے عشر سمجھنے میں برسر راستی ہیں۔ یا سنی صاحبان معاویہ ویزید و مروان وغیرہ کے خلیفہ جاننے میں ہر چہار توضیحات بالا کو بہ تفصیل عرض کیا جاتا ہے۔ تاکہ ناظر اور ارق کا پورا اطمینان ہو جائے۔

اوّل خلفاء دوازدگانہ راشد یانہ تھے

اہل سنت منجملہ بارہ کے چار خلیفہ تو خلفاء اربعہ کو بیان کرتے ہیں۔ اور آٹھ معاویہ و یزید و مروان وغیرہ کو۔ اول طبقہ کے چار بزرگواروں کو راشد کہتے ہیں۔ چنانچہ راشدین کے لفظ ہر سنی کی زبان پر چار خلیفوں کے واسطے جاری ہے۔ عقل تجویز نہیں کرتی۔ کہ آنحضرت بارہ خلیفوں کی خبر دیں جن میں چار راشد اور آٹھ غیر راشد۔ ایک خلافت نبوی دو طرح کی نہیں ہوسکتی۔ خلیفہ نائب کو کہتے ہیں۔ نائب کے وہی احکام ہوتے ہیں۔ جو کہ منیب کے ہوا کرتے ہیں یہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ کہ چار شخص احکام خدا کو مثل رسول پاک چلائیں۔ اور ان سے دوگونہ جماعت آٹھ آدمی غیر راشد طریقہ پر رفتار اختیار کریں۔ ایسے اشخاص جو کہ منیب کے راستہ پر نہ ہوں۔ نائب نہیں کہے جاسکتے۔ خلافت نبی کی صفت اوسی پر صادق آئیگی۔ جو کہ مثل نبی احکام شریعت کا جاننے اور چلانے والا ہوگا حضرت رسوا اپنے رسالہ الحقیقت میں لکھتے ہیں۔ کہ آنحضرت نے یہ کب قید لگائی ہے۔ کہ وہ راشد بھی ہوں گے۔ حقیر بصد ادب۔

عرض کرتا ہے۔ کہ جناب رسوا اور اون کے ہم مذہب ارشاد فرمائیں۔ کہ رسول مقبول نے یہ کہاں فرمایا ہے۔ کہ سب غیر راشد ہوں گے۔ یا یہ کہ چار ایسے اور آٹھ ویسے ہوں گے۔ سبحان اللہ کیا اسلام اور کیا حمیت اسلام ہے۔ نبی اپنے بعد ہم عدد نقباء بنی اسرائیل بارہ خلفاء کی سچی پیشین گوئی فرمائیں۔ اور اہل سنت اون کو غیر راشد بتلائیں۔ شاید جناب رسوا بنی اسرائیل کے بارہ سرداروں کو بھی جن کی خبر قرآن پاک میں بہ توصیف دی گئی ہے۔ غیر راشد جانتے ہوں گے۔ اگر خلافت نبوی کے واسطے رشادت کی ضرورت نہ تھی۔ تو بارہ کی قید کیوں بیان کی گئی۔ ہر بادشاہ اسلام قیامت تک خلیفہ رسول کہا جا سکتا ہے معاویہ و یزید و مروان جب خلیفہ مان لئے گئے۔ تو دیگر سلاطین میں کیا عیب ہے۔ معاویہ و یزید و مروان سے شاہان متاخرین کا رتبہ بڑھا ہوا ہے۔ کیونکہ انہوں نے حضرت امیر کو گالیاں نہیں دیں۔ کسی نبی کے جگر گوشہ کو زہر نہیں دیا۔ کوئی ذی عزت بی بی مثل عائشہ ان کے ہاتھ سے شہید نہیں ہوئی۔ کسی نبی کے دربار سے مطرود و مردود نہیں ہوئے۔ پس اس سے واضح ہوتا ہے۔ کہ خلفاء اثنے عشر ضرور راشد و رہبر خلایق تھے۔ اگر

ہر حکومت مآب میں صفت نقابت نہ ہوتی۔ تو اون کی تعداد بارہ نمبروں پر ختم نہ کی جاتی۔ حقیر اس امر کے ثابت کرنے میں کہ تمام خلفاء ایک درجہ کے تھے۔ کتب اہل سنت سے بہت کچھ ثبوت دے سکتا ہے۔ چنانچہ رسالہ مسمی بہ تحقیقات اولے الامر میں اس کا پورا ذکر کیا ہے۔ جو صاحب دیکھیں گے۔ لطف اوٹھائیں گے۔ مگر چونکہ اس جگہ اختصار مد نظر ہے۔ لہذا بطور مختصر علمائے سابقین و لاحقین اہل سنت کے اقوال پیش کرتا ہوں۔ تاکہ اہل نظر دیکھ لیویں۔ کہ وہ بزرگوار جنکی تعداد بارہ نمبر پر ختم کی گئی ہے۔ راشد تھے نہ کہ بقول جناب رسوا بعض راشد و بعض غیر راشد۔ سدی اعلے درجہ کی مفسرین میں عند السنیہ معدود ہوئی ہیں۔ پُرانے زمانہ کے لوگوں میں ان کا شمار ہے۔ طبقۂ تابعین میں داخل ہیں۔ انس بن مالک وغیرہ اصحاب نبوی سے اون کی روشناسی و صاحب سلامت تھی۔ صحیح مسلم و صحیح ترمذی و صحیح ابن داؤد و صحیح ابن ماجہ و صحیح [illegible]ئی وغیرہ صحاح اہل سنت کے معتبر راویوں سے ہیں۔ اس بزرگ مفسر کا ارشاد کتاب طرایف میں باین عبارت قلمبند ہوا ہے۔ (فقال لما کرہت سارہ مکان ہاجرہ وحی اللہ تعالے الی ابراہیم فقال انطلق باسمٰعیل حتے تنزل بیتی

تہامہ یعنی مکہ فانی ناشر ذریتہ وجاعلیہم ثقلا علی من کفر بی وجاعل منہم بینھا عظیماً ومظہرۃ علی الدیان وجاعل من ذریتہ اثنے عشر عظیما وجاعل ذریتہ عدد النجوم -)

خلاصۂ مضمون یہ ہے - جبکہ حضرت سارہ زوجہ جناب ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ اپنی سوتن سے کراہت وبیدلی ظاہر کی - تو خلاق عالم نے خلیل اللہ پر وحی نازل کی - کہ اسمٰعیل کو لیکر مکہ میں جائے - ہم اوسکو ایسی ذی مرتبہ اور صاحب عزت اولاد عطا کرینگے - جس سے کفار بیدل و تنگ طبیعت ہوکر کراہت اختیار کرینگے - زاں بعد اوس کی نسل سے ایک ایسا اولوالعزم وعالیقدر پیغمبر پیدا ہوگا - جس کا دین تمام ادیان پر غالب ہوکر ایسا استوار ہوگا - کہ غلبہ وحقیت میں وہ خود ہی اپنی نظیر سمجھا جائیگا - اوس نبی کی اولاد سے بارہ شخص ایسے جلیل المرتبہ ہوں گے - کہ جن کا عدیل صفحہ عالم پر نہ ہوگا - اُن بارہ کی نسل سے زمین ایسی پُر ہوجائے گی - کہ جیسے ستاروں سے آسمان - یہ سچی بشارت سوائے جناب رسالت مآب علیہ الصلوۃ والسلام اور اون کی ذریت طاہرہ وسادات رفیع الدرجات کے اور کسی پر صادق نہیں آسکتی - کیونکہ آنحضرت اولاد جناب اسمٰعیل علیہ السلام سے ہیں - اور بارہ امام حضرت کی ذریت

اور اہل بیت ہیں۔ اور اون کی نسل سے سادات بنی فاطمہ ہیں۔ منصف غور فرمائیں۔ کہ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام سے جو بارہ بزرگ گذرے ہیں۔ اون سب سے اول حضرت امیر علیہ السلام ہیں۔ حضرت علی کو شاہ صاحب تحفہ میں باجماع شیعہ معصوم اور باجماع اہل سنت محفوظ لکھتے ہیں پس حضرت امیر معہ گیارہ ما بقی اماموں کے اگر معصوم نہیں توحسب تسلیم شاہ صاحب محفوظ ضرور ہیں۔ اور یہ بھی مسلمات امت سے ہے۔ کہ نقباء بنی اسرائیل جن کی خبر قرآن پاک میں ہے۔ سب پاک و معصوم تھے۔ اہل سنت نے جو بارہ خلیفہ تجویز فرمائے ہیں۔ وہ سوا ے جناب امیر باقی اکثر و تمامتر غیر صالح بلکہ اشد ترین امت۔ ناظرین انشاء اللہ اون بارہ خلفاء مقرر کردہ اہل سنت کے نام نامی دیکھ کر فرما دیویں گے۔ کہ اون سے زیادہ شقی نوع انسان میں کوئی دوسرا نہیں ہوا۔ پس کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ نقیبان بنی اسرائیل پاک و ابرار ہوں۔ اور نقباء امت محمد صلعم اشرار و فجار۔ ہمارے حضرت تمام انبیاء سابقین سے حسب اعتقاد جمیع اہل اسلام اعلے درجہ پر شمار کئے گئے ہیں۔ ہم بریں بناء اون کے اوصیاء و خلفاء بھی دیگر انبیاء کے نقیبوں اور خلیفوں سے اعلے و افضل

ہونے چاہئیں۔ ہاں اگر حضرت رسوا اور اون کے ہم خیال یہ بات ثابت فرما دیویں۔ کہ نقباء بنی اسرائیل بھی تمام تر اچھے کھرے نہ تھے۔ اون میں بھی ہر درجہ کے سعید وشقی بھرتی ہورہے تھے۔ تو ہمکو بھی چار و ناچار ماننا پڑیگا۔ کہ آنحضرت کے خلفاء میں بقول حضرت رسوا سعادت وشقاوت دونوں خلطوں کا اثر تھا۔ مگر افسوس ہے۔ کہ جناب رسوا اس بات کے ثابت کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ بحوالہ سدی مفسر جو عبارت نقل ہوئی ہے۔ اوس کا یہ فقرہ (وجاعل عن ذریتہ اثنے عشر عظیماً) یعنی قایم کریں گے ہم اوس نبی کی ذریت سے بارہ شخص بزرگ مرتبہ" صاف بتلا رہا ہے۔ کہ وہ بارہ بزرگ اولاد آنحضرت سے ہوں گے۔ حضرات اہل سنت دیدۂ حق بین کھول کر دیکھیں۔ کہ خدا آل محمد کو یہ شرف وعزت کرامت فرمائیے۔ کہ اون کو عظیم القدر کہہ کر ہادیٔ ملت قرار دے۔ اور وہ غایت سخاء وکرم سے امر خلافت کو ایسی بارہ شخصوں میں توزیع وتقسیم فرمائیں۔ کہ جن کا سرنہ پیر کوئی عباسی کوئی مروانی کوئی بنی عدی اور کوئی بنی تیم۔ ذریت رسول مقبول سے ایک بھی نہیں۔ سب کے سب الگ۔ حقیر نے رسالۂ

تحقیقات اولے الامر میں چند علماء سنیہ کے بیان اور نیز توریت وانجیل کتب آسمانی کی شہادت اور انتھرین وید قوم ہنود سے بہ نقل عبارات یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچا دی ہے۔ کہ وہ بارہ خلیفہ وامام جنکی خبر آنحضرت نے دی تھی۔ یہ ہی ائمہ دوازدہ گانہ اولاد رسول ہیں۔ نہ کہ زید وبکر وعمر وغیرہ اور سب رشید وسعید تھے۔ اون میں لئیم وشقی ایک بھی نہ تھا۔ چنانچہ مولوی خلیل احمد صاحب ہدایات الرشید کے صفحہ ۱۰۶ سطر پر لکھتے ہیں۔

(جسقدر اوصاف دوازدہ آئمہ کی نسبت بیان ہوئے ہیں۔ اون سب کا حال یہ ہے۔ کہ اوس خلافت کو قوت وشوکت ہوگی۔ اور اوس میں اضطراب وتزلزل ووقوع فتن نہ ہوگا۔ وہ اپنے اعداء پر غالب رہیں گے۔ اور بہ مقابلہ اون کے کفار مغلوب ومنکوب ہوں گے۔ اور امت اون پر مجتمع ہوگی۔ الے آخرہ۔) بحمد اللہ بہ تکذیب قول رسوا یہ بات حسب تصریح بالا نہایت صاف طور پر واضح ہوگئی کہ خلفاء ونقباء آنحضرت تماماتر راشد تھے۔ نہ کہ حسب بیان رسوا بعض راشد وبعض فاسق۔ نیز قرینۂ عقلی بھی اس کا مقتضی ہے۔ کہ اُمناء دین خدا اہل صداقت ورشادت سے ہوں۔ نہ کہ حسب عقیدۂ حضرت رسوا

منبع ضلالت و جہالت۔

دوم نقیب صرف عصا بردار کو کہتے ہیں جس سے حکومتِ فی الارض متعلق ہو یا کہ اوس کے معنی کچھ اور ہیں

جناب رسوا نے بنظر دھوکہ دہی اپنی طبیعت سے معنی تراش کر التحقیقت کے صفحہ ۵۶ و ۵۷ پر لکھا ہے۔ کہ نقیب عصا بردار کو کہتے ہیں۔ جس سے حکومت وسیاست کا علاقہ ہو۔ چونکہ دوازدہ امام حاکم زمین نہیں ہوئے۔ لہذا صفت نقابت اون پر صادق نہیں آسکتی۔ اِس کے مصداق وہی بارہ خلیفہ ہیں۔ جنہوں نے انتظام مملکت کر کے اسلام کو ترقی دی۔ یزید و معاویہ و مروان بھی ازانجملہ ہیں۔ کیونکہ گو یزید سے قتل حسین ناجائز طور پر واقع ہوا۔ مگر کفار کے دلوں میں اوس کا دبدبہ ایسا جاگزین ہو گیا تھا۔ کہ کسی کو مجال دم مارنے اور سر اوٹھانے کی نہ تھی

حقیر بہ نظر آگاہی حق طلبان کتابِ لغت سے نقیب کے اصلی حقیقی معنی لکھتا ہے۔ منتہی الارب فی لغاتِ عرب مطبوعہ مطبع سرکاری لاہور کی جلد چہارم صفحہ ۳۳۵ پر لکھا ہے۔

نقیب

امیر۔ زبانِ ترازو۔ سنگ در گلو سوراخ کردہ جہت سدت شدن آوازہ۔ گواہِ قوم۔ پذیرفتہ۔ مہتر و عریف و دانندۂ انساب قوم۔

امیر و گواہ قوم و پذیرفتہ و مہتر یہ تمام الفاظ آئمہ علیہ السلام کی شان رفیع سے چسپاں ہیں۔ یزید و معاویہ و مروان سے ایک صفت بھی متعلق نہیں ہو سکتی۔ افسوس ہے کہ حضرت رسوا عصا بردار کے بیان سے بروے کتاب لغت کا کام رہے۔

سوم یہ کہ یزید و مروان وغیرہ علمائے قدیم اہل سنت کی تحقیقات سے از جملہ ائمہ اثنی عشر ہیں یا نہیں

ناظرین رسالہ پر واضح ہووے۔ کہ حسب صراحت پاکیزہ خیال مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے بموجب کلو خال افغان

ساکن موضع ہرپال ضلع سہارنپور لکھا تھا۔ کہ آنحضرت نے جو بطور پیشین گوئی خبر دی تھی۔ کہ ہمارے بعد بارہ خلفاء ہوں گے۔ اون میں پانچویں معاویہ اور چھٹے یزید اور ساتویں مروان ہیں۔ اس جواب پر شیخ محمد یعقوب صاحب نے تعجب ظاہر کیا تھا۔ کہ یہ کیسا اسلام ہے۔ جس میں معاویہ و یزید منبع مفاسد کو خلیفہ رسول تسلیم کیا گیا ہے۔ اوس کا جواب حضرت رسوا نے الحقیقت کے صفحہ ۵۵ پر بایں خلاصہ دیا ہے۔ کہ یزید قریشی و امیر شام و صاحب تسلط و غلبہ و حکومت تھا۔ اور قدرت نے یہ تمام سامان اوس کی ذات میں جمع کر دئے تھے۔ پس اگر باعتبار علامات ظاہری کسی عالم اہل سنت نے اوس کو از جملہ خلفاء دوازدہ گانہ معدود کیا۔ تو کیا بیجا کیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت رسوا کے نزدیک مذہب کے لئے یہ بات کوئی ضرر رساں نہیں ہے۔ کہ یزید اون کا امام و خلیفہ رسول اللہ ہے۔ مگر چونکہ دیگر حضرات اہل سنت یزید کی بیجا حرکات سے دل تنگ ہو کر اوس کو بہ نگاہ عزت نہیں دیکھتے۔ اون کی آگاہی کے لئے عرض کیا جاتا ہے۔ کہ بنا مذہب اہل سنت اسی پر ہے۔ کہ معاویہ و یزید و مروان وغیرہ کو وہ اپنا امام و پیشوا و ہادی و رہنما سمجھیں۔ کیونکہ بارہ خلفاء رسول کی تعداد ہی

پوری نہیں ہو سکتی۔ جب تک ان لوگوں کو نمبر شمار نہ دیا جاوے۔ یہ تمام تر اہتمام بپاس خاطر حضرات ثلاثہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ اگر دوازدہ امام علیہم السلام کو خلفاء رسول و امنائے دین خدا بمثل نقباء بنی اسرائیل اعتقاد فرمائیں۔ تو وہ تینوں بزرگوار عہدہ خلافت سے معزول ہو کر بے مصرف محض قرار پاتے ہیں۔ اور اگر اون تینوں کو بارہ کے شامل کرتے ہیں۔ تو خلاف تعداد حدیث پندرہ ہو جاتے ہیں۔ اسی واسطے متقدمین اہل سنت نے جنکی ترکیبوں سے یہ مذہب وقوع پذیر ہوا ہے معاویہ و یزید و مروان وغیرہ کا خلیفۂ رسول ہونا بموجب بشارت خلفاء اثنی عشر تسلیم کر کے اپنے عقاید کا اظہار کر دیا۔ چنانچہ اقوال علماء سابقین مثبت خلافت یزید نقل کئے جاتے ہیں۔ علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء کے صفحہ ۷ و ۸ پر عربی زبان میں دربارۂ خلافت بڑی طولانی گفتگو کی ہے عربی عبارت چھوڑ کر اوس کا صحیح صحیح مطلب اردو میں عرض کرتا ہوں۔ علامۂ موصوف لکھتے ہیں۔ کہ (قال رسول اللہ صلعم لایزال الدین قایماً حتے تقوم الساعتہ و یکون علیکم اثنی عشر خلیفہ کلھم من قریش انتھی کلامہ)۔ یعنی فرمایا جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ یہ دین زائل نہ ہوگا۔ بلکہ

ہمیشہ قایم رہیگا۔ یہاں تک کہ قیامت برپا ہو۔ اور
بارہ خلفاء تم پر ہوں گے۔ جن کا سلسلہ قریش سے ہوگا۔
اس حدیث کی توضیح صاحب تاریخ الخلفاء بحوالہ قاضی
عیاض یہ کرتے ہیں۔ کہ اس حدیث یا دیگر احادیث میں
جو کہ مبشر بائمہ دوازدہ گانہ کتب میں وارد ہوئی ہیں خلفائے
اثنی عشر اون بزرگواروں سے مراد ہے۔ کہ جن کے زمانہ
میں اسلام کو قوت ہوئی۔ اور جن پر لوگوں نے اجماع
کر کے اون کی خلافت کو تسلیم کر لیا۔ یہاں تک کہ مضطرب
ہوا کام بنی امیہ کا اور واقع ہوا اون میں فتنہ۔ ولید بن یزید
کے زمانہ میں شیخ الاسلام ابن حجر مکی نے شرح بخاری
میں لکھا ہے۔ کہ قاضی عیاض کی رائے بہت راستی پر
ہے۔ اصلیت یہ ہے۔ کہ پہلے سب آدمیوں نے اجماع
کیا خلفاء اربعہ پر۔ پھر لو قوع امر حکمین معاویہ خلیفہ ہوئے۔
اور بعد صلح امام حسن اون پر تمام امت مجتمع ہوگئی۔
زاں بعد یزید پر اتفاق اہل اسلام ہوا۔ مگر حسین ابن علی
کے واسطے کسی مسلمان نے امر خلافت کو تجویز نہیں کیا۔
ابن زبیر کے قتل ہو جانے پر عبد الملک بن مروان خلیفہ
اجماع امت سے ہوا۔ پھر اوس کے چار بیٹے خلیفہ ہوئے
جو کہ خلفاء مرواتی کہے جاتے ہیں۔ پس ازاں شام وسلیمان ویزید

مسند آرائے ریاست ہوئے۔ خلفاء اربعہ کے علاوہ یہ سات خلیفہ ہوئے۔ اور بارھواں ولید بن یزید بن عبدالملک ہے۔ ان کے بعد پھر اس نوع کا اجماع کسی پر نہیں ہوا۔ جابجا فتنہ و فساد پھیل کر طایفۃ الملوکی شروع ہوگئی۔ پس بہ موجب حدیث خلفاء اثنی عشر یہی بارہ شخص خلیفہ رسول اللہ قرار پائے۔ کنز العمال مؤلفہ ملا علی متقی کی جلد ششم کتاب الفتن مطبوعہ مطبع نظامیہ حیدرآباد کے صفحہ ۶۲ پر جو عبارت عربی لکھی ہے۔ اوس میں بھی یزید و معاویہ وغیرہ کو حسب صراحت بالا اجماعی خلیفہ لکھ کر مقصود و حدیث خلفاء اثنی عشر بیان کیا ہے۔ ایسے ہی تاریخ الخلفاء کے صفحہ ۱۸۶ پر یزید بذیل خلفاء رسول معدود ہوا ہے۔ شرح عقاید نسفی کے صفحہ ۱۰۲ پر ابو شکور سلمی سے یہ روایت نقل ہوئی ہے۔ (فاما یزید ابن معویہ قال بعض الناس خلافتہ کانت باستخلاف معاویۃ وبیعتہ المسلمین من الصحابۃ وغیرہم فمن طریق القیاس ان طاعتہ کانت واجبۃ علی الحسین وجمیع المسلمین) خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ ہرگاہ خلافت یزید کو اصحاب رسول نے مان لیا۔ تو کل اہل اسلام اور حسین ابن علی پر اوس کی اطاعت واجب ہوگئی۔ اور سنئے۔ کتاب حجج الکرامہ کے صفحہ ۱۸۶ پر نواب صدیق حسن

خاں صاحب بھوپالی لکھتے ہیں۔ کہ (ابن العربی گفت نہ گشت یزید حسین را مگر بسیف جدّ وے یعنی بیعت برائے یزید گردیدہ بود۔ پس حسین بروے باغی شد۔ زیرا کہ کسان بسیار اقدام بر بیعت وے کردند۔ و استخلاف پدر اور ا برائے وے اختیار کردند و باوجود استخلاف ایں چنیں بغاوت شرط نباشد و شک نیست کہ پدرش معاویہ خلیفہ حق بود و اجماع مردم بر وے بعد نزول امام حسن واقع شد) عقاید نسفی و حجج الکرامہ کی عبارات سے صاف ہویدا ہے۔ کہ یزید ایسا خلیفہ جائز تھا۔ کہ اصحاب رسول نے اوس کو اپنا امام و پیشوا قبول کر لیا تھا۔ اور ایک جائز و ذی حق خلیفہ یعنی حضرت معاویہ نے اوس پر احکام استخلاف جاری فرمائی تھی۔ اندریں صورت جناب امام حسین کے تمام افعال معاذ اللہ باغیانہ تھے۔ اور اون کا قتل و تضییع نفوس و ہتک حرمت و غارت گرئے اموال سب شرعاً جائز تھا سبحان اللہ قدماء اہل سنت جن سے بناء مذہب قایم ہوئی ہے۔ کیا ہی ایماندار تھے۔ جو اپنے نبی کے نواسہ کو باغی اور قابل قتل قرار دے گر متاخرین اہل سنت کی طبایع صافیہ میں اہل بیت کی عداوت اور خاندان معاویہ کی محبت کا بیج بو گئے۔ یہ ہی وجہ ہے۔ کہ اکثر بلکہ تمامتر اہل سنت غایت مومنیت سے فرمایا کرتے ہیں۔ کہ یزید قتل حسین پر راضی نہ تھا

خدا کی رحمت سے کچھ دور نہیں ہے۔ کہ اوس کو بخش دیوے
حضرت رسوا اور سید موسوی نسب بانیان ملت سنیہ کی
توجیہات پر بامعان نظر غور فرمائیں۔ کہ کیا گلریزیاں فرمائی
ہیں۔ اور اہل سنت کے مذہب کی حقیقت و اصلیت کو
کس کس عنوان سے ظاہر فرمایا ہے۔ ہرچند کہ بہ ثبوت
خلافت یزید یہ تھوڑا ثبوت بھی بہت ہے۔ مگر بنظر خجالت
معاندین خاندان نبوت و نشاط خاطر ارباب ایمان کچھ اور
لکھے دیتا ہوں۔ شرح فقہ اکبر کے صفحہ ۸۴ پر لکھا ہے۔
(وکان الامر کما قال النبی فالاثنی عشر ہم الخلفاء الراشدون
الاربعۃ ومعاویہ ویزید ابنہ وعبد الملک بن مروان واولاد
الاربعۃ ای یزید وسلیمان وہشام وولید وعمر ابن عبد العزیز)
ملا علی قاری صاحب شرح فقہ اکبر لکھتے ہیں۔ کہ آنحضرت
نے جو ارشاد فرمایا تھا۔ کہ بعد ہمارے بارہ خلیفہ متمکن
سریر سلطنت ہوں گے۔ اون کے اسمائے گرامی کی
تفصیل یہ ہے۔ اول خلفاء اربعہ ان کے بعد معاویہ و یزید
وغیرہ تا عمر ابن عبد العزیز وغیرہ یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ
اہل سنت کے پرانے پیر بھائیوں نے کسی ناچاری یا دباؤ
سے معاویہ و یزید وغیرہ کو اپنا امام نہیں قبول کیا۔ بلکہ باکمال
رغبت و شوق طبیعت اِن حضرات کے دست حق پرست

کی تھی۔ چنانچہ عبد الکریم شہرستانی نے ملل ونحل کے صفحہ ۸ پر لکھا ہے۔ (ومن قال باتفاق والاختیار فقال بامامۃ معاویہ واولادہ وبعدہم بخلافۃ مروان واولادہ) یعنی اہل اسلام نے بحالت اختیار اتفاق کر کے بلا جبر واکراہ معاویہ ویزید ومروان وآل مروان کا امام برحق ہونا تسلیم کر لیا تھا۔ زمانہ حال کے اہل سنت معاویہ ویزید کے کردار ظاہری سے بیدل ہو کر فرط خجالت سے اون کے امام وہادئے دین مان لینے میں کسی قدر گھبراتے ہیں۔ اون کو مطمئن ہونا چاہئے۔ کہ ہرگاہ آپ کے بزرگ خلافت معاویہ ویزید کی نیو کا مضبوط پتھر جما گئے۔ تو اب تمہاری بغلیں جھانکنے سے کیا ہوتا ہے۔ ہاں اگر اپنے رسول کی ذریت کا خلیفہ ہونا تسلیم کرو۔ تو یہ کمزور اور رہیلا اور ریتلا پتھر فوراً اوکھڑ سکتا ہے۔ مگر ہرگز امید نہیں۔ کہ آپ صاحب اس کے ہلکان دیکھنے میں کوشش کریں۔ کیونکہ تھوڑی سی جنبش سے وہ تمام تر بالو کی دیوار جڑ سے اوکھڑ جائیگی جس کی مضبوطی کے لئے یہ پشتہ لگایا گیا ہے۔ یعنی خلافت خلفاء ثلاثہ میں اپنے پیارے سنی صاحبوں کو یہ بھی اطمینان دلاتا ہوں۔ کہ آپ حضرت معاویہ کی شوکرداری سے محجوب نہ ہوں۔ عزیز دہلوی تحفہ کے باب ششم میں اون کو

سارٹیفکٹ آزادی دے گئے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں
کہ معاویہ سے ضرور ایسے افعال قبیح وشنیع سرزد ہوئے
ہیں۔ کہ جس سے اون پر افتتاح ابواب ملامت ولعنت
کیا جائے۔ مگر وہ لعن اون کی ذات یعنی نفس نفیس پر
وارد نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اوس کا علاقہ اونہیں کردار سے
ہے۔ جو کہ اون سے وقوع پذیر ہوئے۔ اہل سنت کو
مبارک ہو۔ کہ حضرت معاویہ کا وجود پاک بچ گیا۔ صرف
اون کے افعال قابل لعن رہے۔ ایسے ہی اپنے امام
وشاہزادہ یزید کی ذات بابرکات کو بری الذمہ سمجھیں۔
چونکہ سقیفہ بنی ساعدہ میں محض حضرت عمر وابو عبیدہ جراح
کے اجماع واتفاق سے جناب ابوبکر خلیفہ ہوئے تھے۔
لہذا اہل سنت کا یہ مذہب قایم ہوگیا۔ کہ جس پر دو چار
آدمی مجتمع ہوجائیں۔ وہی خلیفۃ اللہ ونائب رسول
ہے۔ چنانچہ اوسی ملل ونحل کے صفحہ ۹۰ پر جس سے
پہلی عبارت نقل ہوچکی ہے۔ ایک طولانی عبارت
لکھی ہے۔ جس کا ماحاصل یہ ہے۔ کہ اجماع اہل اسلام
سے ہر شخص امام ہوسکتا ہے۔ کیونکہ نصب امام بجماعت
پر موقوف ہے۔ اسی اصول اجماع سے معاویہ ویزید
مروان اور اوس کی اولاد کی خلافت تسلیم کی گئی۔ عبارت

maablib.org

یہ ہے :- ان الامامۃ تثبت بالاتفاق والاختیار فقال بامامۃ کل من اتفقت علیہا الامۃ او جماعۃ معتبرۃ من الامۃ اما مطلقا واما بشرط ان یکون قرشیا علی مذہب قوم فقال بامامۃ معاویہ واولادہ وبعدہم بخلافت مروان واولادہ۔

چونکہ معتبرین امت نے بقول صاحب ملل ونحل معاویہ ویزید ومروان وغیرہ سے بیعت کرکے اون کو اپنا امام سمجھا تھا۔ اور ثقات اسلام مثل ابن زیاد وعمر وسعد وشمر ذی الجوشن وخولی وسنان ابن انس وغیرہ وغیرہ نے یزید کے امام جایز و واجب الاطاعت ہونے پر اجماع کیا تھا۔ اسی واسطے علماء متذکرہ صدر نے قتل حسین کو بوجہ اتفاق جماعت مسلمین بہ بیعت جدقرار دیا۔ اور احکام بغاوت اون پر قایم فرما دیئے۔ حسین علیہ السلام بجرم عدم متابعت یزید مجرم۔ اور یزید الزام سے قطعی بری بلکہ مومن پاک۔ چنانچہ صاحب صواعق محرقہ لکھتے ہیں۔ (ولا یجوز لعن یزید وتکفیرہ فانہ من جملۃ المومنین وامرہ من مشیۃ اللہ)۔ یعنی یزید پر لعن کرنا اور اوس کی تکفیر کرنا جایز نہیں۔ کیونکہ وہ ازجملہ مومنین تھا۔ اور جو معاملہ کہ

اوس سے واقع ہوا۔ وہ خدا کی مشیت تھی۔ کیوں
نہ ہو۔ خیر و شر سب خدا کی جانب سے ہے۔ خدا
ہی ظالموں کے ہاتھ سے قتل و غارت کراتا ہے۔
وہی زنا و لواط میں امداد دیتا ہے۔ افسوس ہے۔ کہ
سلاطین دنیا کی کمیٹی واضع قانون نے اس آزادی کو
سلب کر لیا۔ ورنہ ہر مجرم واردات کی نسبت ہنگام
وقوع جرم کہدیا جاتا۔ کہ اس کا کیا قصور ہے۔ خیرہ
وشرہ من اللہ تعالےٰ۔ سب سے زیادہ افسوس شارع
علیہ السلام پر آتا ہے۔ کہ تعزیرات شرعی قایم کرتے
وقت ان کی نظر اس دقیق مسئلہ پر نہ گئی۔ ورنہ حدود
جرم و سزا سے تازیانہ و رجم و غارت وغیرہ کا ذکر نہ فرماتے
حضرت عمر جیسے اعقل الناس جنکی رائے پر بقول مولوی
محمد قاسم نانوتوی مولف ہدیتہ الشیعہ نزول وحی ہوا
کرتا تھا۔ اور نبی کی رائے رد ہوتی تھی۔ ابوشحمہ کو
تازیانہ لگاتے وقت یہ نہ سمجھے۔ کہ اس زناء کاری
و شراب خواری میں اس نے کیا کیا۔ خدا نے زناء کرایا۔
شراب پلوائی۔ پھر اس کو کیوں درے لگائے جائیں۔
اور غضب سنئے۔ معرکہ کربلا ایسا مشہور عالم ہے۔ کہ
ہر ملک و ولایت کے آدمی اس واقعہ سے آگاہ ہیں۔

جس مسلم و غیر مسلم سے پوچھو۔ وہ بے تکلف بلادریافت
ذاتی واقفیت سے کہدیگا۔ کہ امام حسین کو یزید نے
شہید کرایا۔ اہل بیت رسول کو قید کرا کے دمشق
میں بلوایا۔ قاتلوں کو خلعت و انعام دیئے۔ جشن فتح کیا
اطرافِ عالم میں اپنے غلبہ کے خطوط روانہ کئے۔ سلاطین
نواحی بقول حضرت رسوامندرجہ صفحہ ۷۵ سطر ۱۰ اس
معاملہ سے ایسی مرعوب ہوئی۔ کہ اوس کا جابر و قاہر
ہونا مان گئے۔ مگر ملا علی قاری شرح فقہ اکبر کے
صفحہ ۸۷ پر بذیل ایک طولانی عبارت عربی کی یہ ہی
لکھ رہے ہیں۔ کہ اس وقت تک کوئی صاف وصریح
حکم یزید کا دربارہ قتل حسین ہماری نظر سے نہیں
گذرا۔ جس سے یقین کیا جائے۔ کہ وہ بالطبع اس
شہادت سے رضامند تھا۔ پس بلا ثبوت مرد
مسلمان کو متہم بہ گناہ کبیرہ کر کے حکم کفر و لعن دے دینا
خلافِ آداب شریعت ہے۔ اسی خیال سے امام غزالی
نے احیاء العلوم میں اوس کو مومن تسلیم کیا ہے۔
ملا علی قاری و امام غزالی شاید اوس حکم کی جو کہ بنابر
قتل حسین ابن زیاد کے نام نافذ ہوا تھا۔ باضابطہ
مہری و دستخطی نقل چاہتے ہوں گے۔ کہ منصرم سررشتہ نقول کے

اوس پر دستخط بھی ہوں۔ نیز فارسی وسامع صحت نقل کی تصدیق بھی کرتے ہوں۔ سو مچھا نے دیمک خوردہ دفاتر اسلام سے ایسی نقل کا ملنا معلوم۔ افسوس ہے۔ کہ ایسے علماے ذی شان بدیہات اجلہ سے انکار کر کے دفار اسلام کے تہ خاک کرنے والے ہیں۔ الحمدللہ حسب صراحت بالا یہ بات بخوبی ثابت ہوگئی۔ کہ یزید اہل سنت کا امام وبحکم حدیث خلفاء اثنی عشر خلیفہ رسول از جملہ خلفاء دوازدگانہ تھا۔ اور ثقات ومعتبر لوگوں نے اجماع کر کے اوس سے بیعت کی تھی۔ اور حسین ابن علی پر اوسکی اطاعت واجب تھی۔ اور قتل حسین ایسا تھا۔ جیسا کہ امام وقت سے بغاوت کرنیوالوں کا ہونا ہے سوا اسے از بین کنز العمال وتاریخ الخلفاء سے اوراق بالا میں یہ بات دکھلائی گئی ہے۔ کہ عبداللہ ابن عمر بھی یزید کو خلیفہ صالح جانتے تھے۔ اور حضرت امیر کا نام فہرست خلفاء سے علیحدہ کر دیا تھا۔ بجاے اون کے معاویہ کو قایم کیا تھا۔ چند ورق اولٹ کر ناظرین ملاحظہ فرمالیویں۔

شیعہ دوازدہ امام کو مقصود حدیث خلفاء اثنی عشر سمجھتے ہیں بر سر راستی ہیں یا سنی صاحبان معاویہ و یزید و مروان وغیرہ کو جانتے ہیں

معاملات مندکرہ بالا سے ناظرین حق آگاہ پر بخوبی واضح ہوگیا۔ کہ شیعہ باتباع حدیث آنحضرت مسلمہ فریقین (خلفاء اثنی عشر) اولے الامر و امام مفترض اطاعت و خلیفتہ اللہ و الرسول۔ اہل بیت اطہار کو جانتے ہیں۔ اور اہل سنت چند دیگر اشخاص کو جن میں معاویہ و یزید و مروان وغیرہ ہیں جانشین سمجھتے ہیں۔ لہذا میں مناسب خیال کرتا ہوں۔ کہ ان بارہ خلفاء کی جنکی بشارت آنحضرت نے امت کو دی تھی۔ اہل نظر کو عزت دکھادوں۔ کہ وہ بزرگوار کس پایہ او منزلت کے تھے۔ اور جو احادیث کہ ان کے حق میں وارد ہوئی ہیں۔ وہ کیسے شاندار الفاظ میں درج کتب ہوئی ہیں۔ حقیر احادیث اہلسنت و شیعہ دونوں کو نقل کرتا ہے۔ تاکہ حق پسند امتیاز حق و باطل فرمالیویں

(احادیث حضرات اہل سنت) متعلق بہ دوازدہ خلفاء (صحیح بخاری بروایت جابر بن سمرہ (قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال یکون بعدی اثنے عشر امرا کلہم من قریش
ایضاً بخاری بروایت ابن عیینہ (قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یزال امر الناس ماضیاً ولیہم اثنے عشر اجلا۔ ثم تکلم بکلمتہ خفیفت علے فسالت ابی ماذا قال رسول اللہ فقال کلہم من قریش۔) صحیح مسلم جلد ۲ (قال ان النبی ان ہذا الامر لا ینقضی حتے یمضی فیہم اثنے عشر خلیفہ فقال ثم تکلم بہ کلام خفی علی فقلت ماذا قال فقال کلہم من قریش)۔ یعنی امر اسلام منقضی نہ ہوگا۔ جب تک کہ بارہ خلفاء قوم قریش سے پورے نہ ہولیں۔

ایضاً صحیح مسلم بروایت سماک بن حرب (یرفعہ الے النبی قال لا یزال امر الاسلام عزیزا الے اثنے عشر خلیفہ ثم قال کلمتہ لہ یضما المرادی قال عنا من تہمع الحدیث عن النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قال کلہم من قریش۔

ایضاً صحیح مسلم بروایت شعبی وسعد وقاص وعامر بن سعد قال لا یزال الاسلام عزیزا الی اثنے عشر خلیفہ کلہم من قریش۔

صحیح ابن داؤد جلد ہشتم (عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم

قال یزال الدین ظاہرا حتٰی یقوم الساعۃ ویکون مابکم اثنی عشر خلیفہ کلہم من قریش۔

اسی طرح حمیدی نے جمع بین الصحیحین میں بحوالہ چند راویان جن کا نام نامی عبدالملک۔ شعبہ۔ ابن عتبہ۔ عامر۔ سماک بن حرب۔ عدی بن حاتم۔ عامر بن شعبی۔ حصر بن عبدالرحمان وغیرہ ہا سے نقل کیا ہے۔ تمام روایات مذکورہ بالا کا نتیجہ اور مطلب یہ ہے۔ کہ آں حضرت نے فرمایا۔ بعد میرے بارہ امیر یا خلیفہ قوم قریش سے ہوں گے۔ ان روایات میں صرف بارہ خلفاء کی ایک حد معین کی گئی ہے۔ کسی کا نام نہیں بتایا گیا۔ چنانچہ الحقیقت کے صفحہ ۷۵ سطر ۱۸ پر جناب رسوا بھی لکھتے ہیں۔ جب مخبر صادق علیہ السلام نے اون کے ناموں کی خبر نہیں دی تو پھر کس کو خبر ہے۔ کہ قطعی طور سے اون نقباء اثنے عشر کے تعین اسماء کرے بیت

آں رازہا کہ عارف سالک بکس نگفت
درحیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

چونکہ ایک آیت سے دوسری آیت اور ایک حدیث سے دوسری حدیث کی توضیح ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا دیگر مقامات پر آں حضرت نے خلفاء اثنی عشر کا تعین فرمایا ہے

اگر آنحضرت اظہار اسماء خلفاء نہ فرماتے تو بادہ فروش کیونکر
مطلع ہوتے۔ تعجب ہے۔ کہ نبی صلعم تعداد خلفاء بیان
فرمائیں۔ تاختم دورۂ خلافت بقاء اسلام کی خبر دیں
قومیت خلفاء بتلاویں۔ مگر نام ظاہر نہ کریں۔ ایسے چیستان گو
کو جو کہ محض اتے پاتے پر امت کو ٹال دے نبی نہیں کہہ سکتے۔
اہل تبلیغ پر واجب ہے۔ کہ ہر بات امت کو واضح طور پر
سمجھا دیویں۔ تاکہ اختلاف آراء سے کسی کو دہوکہ نہ ہو۔ لہذا
ہمارے سچے اور صاف بیان پیغمبر نے علانیہ کہدیا۔ کہ وہ بارہ
خلفاء فلاں فلاں ہیں۔ جن بادہ فروشوں کو بواسطہ پیغمبر یہ خبر پہنچی۔
اون کا بیان حضرت رسول کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔
صاحب جامع الاصول لکھتے ہیں۔ (المہدی من ولد فاطمۃ
وما الخلافۃ الا فیہم) یعنی جناب امام مہدی آخر الزماں علیہ السلام
اولاد فاطمہ سے ہیں۔ اور نہیں ہے خلافتِ نبوی۔ مگر ذریت
سیدہ میں۔ سید علی ہمدانی جن کو شاہ ولی اللہ قطب الاقطاب
بیان کرتے ہیں۔ مودۃ القربیٰ میں رقمطراز ہوئے ہیں۔ کہ
آنحضرت نے فرمایا۔ (انا سید النبیین وعلی سید الوصیین
والاوصیاء من بعدی اثنے عشر اولہم علی وآخرہم المہدی)
یعنی رسول صلعم نے فرمایا۔ کہ ہم سردار انبیاء ہیں اور
علی سردار اوصیا ہمارے بعد بارہ وصی ہوں گے۔ جنکے

اول علی اور آخر مہدی ہیں۔ پھر عالم موصوف الصدر کشتی ہیں۔ کہ سلمان فارسی روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک روز میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا۔ کہ جناب صلعم امام حسین کو پیار فرما کر چشم و رخسار پر ماکر بوسہ دیتے جاتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ تو سردار ابن سردار اور حجت ابن حجت خدا ہے۔ اور تو حجت جناب احدیت کا باپ ہے۔ جن کا نواں مہدئ آخر الزماں ہے۔ بنظر تسکین ناظرین عبارت بھی نقل کئے دیتا ہوں (عن سلمان دخلت علی النبی فاذا الحسین علی فخذہ و ہو یقبل عینہ و یقبل فاہ و یقول انت سید ابن سید و انت حجۃ ابن الحجۃ ابو حجج تسعۃ تاسعہم قایمہم) یہی عالم بالا ایک روایت لکھتے ہیں۔ (قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من احب ان یرکب سفینۃ النجات و تمسک بالعروۃ الوثقے ولیعتصم بحبل اللہ المتین فلیوال علیاً ولیعاد عاداہ ثم بالائمۃ من ولدہ فانہم خلفائی واوصیائی وحجج اللہ علی خلقہ خیرہم حزب اللہ وحزب اعدائہم حزب الشیطان) حاصل کلام یہ ہوا۔ کہ سردار دوجہاں ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر میری امت کے لوگ کشتی نجات پر سوار ہونا اور بحکم قرآن واعتصموا بحبل اللہ رسی مضبوط پکڑنا چاہیں۔ تو علی سے محبت کریں۔ اور اون کے دشمنوں سے عداوت

یعنی بیزاری اختیار کریں۔ اور یہی عمل دیگر ائمہ سے جو کہ
اولاد علی ہیں۔ مرعی رکھیں۔ اس لئے کہ وہی میرے خلفاء و اوصیا
ہیں۔ اون کا لشکر خدا کا لشکر ہے۔ اور اون کے دشمنوں کی
جماعت شیطانی گروہ ہے۔ جمال الدین محدث مصنف
روضتہ الاحباب میں رقمطراز ہیں کہ جب آیہ مبارکہ۔ اطیعوا اللہ
واطیعوا الرسول واولی الامر نازل ہوئی۔ تو صحابہ نے دریافت
کیا۔ کہ یا حضرت خدا اور رسول کو تو ہم جانتے پہچانتے ہیں۔
مگر یہ امر اولی الامر کون ہیں۔ جنکی اطاعت کا حکم متصل حضور
کی متابعت کے ہمکو دیا گیا ہے۔ حضرت نے بجواب صحابہ
ارشاد فرمایا۔ کہ اولی الامر علی و اولاد علی ہے جنکی تعداد
بارہ نمبروں پر ختم ہوگی۔ صاحب روضتہ الاحباب نے
بروایت جابر ابن عبداللہ انصاری اس کے متعلق جو حدیث
نقل کی ہے۔ اوس کو ہدیہ نظر کیا جاتا ہے۔ (قال لما نزلت
اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فقلت یا رسول اللہ
من اولی الامر الذی امرنا باتباعہ فقال رسول اللہ خلفائے
من بعدی اولھم علی ابن ابی طالب ثم الحسن ثم الحسین ثم علی
ابن الحسین الی آخرہ) سوائے ازیں امام احمد بن حنبل اپنی
مسند میں لکھتے ہیں (قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم النجوم
امان لاہل السماء فاذا ذہب ذھبوا واہل بیتی امان لاہل الارض)

فاذا ذہب اہل بیتی ذہب الارض) سرور عالم نے فرمایا۔
نجوم یعنی آفتاب و ماہتاب و دیگر ثوابت و سیارہ اہل آسمان
کے لئے امان ہیں۔ جبکہ آیات خدا زائل ہوجائیں گے۔
اہل سماء کا بھی پتہ نہ رہیگا۔ اور ہمارے اہل بیت خطہ
ارضی کے ساکنین کے واسطے دامن امن ہیں۔ جب یہ
نہ ہوں گے۔ اہل زمین سے کوئی باقی نہ رہیگا۔ مطلب یہ کہ
قیامت آجاے گی۔ سوا ے ثبوت پیش کردہ صدر توریت
وانجیل واتھربن وید میں بھی بارہ اماموں کی بشارت موجود
ہے۔ امام فخرالدین رازی وسدی مفسر وساباطی و مولوی
عبدالعزیز لکھنوی وغیرہ نے کتب موصوف الصدر کی
عبارات سے استدلال بہ نبوت آنحضرت کرکے یہ ہی
فیصلہ کیا ہے۔ کہ یہ عبارتیں جن میں بارہ اشخاص عظیم المرتبہ کا
ذکر ہے۔ وہ ہی بارہ امام ہیں۔ جو کہ اولاد رسول سے مشہور
فی الاسلام ہیں۔ حقیر نے رسالہ مسمی بہ تحقیقات اولی الامر
میں معہ نقل عبارات توریت وغیرہ مفصل حال لکھا ہے۔
اس جگہ بخیال طوالت پورا نہیں لکھا گیا۔ جو صاحب دیکھنا
چاہیں۔ رسالہ مذکور میں ملاحظہ فرمائیں۔ احادیث مرویہ
طریق سینہ مندرجہ کتب شیعہ متعلق بہ دوازدہ خلفاءام
ابن بابویہ قمی نے کتاب خصال میں چند روایتیں متعلق بہ بشارت

خلفاء دوازدہ گانہ کتب اہل سنت سے لکھی ہیں۔ اون سب کو مولوی خلیل احمد صاحب نے ہدایات الرشید کے صفحہ ۵۹۸ سے صفحہ ۶۰۰ تک نقل کر کے عربی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ چونکہ حضرت رسوا ہدایات الرشید کا اپنی تحریر میں اکثر جگہ حوالہ دیتے ہیں۔ لہذا یقین ہوتا ہے۔ کہ وہ کتاب اون کے اوراد و وظائف میں داخل ہوگی۔ اور مثل حرز جان اوس کو اپنے پاس رکھتے ہوں گے۔ نظر بر آں عبارات عربی چھوڑ کر فقط وہ ترجمہ پیش کرتا ہوں۔ جو مولوی صاحب نے کتاب موصوف میں کیا ہے۔

(۱) شعبی و قیس ابن عبد اللہ و جریر ابن اشعث و مسروق وغیرہ ابن مسعود صحابی سے ناقل ہیں۔ کہ ہمارے نبی صلعم نے ہم سے عہد کیا ہے۔ کہ بعد اون کے بارہ خلیفہ ہونگے۔ بنی اسرائیل کے نقیبوں کی تعداد کے موافق۔

(۲) بواسطہ شعبی و سماک بن حرب و عامر بن سعد وغیرہ کے جابر ابن عبد اللہ انصاری سے حدیث وارد ہوئی ہو جابر سے مروی ہے کہا میں اپنے باپ کے ساتھہ نبی صلعم کے پاس تھا۔ پس میں نے حضرت سے سنا فرماتے تھے میرے بعد بارہ امیر ہوں گے۔ پھر کچھہ آہستہ فرمایا۔ میں نے اپنے باپ سے پوچھا۔ حضرت نے کیا فرمایا۔ کہا سب قریش

سے ہوں گے۔

(۳) جابر بن سمرہ سے منقول ہے۔ کہا فرمایا رسول صلعم نے یہ دین ہمیشہ غالب و مضبوط رہیگا اپنے مخالفوں پر ختم ہوگا بارہ خلیفوں تک۔

(۴) پھر جابر سے روایت ہے۔ کہا فرمایا نبی صلعم نے یہ امت ہمیشہ اپنے امر میں مستقیم اپنے دشمن پر غالب رہیگی یہاں تک کہ بارہ خلیفہ گذریں جو سب قریش سے ہونگے۔

(۵) پھر جابر سے بطریق دیگر روایت ہے۔ فرمایا آنحضرت نے ہمیشہ اس امت کا امر درست رہیگا۔ اور اپنے دشمن پر غالب رہیگی۔

(۶) عامر بن سعد بن ابی وقاص سے منقول ہے۔ کہا میں نے جابر بن سمیرہ کے پاس اپنے غلام رافع کے ہاتھ لکھکر بھیجا۔ کہ مجھ کو کچھ بتلا جو تونے رسول صلعم سے سنا۔ پس اوس نے جواب میں لکھا۔ کہ میں نے آنحضرت سے جمعہ کے روز سنا جس کی شام کو اسلمی سنگسار ہوا۔ فرماتے تھے۔ ہمیشہ یہ دین برپا رہیگا قیامت تک۔ اور تم پر بارہ خلیفہ ہونگے سب کے سب قریش سے ہوں گے۔

(۷) ابو نجم سے روایت ہے۔ کہ ابو خالد میرا ہمسایہ تھا۔ میں نے اوس سے سنا قسم کھا کر کہتا تھا۔ کہ یہ امت

ہلاک نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ اِس میں بارہ خلیفہ ہوں گے۔ سب کے سب ہدایت اور دین حق پر عمل کرینگے۔

(۸) سفیان بن برد بن مکحول سے روایت ہے۔ کہ اوس سے کسی نے کہا۔ نبی صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے۔ پھر قتل ہوگا۔

(۹) عمرو بکالی نے کعب احبار سے روایت کرتا ہے۔ اوس نے اوس سے کہا۔ کہ خلیفہ رسول بارہ ہیں۔ اور جب اون کے گذرنے کا وقت آئیگا۔ تو طبقہ صالح عبداللہ کا ہوگا۔ تو اون کی عمر میں زیادتی ہوگی۔ اسی طرح وعدہ کیا ہے۔ اللہ نے اون سے جو ایمان لائے۔ اور نیک کام کئے۔ کہ اون کو ملک میں جانشین کریگا۔ جس طرح جانشین کیا تم سے پہلوں کو اور اسی طرح اللہ نے بنی اسرائیل کے ساتھ اور اللہ پر کچھ دشوار نہیں۔ کہ اس امت کو ایک دن یا آدھے دن جمع کردے اور ایک دن تیرے رب کے نزدیک مثل ہزار برس کے ہے۔ تمہاری گنتی سے۔ ان روایات کی نسبت جو کہ عالم شیعہ نے بنظر احتجاج کتب اہل سنت سے لکھی ہیں۔ مولوی خلیل احمد صاحب نے ہدایات الرشید کے صفحہ ۶۰۰ پر لکھدیا۔ کہ صحیح مسلم میں جو روایتیں درباب خلفاء اثنی عشر وارد ہوئی ہیں۔ وہ روایات مندرجہ کتاب

خصائل کے بعض کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں۔ نہ معلوم مولوی
صاحب نے صرف مسلم ہی کا کیوں ذکر کیا۔ دیگر کتب مثل
بخاری وغیرہ میں بھی اس کے متعلق احادیث وارد ہوئی
ہیں۔ جس کا ذکر ایک فہرست میں اول کیا گیا ہے۔ مگر
مولوی صاحب کا شکریہ تہ دل سے ادا کیا جاتا ہے۔
کہ اونہوں نے نقل احادیث میں ہمارے عالم کو سرٹیفکیٹ
صحت بیانی عطا فرما دیا۔ قصہ مختصر احادیث متعلقہ خلفاء
اثنی عشر متذکرہ بالا کا نتیجہ مضمون یہ ہوا۔ کہ وہ بارہ
خلیفہ جب تک نہ ہولیں اسلام قایم و برقرار رہیگا۔
کفارہ مغلوب و مخذول ہوں گے۔ سب کے سب تائید
دین میں سرگرم رہ کر ہدایت اور دین حق پر عمل کریں گے
حسب فحوای آیہ استخلاف خدا نے اون سے وعدہ کیا
ہے۔ کہ جیسا بنی اسرائیل کو خلیفہ کیا تھا۔ ویسا ہی اون
کو بھی کرے گا۔ طبقہ آخر کے خلیفہ کو طول حیات دیا جائیگا
اوس وقت تمام امت امر حق پر مجتمع ہو جائے گی۔ مولوی
خلیل احمد صاحب نے ہدایات الرشید کے صفحہ ۱۰۶
سطر ۲ پر جو روایات مسطورہ بالا کا خلاصۂ مطلب بیان فرمایا
ہے۔ وہ بھی ناظرین کو دکھلایا جاتا ہے۔ (جسقدر اوصاف
دوازدہ ائمہ کی نسبت بیان ہوتے ہیں۔ اون سب کا

حال یہ ہے۔ کہ اوس خلافت کو قوت وشوکت ہوگی۔ اور اوس میں اضطراب وتزلزل ووقوع فتن نہ ہوگا۔ وہ اپنے اعدائپر غالب رہے گی۔ اور بمقابلہ اوس کے کفارہ مغلوب ومنکوس ہوں گے۔ اور امت اون پر مجتمع ہوگی۔) ہرگاہ بہ مفاد احادیث مرویہ طریقۂ سنیہ وتسلیم مولوی خلیل احمد صاحب رئیس المتکلمین اہل سنت یہ بات مثل آفتاب روشن ہوگئی۔ کہ وہ بارہ خلیفہ جن کی بشارت آنحضرت نے امت کو دی تھی۔ ایسی پاکیزہ خیال وخوش افعال ہوں گے۔ کہ امت اون کی امامت پر مجتمع ہوگی۔ اور اون کے زمانہ میں دین نبوی کو ایسا غلبہ ہوگا۔ کہ وہ خلفاء اپنے معاندین ومخالفین پر فتح ونصرت حاصل کریں گے۔ اور آیہ استخلاف کا اون کی ذوات گرامی سے بالخصوص ایسا تعلق ہے کہ جیسا نقبائے بنی اسرائیل کا حکومت سے۔ اس جگہ حق طلب لوگوں کو بہت غور کے ساتھ عقل ایمان پسند سے کام لینا چاہئے۔ کہ آیا معاویہ ویزید ومروان وعبد الملک وہشام وغیرہ پر صفات مندرجہ احادیث صادق آسکتی ہیں یا نہیں۔ اگر آسکتی ہیں۔ تو حضرت معاویہ کا جناب امیر کو گالیاں دینا بارہا اون کے سامنے شمشیر

بدست ہوکر لڑائیوں میں آمادہ قتال ہونا امام حسن کو
زہر پلانا بی عائشہ کو کوئیں میں جھکانا یزید کا امام حسین کو
شہید کرنا مسجد نبوی میں گھوڑے بند ہوانا۔ عورات
مہاجر و انصار سے لشکر کا زنا کرانا۔ مروان اور اوس کی
اولاد ناہنجار کا ہر نوع کے فواحش سے زمین خدا میں
فساد ڈالنا جائز و صحیح ہو جائے گا۔ کیونکہ احادیث میں
یہی الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ کہ وہ سب کے سب
ہدایت خلق و دین حق پر عمل کریں گے۔ اپنے مخالفوں
پر غالب رہ کر کفار کو مغلوب و منکوب کریں گے۔ جمیع
حضرات اہل سنت و خصوص جناب رسوا ارشاد
فرمائیں کہ سوائے جناب امیر و امام حسن و امام حسین
علیہم السلام کے معاویہ و یزید نے کس پر غلبہ پایا۔ کس
کافر کو مغلوب و منکوب کیا۔ معاذ اللہ منہا بربنا عقیدت
اہل سنت یہ حضرات و دیگر ائمہ سب کے سب کافر
قرار پاتے ہیں۔ اہل سنت ثابت کریں۔ کہ
معاویہ و یزید فلاں کافر کے مقابلہ میں لشکر لے کر گئے
تھے۔ اوس فتح نمایاں کے صلہ میں اون پر یہ صفات
وارد ہو سکتی ہیں۔ کہ مخذول و منکوب کنندہ کفار تھے۔
مولوی خلیل احمد صاحب نے احادیث مندرجہ صدر کے

maablib.org

خلاصہ میں لکھا ہے۔ کہ اون خلفاء کے وقت میں اضطراب وتزلزل و وقوع فتن نہ ہوگا۔ اور امت اون پر مجتمع ہوگی۔ اس تقریر سے لازم آتا ہے۔ کہ حضرت امیر و امامین علیہم السلام عند السنیہ امت نبوی میں بھی شمار کئے جانیکی قابلیت نہیں رکھتے۔ کیونکہ نبی کی امت وہی کہی جاوے گی۔ جو یزید و معاویہ کی خلافت پر جو از جملہ ائمہ دوازدہ گانہ تھے۔ اجماع کرے۔ سو حضرت امیر کا خلفاء شیخین سے رضامند ہونا آج تک اہل سنت ثابت نہیں کر سکے۔ امامین کا معاویہ و یزید پر مجتمع ہونا اظہر من الشمس ہے۔ اگر وقوع فتن اون خلفاء کے وقت میں محال تھا۔ و خلیفہ ثالث کو مصریوں اور صحابۂ نبی نے متفق ہو کر قتل کیوں کیا۔ عائشہ محترمہ نے حضرت امیر سے لڑ بھڑ کر ہزاروں اصحاب نبوی کا خون کیوں ضائع کرایا۔ ارباب صحاح خصوص مسلم و بخاری شریف نے واقعات کے لکھنے کو اپنی کتب میں بعض ابواب فتن کیوں قایم کئے۔ شاید اصطلاح اہل سنت فتنہ و فساد کسی خاص بات کا نام ہو۔ افسوس ہے۔ کہ حضرات اہل سنت نے اولاد رسول کو جو کہ نقباء بنی اسرائیل سے تھے۔ چھوڑ کر ایسے لوگوں کو اپنا امام۔ قایم مقام رسول انام گردانا

جس کی دار و گیر سے گلو خلاصی محال ہو گئی۔ واہ سبحان اللہ کیا ہی نور بھرا مذہب ہے۔ یزید فرزند نبی کو ذبح کرے معاویہ نفس نبی کو خود بھی گالیاں دے اور دلائے۔ اور پھر وہ مردان دربار رسول سے نکالا جاوے۔ اور پھر وہ سب ہادی امت و رہرو مسلک صحیح اعتقاد کئے جائیں یہ ہی وجہ ہے۔ جو بعض اہل سنت نے کہا ہے۔ کہ (قتل حسین بسیف جدہ) یعنی حسین اپنے نانا کی تلوار سے شہید ہوئے (مطلب یہ کہ یزید بوجہ استخلاف معاویہ و اجماع امت و تسلط رسول مقبول کا نائب خلیفہ از جملہ آئمہ اثنی عشر تھا۔ امام حسین پر اوس کی اطاعت واجب تھی۔ چونکہ راہ اختلاف اختیار کر کے خلیفہ جائز سے برسر مقابلہ ہوئے۔ لہذا مثل اہل بغاوت اونکو قتل کر کے مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ اور اہل حرم مثل بندیاں کفار رقیہ کر لئے گیے۔ سیّد موسوی نسب و دیگر سادات سنی المذہب آنکھ کھول کر دیکھیں کہ اون کے دادا کا گالیاں دینے والہ زہر کھلاتے والہ قتل و غارت کرنے والہ اون کے خاندان کی مخدرات طہارت کا اسیر کرنے والہ ہادی امت و گام فرسائی جادۂ حقیقت تھا۔ سیّدوں نے سنی بنکر باپ دادا کا نام خوب

روشن کیا۔ جعفر زٹلی نے النامہ میں ناخلف لوگوں کا ذکر کیا ہے اوس میں لکھا ہے۔ الناخلف سید سنی و شیخ شیعہ پس اس سے زیادہ ناخلفی اور کیا ہوگی۔ جس نے خاندانی طریقہ چھوڑ کر اپنے بزرگوں کے گالیاں دینے والوں زہر کھلانے والوں کو اپنا امام اعتقاد کیا۔ حضرات اہل سنت نے احادیث و روایات میں اس درجہ نقض و اضداد کیا ہے۔ کہ جس سے کوئی حدیث قابل اعتبار نہیں رہی۔ لکھتے ہیں۔ کہ آنحضرت نے فرمایا۔ بعد ہمارے تیس برس تک اسلام کی چکی چلیگی۔ یعنی خلافت راشدہ قایم رہے گی۔ مدت مذکور کو حضرت امیر تک ختم کرتے ہیں۔ بعدہ سلاطین جابر کا زمانہ بتلاتے ہیں۔ اور جو بادشاہ بعد تیس برس کے مسند آرائے حکومت ہوئے۔ اون کو بلفظ عضوضا یعنی کٹکھنی سلطنت لکھتے ہیں۔ جس کا آغاز معاویہ کی بادشاہت سے ہوا۔ اور پھر اسی معاویہ اور اوس کی اولاد کو بحکم حدیث خلفاء اثنی عشر خلیفہ بیان فرماتے ہیں۔ اور اون کی خلافت کو جایز و صحیح و حسب آیہ استخلاف لکھتے ہیں۔ جس سے کٹکھنی اور اوس کے غیر میں کوئی امتیاز نہیں۔ جبکہ معاویہ و یزید و مروان امر ہدایت پر مستقر تھے۔ اور کفارہ اون کے اوقات میں مغلوب و مخذول ہو گئے تھے۔ اور اپنے دشمنوں پر اونکو

غلبہ تھا۔ اور امت اون کی خلافت پر مجتمع ہوگئی تھی۔ تو براہ عنایت حضرات اہل سنت فرما دیویں۔ کہ خلفاء راشد جو کہ کٹکھنی نہ تھے۔ ان کٹکھنوں سے کس بات میں بڑھے ہوئے تھے۔ اگر کہیں کہ اون میں بعض نبی کے سسرے تھے۔ تو ان میں ایک سالہ تھا۔ سسرے سے باعتبار محبت سالہ اعلے درجہ پر گنا گیا ہے۔ حضرات اہل سنت اس پر مغرور نہ ہوں۔ کہ وفات ختمی مرتبت سے تیس سال بعد جو لوگ مسند آرائے حکومت ہوئے۔ وہی (ملکا عضوضا) یعنی کٹکھنے بادشاہوں میں داخل ہیں۔ بلکہ اون کو باور کرنا چاہیئے۔ کہ بعد وفات رسول مقبول جن لوگوں نے عنان حکومت ہاتھہ میں لی تھی۔ وہ سب ایسے ہی تھے۔ جیسے کاٹنے والے ہوا کرتے ہیں۔ اون کا دانت جہاں پہنچا ہے دھڑیوں گوشت اوڑا دیا ہے۔ اونہیں لوگوں کی نسبت رسول اکرم نے بروایت مسلم حذیفہ بن الیمان صحابی سے فرمایا تھا۔ کہ بعد ہمارے ایسے لوگ فرمانروائے اسلام ہوں گے۔ جن کے دل شیطان کے اور صورت انسان کی ہوگی۔ اور وہ میری شریعت کو بدل دینگے۔ بروایت بخاری صحابہ سے فرمایا تھا۔ کہ تم لوگ عنقریب ایسے امارت کی حرص میں پڑوگے۔ جو قیامت میں تمہارے لئے باعث خجالت و ندامت ہوگی۔

ابوذر غفاری سے فرمایا تھا۔ کہ اے ابوذر اوس وقت تم کیا کرو گے۔ جب بعد ہمارے لوگ مال خدا کو اس طرح کھا جائیں گے۔ جیسے کہ کوّے یا کتے مردار کا گوشت ادھیڑ کر کھایا کرتے ہیں۔ بانصاف اہل سنت غور فرمائیں۔ کہ وہ کون لوگ تھے۔ جو بعد رسول فرماں روائے مملکت اسلام ہوئے۔ اور جن کے دل شیطانی اور صورت انسانی تھی۔ اور حرص وطمع سے اندھے بگلے کی طرح ایسے سرگرم حصول ریاست وامارت ہوئے۔ کہ میدان قیامت میں سوائے ندامت اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ مردار جانور کی طرح کس نے اموال خدا پر جو کہ مومنین ومسلمین کا حق تھا۔ ہاتھ مارا۔ آخران احادیث کا جو کہ بخاری ومسلم میں درج ہیں اصحاب رسول سے کوئی مقصود البتہ بھی ہے۔ یا معاذاللہ یہ اقوال وارشادنبی بھی اوسی معنی پر تعبیر کئے جائیں گے۔ کہ جس پر حضرت عمر نے ہنگام طلب دواشت خامہ وقرطاس محمول کیا تھا ہذیان۔ پس بوجوہات بالا ثابت ہوگیا۔ کہ یزید حسب فحوائے حدیث خلفاء اثنی عشر اہل سنت کے نزدیک چھٹا خلیفہ رسول اللہ تھا۔ اور مثل ابوبکر خلیفہ رشید وہادئ خلایق اور اپنے دشمنوں پر غلبہ پانے والا تھا۔ اوس کی خلافت بالکل ایسی ہی تھی۔ جیسے کہ شیخین کرام کی۔ نیز جمیع خلفاء اثنی عشر

مسلمہ و مقرر کردہ اہل سنت ہادی و رہنمائے خلق تھے۔ اور
خدا ان کو دشمنوں پر فتح اور غلبہ دینے والا تھا۔ چند ورق
اولٹ کروہ حدیث دیکھو۔ جو کہ بواسطۂ جابر انصاری کتب
اہل سنت سے نقل کی گئی ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ (یہ دین
ہمیشہ غالب رہے گا اپنے مخالفوں پر۔ فتح مند رہیگا بارہ
خلیفوں تک) حسب تصریح بالا مولوی خلیل احمد صاحب نے
بھی ہدایات الرشید میں مضمون صدر و دیگر احادیث
مخبر خلافت ائمہ اثنی عشر کو تسلیم فرمالیا ہے۔ نظر بر آں
دین اسلام کا باقی رہنا بارہ خلفاء کے خاتمہ تک موقوف و
منحصر ہے۔ اور وہ بارہ بزرگوار جن کو اہل سنت نے نیابت
و خلافت رسول کے لئے منتخب کیا ہے۔ حسب توضیح پاکیزہ خیال
سنہ ۹۹ ہجری میں پورے ہو چکے۔ بنا بر آں لازم آیا۔ کہ اب
بعد ختم دورۂ خلفاء اثنی عشر حسب اعتقاد اہل سنت دنیا
میں اسلام نہیں رہا۔ کیونکہ عدم زوال اسلام موقوف باختتام
خلافت تھا۔ جبکہ سنہ مذکور میں بارہ کی تعداد پوری ہو چکی
تو اسلام بھی گیا گذرا ہوا۔ پاکیزہ خیال میں بیان کیا گیا
تھا۔ کہ جب خلافت ختم ہو چکی۔ تو دین بھی نہ رہا۔
اب اہل سنت کیسے مسلمان ہیں۔ آیا خالص یا ناخالص۔ مگر
افسوس ہے۔ کہ جناب رسوار سال الحقیقت میراسبات کا کوئی

جواب نہیں دے سکے۔ اور اس بحث کو قطع قلم انداز کردیا۔ جس سے ثابت ہوا۔ کہ نہ اب دنیا میں اسلام ہی ہے۔ اور نہ خود رسول مسلمان ہیں۔

یزید پلید کی نسبت عوام الناس میں اسی قدر مشہور ہے۔ کہ اوس نے فرزند رسول الثقلین کو شہید کرایا ہے۔ دیگر قبایح و شنایع اوس جلیل القدر شاہزادہ اہل سنت کے سنیوں میں بہت کم بیان کیے جاتے ہیں۔ بایں غرض کہ لوگ اوس سے متنفر ہو کر ناسزا نہ کہنے لگیں۔ معاملات سید الشہدا کو حضرات اہل سنت ملکی تنازعات پر محمول کر کے طعن و تشنیع سے اپنے خلیفہ زادہ کو بری کر کے از زمرہ مومنین تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے۔ (لا یجوز لعن یزید ولا تکفیرہٗ فانہ من جملۃ المومنین) یعنی یزید پر نہ لعن جایز ہے۔ اور نہ اوس کا کافر کہنا صحیح ہے۔ کیونکہ وہ از جملہ مومنین تھا۔ لہذا میں بہ نظر اظہار واقفدار یزید اوس کے کچھ شناعت اعمال بیان کرتا ہوں۔ ابن حجر مکی صاحب صواعق محرقہ جن کا قول اوپر نقل کیا گیا ہے۔ کہ یزید کو مومن سمجھ کر لعن سے بچایا ہے۔ وہی با انصاف عالم کتاب مذکورہ میں رقمطراز ہیں (ثم صار جیشہ ہذا الی قتال ابن زبیر فرمو الکعبۃ بالمنجنیق واحرقوھا بالنار)۔ یعنی لشکر یزید نے ابن زبیر سے جنگ کرنے کیلئے مکہ معظمہ کا محاصرہ کیا اور کعبہ شریف پر اول تو فلاخن سے پتھر برسائے۔ اور پھر اوس مقدس عبادتگاہ اسلام کو آگ لگادی۔ مکہ کی حالت جو یزید نے بنائی۔ اسکو تو ناظرین نے معلوم کرلیا۔ اب مدینہ کی کیفیت قابل ملاحظہ ہے۔ شیخ عبد الحق محدث

دہلوی جذب القلوب میں لکھتے ہیں۔ (یزید بن معاویہ مسلم بن عقبہ
با لشکر عظیم از اہل شام بقتال اہل مدینہ منورہ فرستاد تا ایشاں را بحرۂ مدینہ
منورہ در غایت شناعت بقتل رسانیدند۔ وسہ روز ہتک حرمت حرم
نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نمودہ واولای دادند۔ ازیں جہت ایں را
واقعہ حرہ نام آمدہ و وقوع ایں واقعہ در حرہ واقم بودہ کہ بر مسافت یک
میل از مسجد سرور انبیاء است صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ویک ہزار وہفت صد
تن از بقایا ے مہاجرین وانصار وعلماء تابعین اخیار بقتل رسانیدند۔
واز عوام الناس ورا ء نساء واطفال دہ ہزار کس را کشتند۔ وہفت صد تن از حاملان
قرآن مجید بود وہفت از قوم قریش را در تحت تیغ ظلم درآوردند۔ وفسق وفساد
وزناء را مباح ساختند۔ تا بحدیکہ ہزار زن بعد ازیں واقعہ اولاد زنا زائیدند
واسپاں را در مسجد پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم جولان دادند۔ ودر روضۂ شریف
کہ نام موضعیست درمیان قبر شریف ومنبر منیف وحدیث صحیح درو دیافتہ کہ روضہ
ایست از ریاض جنت اسپاں بول وبراز کردند۔ ومردم را بہ بیعت یزید پلید بہ عہد
عبودیت کہ اگر خواہد بفروشند واگر خواہد آزاد کنند وخواہ بہ طاعت خدا جل وعلا خواند
خواہ بہ معصیت جبر واکراہ نمودند چوں نزد یزید پلید عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ
ذکر بیعت بر حکم قرآن وسنت بزبان آورد بحال گردنش زدند۔ قرطبی گوید۔ کہ
اہل اخبار گویند کہ مدینہ منورہ درآں زماں مطلق از مردم خالی ماند۔ وفواکہ ثمرات او نصیب
وحوش وبہایم آمد وکلاب ودیگر حیوانات در مسجد شریف آرامگاہ ساختند الی آخرہ)
واضح ہو کہ اس سے آگے شیخ عبد الحق صاحب نے بہت کچھ بدعملیاں یزید کی لکھی

ہیں۔ حقیر نے بخوفِ طوالت سب کو نقل نہیں کیا۔ ولید بن عبدالملک کو بھی
علّامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں خلفاء اثنی عشر سے شمار کیا ہے۔ دل چاہتا ہے
کہ اس امام و رہنمائے اہل سنت کے بھی کچھ حالات حوالۂ قلم کردوں۔ دمیری نے
کتاب الحیوان میں لکھا ہے۔ کہ ولید لذاتِ دنیا میں اس درجہ مشتغل رہتا تھا۔
کہ سراسر مدہوش و خود فراموش رات دن شراب خوری و لہو و لعب و طبلہ و سارنگی
میں گذرتے تھے۔ شراب اسقدر پیتا تھا کہ جام و سبو سے سیری نہیں ہوتی
تھی۔ خاص اسی کام کیلئے ایک حوض پر از شراب تیار رہتا تھا جب زیادہ
بدمست ہوتا تھا۔ تو لنگی کھولکر اُس میں کود پڑتا تھا۔ ایک شب کنیز سے مجامعت
کی۔ دونوں نشہ میں چور ہو رہے تھے کہ مؤذن نے صبح کی اذان دی۔ ولید نے
عالم مستی میں حکم دیا کہ آج یہی محبوبہ نماز پڑھائیگی چنانچہ وہ معشوقہ ولید اُسی لباس
شراب آلودہ و نجاست آمودہ سے محراب مسجد میں امام بنکر کھڑی ہوئی اور مسلمانوں کو
نماز فجر پڑھائی۔ ایک روز خلیفۃ اللہ نے قرآن سے فال دیکھی یہ آیہ مبارک نکلی۔
(واستفتحوا وخاب کلّ جبار عنید) آپنے غصہ میں آ کر تمام قرآن پھاڑ ڈالا اور یہ شعر پڑھے

اتوعد کلّ جبار عنید — فہا انا ذاک جبار عنید
اذا ما جئت ربک یوم حشر — فقل یا رب مزقنی ولید

ترجمہ اشعار یہ ہے۔ ولید قرآن پارہ شدہ سے خطاب کرتا ہے کہ تو ہر جبار و عنید
کو وعید کرتا ہے۔ پس وہ جابر و عنید میں ہوں جب تو اپنے خدا سے ملاقات کرے
تو کہنا کہ مجھ کو ولید نے چیر پھاڑ کر پھینک دیا۔ تاریخ دیار بکری میں لکھا ہے کہ
ولید نے عین کعبہ میں مے نوشی کا جلسہ کرانا چاہا مگر بعد میں مسلمانوں نے خوب

پھالیاں اڑا ئیں خلیفہ موصوف نے ایک روز اپنی بیٹی کو دیکھا کہ حلقہ پرستان
میں بیٹھی ہوئی بہار حسن دکھا رہی ہے طبیعت اُس طرف مائل ہوئی فوراً دست و بغل
ہوئے۔ ایک دایہ نے کہا کہ یا خلیفۃ اللہ یہ شیوہ مجوس ہے جو آپ کر رہے ہیں طبیعت
زور پر تھی فی البدیہہ یہ شعر انشاء کیا۔

من راقب الناس مات ہما ۔ و فاز باللذۃ الجسور

حضرت رسول اور اونکے مرید و مقلد غور فرمائیں کہ جن لوگوں نے مدینہ کو تباہ و
برباد کیا مسجد رسول میں گھوڑے بندھوائے ہزار ہا مہاجر و انصار و تابعین و حاملان قرآن
کو قتل کیا۔ ہزار ہا عورتوں سے بے شوہر بچے جنوائے۔ ماں بہن کے ساتھ بدفعلی
کی۔ لواطت کو جاری کیا۔ کعبہ کو آگ لگائی۔ بیت اللہ میں بیٹھ کر شراب پی قرآن
کو چاک چاک کر کے پھینکدیا۔ خدا سے مقابلہ کیا۔ وہ لوگ کیونکر ہم پلہ نقباء بنی اسرائیل
ہو سکتے ہیں۔ چونکہ حسب تصریح بالا و تسلیم مولوی خلیل احمد صاحب مولف ہدایات الرشید
وہ خلفاء دوازدہ گانہ اپنے دشمنوں پر غالب ہونگے۔ اور دین محمدی کو انکی خلافت سے
عزت و تقویت ہوگی۔ تو کیا دین رسول کی یہی شان ہے۔ اور اسلام اسی کا نام ہے۔ کہ جانشینان
رسول و امرائے امت شراب پئیں۔ کعبہ کو جلائیں۔ اپنی ناکتخدا لڑکیوں کا ازالہ بکارت کریں
واہ شعر۔ بریں اسلام گر این گبر سوادارد۔ من برہ و پیر مغاں گیرم و بندم زنار۔ میں امید
کرتا ہوں کہ جناب رسوا ان معاملات کو دیکھ کر ضرور اعتقاد فرمالیں گے۔ کہ آنحضرت
نے جو بارہ خلفاء کی خبر دی ہے۔ اور بقائے اسلام کو انکی ذمت سے وابستہ کیا
ہے۔ وہ خلفاء مجوزہ اہل سنت نہیں ہیں۔ جن میں معاویہ و یزید و مروان و ولید
وغیرہ داخل ہیں۔ بلکہ خلیفہ موعود وہی ہیں۔ جنکو عام مخلوقات بارہ امام بولتی ہے

اور جنہوں نے اسلام کا راستہ اپنے مقلدوں کو بتلایا ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ اہل سنت کبھی اولاد رسول کی امامت کے قایل ہونگے۔ قیامت تک یزید و ولید کی غلامی کا زرودری پٹہ گلے میں ڈالے رہیں گے۔ یہ شرمناک و حیرت خیز و ندامت افزاء حالت اہل سنت کو بہ حمایت ثلاثہ حاصل ہوئی ہے۔ اہل سنت ایسی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ کہ نہ روئے رفتن نہ پائے ماندن۔ اگر ائمہ معصومین کے قایل ہوں۔ تو ثلاثہ ندارد ہوتے ہیں۔ اور اگر اون کو دوازدہ امام کے ساتھ شامل کریں۔ تو بارہ میں تین مل کر پندرہ ہو جاتے ہیں۔ اور وہ صریح خلاف تعداد ارشاد کردہ نبی صلعم ہے۔ ہمیشہ حضرات کوشش کرتے رہتے ہیں۔ کہ اس کیچڑ سے نکلیں۔ مگر ممکن نہیں۔ جتنا زور لگاتے ہیں۔ اور نیچے کو اوترے جاتے ہیں۔ تحت الثریٰ پر پہنچ جائیں گے۔ مگر معاویہ و یزید و مروان و ولید و عبدالملک وغیرہا ناہنجاران امت کی محبت کا دم بھرے جائیں گے۔ ناظرین حق آگاہ اس موقع سے سرسری نہ گذریں۔ بلکہ سمجھیں۔ کہ مذہب اہل سنت کی قلعی اس اثنی عشر والی حدیث سے خوب کھلتی ہے۔ سید موسوی نسب اور جناب رسوا کی خدمت میں نہایت ادب سے بدرد اسلام عرض کیا جاتا ہے۔ کہ اب وہ وقت نہیں ہے۔ کہ یزید و معاویہ و مروان و عبدالملک وغیرہ سے

آپ کو کوئی طمع ہو۔ نہ آپ کے پاس نام وہ کوئی علاقہ کر گئے ہیں۔ جو حمایت وطرف داری ہیں ایسان بازی کی جائے۔ جو ہونا تھا وہ ہولیا۔ خواہ مخواہ اون کی جانبداری سے راہ عقبےٰ مین ببول کے بڑے بڑے خاردار درخت نہ اوگائیے۔ اولاد رسول کو حقدار خلافت مان کر اون کے احکام پہ چلئے۔ ایرا غیرا نتھو خیرا کی اطاعت کا پٹہ گلے سے نکالئے۔ ورنہ تا قیامت ضحکۂ صبیان وغسوان رہو گے۔ واللہ میں خوب جانتا ہوں۔ کہ اکثر اہل سنت یزید کو اپنا امام وہادی وپیشواء وخلیفۂ رسول نہیں مانتے۔ مگر بیچارے کیا کریں۔ بوقت دارو گیر شیعہ چار و ناچار ماننا پڑتا ہے۔ کیونکہ اون کے بزرگان دین ایسا پھندا لگا گئے ہیں۔ کہ کسی طرح گردن سے نہیں نکل سکتا۔ شاید بعض حضرات یہ کہدیں کہ گو یزید ومعاویہ خلفاء دوازدہ گانہ میں عند السنیہ معدود ہو گئے ہیں۔ مگر آیہ استخلاف اون پر صادق نہیں آسکتی۔ یہ حصہ مخصوص خلفاء اربعہ ہی کا تھا۔ نظر برآن اون کو آگاہ کیا جاتا ہے۔ کہ اہل سنت اپنے اِس دعوے میں بھی صحیح القول نہیں ہیں۔ اون کے علماء قدیم حضرت امیر کو آیۂ استخلاف کی بشارت سے مستثنیٰ کر چکے ہیں۔ بنظر تسکین جناب رسواحند علماء اہل سنت کے اقوال نقل کرتا ہوں جس سے ثابت ہو جائے گا۔ کہ یہ حضرات کیسے پر ایسے مفتون و دلدادہ ہیں

کہ آیہ استخلاف کو ان کا خاص حصہ سمجھتے ہیں۔ اور حضرت امیر کو قطعاً تحت آیت سے نکالتے ہیں۔ امام فخر رازی تفسیر کبیر کی جلد ششم میں بذیل تفسیر آیہ استخلاف صفحہ ۲۸۸ پہ لکھتے ہیں۔ (ومعلوم ان بعد الرسول الاستخلاف الذی ہذا وصفہ انما کان فی ایام ابی بکر و عمر و عثمان لان فی ایامہم کانت الفتوح العظیمہ وحصل التمکین وظہر الدین والامن ولم یحصل ذالک فی ایام علی رضی اللہ عنہ لانہ لم یتفرغ لجہاد الکفار لاشتغالہ لمحاربۃ من خالفہ من اہل الصلوۃ) خلاصہ کلام یہ کہ بعد رسول مقبول کے ایسا استخلاف جس کی یہ صفات ہیں۔ بجز ابوبکر و عمر و عثمان کسی دوسرے پر منطبق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کے اوقات میں فتوحات عظیمہ حاصل ہو کر دین کی تمکین ہوئی۔ علی المرتضیٰ کو اپنے ایام خلافت میں یہ شرف نہیں ملا۔ کیونکہ بوجہ اشتغال حروب مخالفین جو کہ اہل صلوٰۃ سے تھے۔ حضرت امیر کبھی آمادۂ جنگ کفار نہیں ہوئے۔ سوائے ازیں شاہ ولی اللہ صاحب تحفہ ازالۃ الخفا کے مقصد اول میں (جو کہ مطبع صدیقی بریلی میں چھپی ہے) صفحہ ۳۳۴ پر لکھتے ہیں (کہ مرتضیٰ دریں خلافت مانند نبی در وہاں نائے نبود و نہ مانند جارحہ برائے اتمام مراد حق وقوم مامور نشدند کہ تحت رایت او قتال کنند۔ چنانکہ مامور شدند۔ بقتال تحت رایت مشائخ ثلاثہ ومطابق

آنچہ ازیں احادیث مفہوم شد بمعاینہ در خارج دیدیم کہ در
زماں حضرت مرتضے عنایت الٰہی کہ سابق فوج فوج نازل مے شد
مستتر گشت کوشش بسیار فائدہ اندکے ہم ندا دو خیریت کہ
عبارتے از الفت مسلمین فیما بینہم وترک منازعت است و
اتفاق بر جہاد کفار و روز بروز شکست بر کفار افتادن روبانتقا
نہاد ومعنی و لیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم یعنی لیمکنن لیسیعیہم دینہم
صورت نہ بست وتمکین فی الارض کہ برائے دفع کفار واعلائے
کلمتہ الاسلام مقرر بود واقع نہ شد) نیز شاہ ولی اللہ موصوف
اپنے ایک دوسرے رسالہ قرۃ العینین فی التفصیل شیخین کے
صفحہ ۱۲۹ پر لکھتے ہیں۔ (حضرت مرتضی در ایام خلافت خود
در شغل مناقشہا ومنازعہ افتاد و در ایام او ہیچ بلاد مفتوح نشد
وہیچ فتحے ظاہر نہ گردید۔ بلکہ جہاد بالکلیہ مسدود ماند) پس ثابت
ہوا کہ علمائے معتبرین ومحققین اہل سنت کے نزدیک جناب
امیر خلفاء راشدین میں داخل نہیں ہیں۔ بلکہ اون کا شمار ایسے
اشخاص میں ہے جن کی نحوست سے اسلام ضعیف ہوا۔
اور عنایت ربانی جو فوج فوج عہد خلفاء میں نازل ہوتی تھی۔
وہ مسدود ہوگئی۔ سبحان اللہ معاویہ وعائشہ وغیرہ خلیفہ جائز
کے مقابلہ میں علم بغاوت افراشتہ کرکے اسلام میں فساد پھیلائیں
اون کا تو اہل سنت بال بیکا نہ کرسکیں۔ علی کو جو کہ استقامت خلافت

حقہ میں کوشش کرتے تھے۔ ایسا مجرم ٹھیرائیں۔ کہ آیہ استخلاف کی بشارات سے اون کا نام نامی و اسم گرامی خارج کر دیویں۔ دانشمندان اہل سنت غور کریں۔ کہ ان تنازعات میں جن کی وجہ سے حضرت امیر کے بدن اقدس سے قبا ے رشادت اوتاری گئی۔ اور اون کے زمانہ کو ضعف اسلام کا باعث قرار دیا گیا حضرت علی کا قصور گیا تھا۔ کہ خدا نے اپنی مرحمت و عنایت کو جو کہ ثلاثہ پر فوج فوج نازل ہوتی تھی۔ ان سے روک لیا۔ اہل سنت چونکہ انسلاب عنایات ربانی کے معتقد ہیں۔ لہذا وہ اپنے خدا کے وکیل بنکر ہمکو جواب دیں۔ کہ علی کو بوقت تنازعات عائشہ و معاویہ و نواصب و خوارج کیا کرنا لازم تھا۔ جس سے اون کے وقت میں بھی عنایت و مرحمت کا موسلا دھار پانی برستا۔

معاویہ خلافت کا طالب تھا۔ اور عائشہ خون عثمان کی خواستگار تھیں۔ معاویہ کو خلافت دے کر خود الگ ہو جاتے۔ اور بخاطر داشت عائشہ دو چار آدمیوں کو بلا ارتکاب جرم پھانسی پر چڑھا دیتے۔ تو خلیفہ راشد سمجھے جاتے۔ واہ سبحان اللہ کیا ہی عاقل و منصف خدا ہے۔ کہ ایک حق طلب سے بایں جرم کہ اوس نے اپنے حقوق جایز واجب کے طلب کرنے میں کیوں کوشش کی۔ اور مخالفین کا قلع قمع کس لئے کیا۔ نعمات کو سلب کر لیوے۔ اور خیریت اسلام و اتحاد اہل ایمان کی

اوس کے وقت میں جڑ اوکھاڑ دیوے۔ عایشہ و معاویہ اسلامی دنیا میں غدر برپا کریں۔ اور علی بشارت استخلاف سے محروم کئے جائیں۔ اگر حضرات اہل سنت اِس عقیدہ کے پابند ہوتے۔ کہ قیامت میں مخالفین علی سے سخت بازپرس کی جائے گی۔ کہ تم نے خلیفۂ رسول کے ساتھہ بیجا و ناروا مخالفت کرکے اوس کو جہاد کفار و ترقیات و توسیعات سلطنت سے روک دیا۔ جس سے سچے اسلام کی اشاعت میں کمی واقع ہوگئی۔ تو ایک نوع کی ایمانداری تھی۔ مگر برعکس اوس کے معاویہ کو خطاے اجتہادی کے خلعت سے عزت دے کر ایک ثواب کا مستحق ٹھیراتے ہیں۔ اور بی بی عایشہ کی جنگ کا بلا ارادہ طرفین واقع ہونا بتلاتے ہیں۔ کیا اچھا انصاف ہے۔ معاویہ ماثوب و ماجور ہوں۔ عایشہ بہ حیلہ نیک نیتی پروانہ براءت حاصل کریں۔ اور علی وعدہ استخلاف سے خارج کئے جائیں۔ اِس زمانہ میں اکثر اہل سنت جن کو عقل و دانش میں اعلے حصہ ملا ہے۔ فرمایا کرتے ہیں۔ کہ علی میں سب طرح کی خوبیاں تھیں۔ مگر پولیٹیکل معاملات میں چنداں دستگاہ نہ رکھتے تھے۔ علم و فضل و عبادت و ریاضت و دیانت و امانت و شجاعت و سخاوت و فصاحت کلام و حاضر جوابی و بذلہ سنجی و مسئلہ دانی اور چیز ہے۔ اور حکومت و ریاست طرز سلطنت کا

دماغ دوسرا ہوتا ہے۔ اون میں یہ صفت نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو مثل ثلاثہ وہ بھی کوئی صوبہ فتح کر کے ممالک محروسہ میں شامل کرتے۔ عائشہ ومعاویہ کے مقابلہ میں اون کو استقلال کے ساتھہ کام لینا چاہیئے تھا۔ حقیر بفرض محال تھوڑی دیر کے لئے تسلیم کئے لیتا ہے۔ کہ معاذاللہ جناب امیر ریاست اسلام کے انتظام کی عقل نہ رکھتے تھے۔ اور صرف مسجد کے بیٹھنے والوں میں اون کا شمار تھا۔ تو حضرات معترضین جنکو دماغ ملک گیری حاصل ہے۔ کوئی قرینہ قایم کر کے مجھکو بتلائیں کہ حضرت علی بوقت شورش عایشہ ومعاویہ کیا رفتار اختیار کرتے۔ غالباً اہل الرائے یہی ارشاد فرمائیں گے۔ کہ چپکے ہو کر مسجد کے کونہ میں بیٹھ جاتے۔ مطلق سانس نہ لیتے۔ جب عایشہ خلیفہ عثمان کا خون آلود کرتہ دکھا کر جہلاء عرب کو بطور داعیہ شورش کر لیتیں۔ اور باواز بلند گلی گلی کوچہ بکوچہ یہ کہتی پھرتیں۔ کہ دیکھو مسلمانو! علی نے یہ کیا ظلم کیا ہے۔ کہ خلیفہ حق کو ناحق لوگوں سے قتل کرایا۔ اس پر بھی صبر نہ کیا۔ مفسدوں کو اپنے دامن عاطفت میں لے لیا۔ تب آمادہ مصالحت ہو کر عایشہ سے کہتے۔ کہ آپ معہ جنگی جماعت کے تشریف لائیے۔ اور میرے لشکر میں سے جس کو جی چاہے۔ قاتل عثمان قرار دیکر پکڑ لیجائیے

ایسے ہی معاویہ سے کہتے۔ کہ ملک شام میں خلافت رسول کا آپ ڈنکا بجائیں۔ اور حجاز میں ہم خلیفہ کہلائیں۔ آپ کا سکہ خلیفہ شام کے نام سے جاری ہو۔ اور میرا خلیفہ حجاز سے دست فرسود عالم ہو۔ سوائے اس کے دیکھئے۔ حضرات اہل عقل کیا تجویز کرتے ہیں۔ اہل سنت اعتراض فرمایا کرتے ہیں۔ کہ علی کو اوس وقت کے مسلمانوں نے رائے دی تھی۔ کہ ابھی معاویہ وعایشہ کو نہ چھیڑئے۔ بحال خود رہنے دیجئے۔ چونکہ آپ نے بلا مشورہ وصوابدید صحابہ جسارت ومبادرت کی۔ لہذا اوس کا ثمرہ خراب پیدا ہوا۔ افسوس ہے۔ کہ اپنے خلفاء مقبولین کے لئے حضرات سنیہ جس بات کو جایز بتلاتے ہیں۔ اوسی کو علی کے لئے ناجایز قرار دیتے ہیں۔ تمام اہل سنت نے مانا ہے بلکہ شجاعت ابو بکر پر اس معاملہ پر استدلال کیا ہے۔ کہ بعد وفات رسول حضرت ابو بکر نے اسامہ کو حکم دیا۔ کہ جس مہم پر حضرت نے آپ کو مامور کیا ہے۔ فوراً لشکر لیکر چلے جائیے۔ ایک دم مدینہ میں نہ ٹھہریئے۔ اوس وقت کے عاقبت اندیشوں نے مشورہ دیا۔ کہ کفار سرحدی رنگ بدلے ہوئے ہیں۔ وفات نبی سے لوگوں کے خیالات میں تغیر عظیم پیدا ہوا ہے۔ اندریں مدینہ کی حفاظت ضروری ہے۔ بالفعل لشکر کو باہر نہ بھیجئے۔ اگر خدا نخواستہ مخالفان اسلام نے مدینہ پر چھاپہ مارا تو

تو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔ اوس وقت حضرت ابوبکر نے غایت شور ولادرمی سے جوش ناک حالت میں فرمایا۔ کہ اگر مجھ کو یقینی طور پر معلوم ہو جائے۔ کہ مدینہ میں خون کی ندیاں بہ جائیں گی۔ اور میرا بدن طعمہ زاغ وزغن ہو جائیگا۔ تب بھی اوس لشکر کو نہ روکوں گا۔ جس کو نبی مامور فرما گئے ہیں۔ اگر خلاف مشورہ صحابہ کوئی کام کرنا داخل جرم ہے۔ تو حضرت ابوبکر پر بڑا اعتراض وارد ہوتا ہے۔ کہ ذی عقل اصحاب کی ایک نہ سنی۔ اور مدینہ کو جنگی فوج سے بالکل خالی کر دیا۔ اگر اوس وقت کوئی غنیم آپڑتا تو کیا کرتے۔ خود تو لڑنا جانتے ہی نہ تھے۔ عہد رسول میں کبھی سرکار کی تلوار خون آلود ہوئی نہ تھی۔ نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ مدینہ رسول پامال سم ستوران ہو کر تباہ و برباد ہو جاتا۔ ہم نے آج تک نہیں سنا۔ کہ کسی مدبر نے بھاؤنی کو یک لخت سپاہیوں سے خالی کر دیا ہو۔ نہ معلوم حضرات اہل سنت جناب ابوبکر کی اس کارروائی کو جو کہ بہ مخالفت صحابہ کی گئی تھی۔ کس درجہ کی عقلمندی پر تجویز فرمائیں گے۔ اور سنئے ہر عقلمند کا یہ شیوہ ہے۔ کہ رعایت و مروت داد و دہش اوس حد تک کرتا ہے۔ جہاں تک کہ اوس کی ریاست یا کسی دوسری قوت کو ضرر نہ پہنچ سکے۔ حضرت ابوبکر نے جناب سیدہ کی درخواست پر واگذاری فدک کے لئے ایک نوشتہ بحالی لکھ دیا۔ عمر صاحب نے

بعد اطلاع اون کو نشیب و فراز دکھا کر آگاہ کیا۔ کہ عرب برسر فساد ہو رہے ہیں۔ مفسدہ کی گرم خبریں آ رہی ہیں۔ عسکر سلطانی اپنے مواجب کی وصول کرنے میں تنگ طلبی کرتا ہے۔ یہ کہہ کر وثیقہ کو سیدہ کے ہاتھہ سے چھین کر ٹکڑے کر ڈالا۔ دیکھو تشئید المطاعن مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لودہیانہ کے صفحہ ۱۹۰ کا حاشیہ جس پر بہ تسلیم سبط ابن جوزی و دیگر علماء سُنیہ وثیقہ کا چاک کیا جانا لکھا ہے۔ اہل الرائے جنکو عقل عاقبت بین و مآل اندیش سے پورا بہرہ ہے۔ غور کر کے ارشاد فرمائیں۔ کہ اس نازک وقت میں ابو بکر کا فدک کو جس کی آمدنی حسب تصریح تشئید المطاعن دو لاکھہ روپیہ سالانہ تھی ہاتھہ سے دیدینا کس درجہ خلاف دانائی تھا۔ اگر اوس وقت حضرت عمر عقل سلیم سے کام نہ لیتے۔ تو ایسے کثیر المنفعت چیز کا ہاتھہ سے نکل جانا ریاست کو کتنا مضرت رسان تہا۔ حضرت عمر یہ خبر پاکر کہ سیّدہ کے گھر میں بعض اصحاب خلافت ابو بکر کی تسلیم سے گریز کر کے بنیاد خلافت کی اوکھاڑنے میں فتنہ و فساد کے لوہے کی کدال سے کوشش کر رہے ہیں۔ آگ اور لکڑیاں لے کر شور و غوغا کرتے ہوئے چڑھ گئے۔ اور چیخ چیخ کر چلائے۔ کہ اس گھر کو جلا دو۔ اگر اوس وقت حضرت امیر ذوالفقار لیکر کھڑے ہو جاتے۔ تو کے ٹکے سوت بکتا۔ ادنیٰ شخص کے گھر پر آگ

لگانے جائیں۔ تو اور سبھی کچھ نہ ہو سکے۔ کم از کم اپنی انتڑیوں کا ڈھیر تو ضرور کر دے۔ اگر حسب روایات اہل سنت جناب امیر عہد حکومت ثلاثہ میں ممنوع از جنگ و مامور بہ صبر نہ ہوتے۔ تو معلوم ہو جاتا۔ کہ حضرت عمر کیسے ناک کان سلامت لیکر آتے۔ (دیکھو رسالہ دلیل المتحیرین مؤلفہ حقیر جو کہ بجواب میرزا حیرت دہلوی لکھا گیا ہے۔ اوس میں ۸ اجلد کتب سنیہ سے عمر کا آگ اور لکڑیاں لے جانا ثابت کیا گیا ہے۔ نیز یہ امر بھی پایہ ثبوت کو پہنچایا گیا ہے۔ کہ حضرت امیر بحکم رسول عہد ثلاثہ میں جنگ کرنے سے منع کئے گئے تھے) حضرت عمر سے یہ ایسا خلاف عقل فعل سرزد ہوا تھا۔ کہ اگر منجر بہ نزع ہوتا۔ تو اسلام کو سخت نقصان پہنچ جاتا۔ حضرات اہل سنت بتلائیں۔ کہ ابوبکر کا سپاہ سے مدینہ کو خالی کرنا مذرک فاطمہ کو بحالت عسرت اسلام دے دینا۔ عمر کا سیدہ کے دروازہ پر آتش افروختہ کرنا کس وجہ کی عقلمندی میں داخل ہیں۔ الحاصل حضرات اہل سنت باظہار اتحاد از خاندان نبوت بہت چکنی چپڑی باتیں بناتے ہیں۔ عام طور پر حضرت امیر کو خلیفہ برحق لوگوں کے سامنے بیان کر کے عیب لطون کو چھپاتے ہیں۔ مگر بقولے مے تراود تو آنچہ در آوند دل است اصلی راز ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔ چنانچہ فخر رازی و شاہ ولی اللہ کا

بیان پہلے ناظرین کو دکھایا گیا - جن میں بشارت استخلاف
سے حضرت امیر کو الگ کیا گیا ہے - اب خود جناب رسوا
کی شہادت پیش کرتا ہوں - بقول اون کے زمانۂ
حال میں ایسے شخص نے حضرت علی کو وعدۂ انعام الٰہی سے
باہر کیا ہے - جس کو تمام ہندوستان کے علماے سنیہ
اپنے سر کا تاج جانتے ہیں - اور اون کی کتاب اظہار الہدیٰ
کو جو کہ بجواب انوار الہدیٰ شیخ احمد صاحب مرحوم لکھی گئی
ہے پیاری نگاہوں سے دیکھتے ہیں - وہ کون مولوی جہانگیر
خاں صاحب شکوہ آبادی - جناب رسوا الحقیقت کے صفحہ
۶۰ و ۶۱ پر لکھتے ہیں - کہ وعدہ استخلاف وعد اللہ الذین
آمنو منکم لیستخلفنہم فی الارض الے آخرہ مثبت خلافت را
شدہ خلفاء اربعہ ابو بکر عمر عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ہے
دوسری آیہ انی اللہ ایہ (ان الارض یرثہا عبادی الصالحون)
بھی صریح دلیل حقیت وخلافت راشدہ کی ہے - کسی قدر
آگے چل کر لکھتے ہیں - پس چاروں خلفاء برحق کا زمانہ ایک
ہے - یہ ہی حضرات اس کے مورد و مصداق ہیں - وہ خیال
کمزور اور نہایت بودا و لچر ہے - جو مولوی جہانگیر خاں صاحب
نے اپنی تصنیف میں کہیں لکھا ہے - کہ بوجہ حائل ومانع ہونے
امیر معاویہ کے جناب امیر علیہ السلام نے وعدہ تبلیغ

ارث بیت المقدس سے فائدہ نہیں اوٹھایا۔ اور بوجہ اس کے مخل ہونے کے امیر معاویہ اس آیہ تبلیغ ارث کے موعودلہم میں معدود ہو سکتے ہیں۔ درحقیقت یہ ثمرہ جناب مرتضوی کی عداوت ہے۔ کہ مولوی جہانگیرخاں صاحب خیر المتکلمین اہل سنت کو حضرت رُسوا کے دفتر سے پوچ گوئی و لچر نویسی کا خطاب ملا ہے۔ اہل دانش غور کریں۔ جبکہ جہانگیرخاں صاحب کو حضرت امیر سے اس درجہ عناد ہے۔ کہ بشارت خداوندی سے اون کو محروم کیا۔ حضرت معاویہ کے سر پر اس پگڑی کو باندھا۔ تو دیگر مقامات پر کیا کچھ واد شنیت دی ہوگی۔ رُسوا صاحب نے تو دبے ہوئے لفظوں میں خان بہادر کو لچر پوچ اور بودے خیال کا مناظر بتلایا۔ مگر دیگر علماے اہل سنت نے خاں صاحب ممدوح کو بجرم اہانت مرتضوی بالکل کافر ہی لکھدیا ہے۔ دیکھو کتاب معیار الہدے مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی کا ورق آخر بڑی چوڑی مہریں حضرت کے کفر پر لگی ہوئی ہیں۔ میں جناب رسوا کو حکم تجویز کر کے پوچھتا ہوں۔ کہ جناب حسب مخواے آیہ وانی جاعل خلیفہ استخلاف حضرت امیر کو بتصریح بالا بشمول ثلاثہ خلیفۂ راشد تسلیم کرتے ہیں۔ اور فخر رازی و شاہ ولی اللہ و جہانگیرخاں صاحب جناب امیر کو بشارات استخلاف سے خارج کر کے اوس کا مستحق معاویہ صاحب کو قرار دیتے ہیں۔ دریافت طلب یہ ہے۔ کہ آپ

maablib.org

صاحبوں میں سچا کون ہے۔ جناب والا یا علماے ثلاثہ۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ حضور علماے قدیم کو جھوٹا بتلائیں گے۔ اور اپنی ذات اقدس کو سچا۔ کیونکہ منجملہ تین شخصوں کے جہانگیر خاں صاحب کو تو لچر گو اور بیہودہ خیال کا تجویز کر ہی چکے۔ بطرف فخر رازی و ولی اللہ رہ گئے۔ چونکہ ہر سہ علماء سے ایک ہی طرح کا جرم واقع ہوا ہے۔ نظر برآں یقین کیا جاتا ہے۔ کہ جناب کے کارخانہ خیالی سے اِن دونوں کو کوے بہتر خلعت ملیگا۔ جو لوگ کہ علماء یا جہلاء اہل سنت سے حضرت امیر کے جنگ کو ادن کی بیدانشی وشوء تدبیری پر محمول کر کے قہقہہ اوڑاتے ہیں۔ اور حضرت کیوقت کو بلکہ اون کی خلافت کو ضعفِ اسلام کا سبب جانتے ہیں۔ وہ تنہا جناب امیر کی توہین نہیں کرتے۔ بلکہ رسول مقبول کا تخطیہ کرتے ہیں۔ کیونکہ آنحضرت نے حسب تسلیم شاہ صاحب دیگر عظماے اہل سنت جناب امیر سے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ اے علی میرے جنگ کفار سے ہے۔ اور تمہاری ہی لڑائی کلمہ گو لوگوں سے ہوگی۔ کیونکہ میں تنزیل پر جہاد کرتا ہوں۔ اور تم تاویل پر قاسطین و مارقین و ناکثین (عائشہ و طلحہ و زبیر و معاویہ و خوارج وغیرہ) سے لڑوگے۔ حضرات اہل سنت چونکہ اِن روایات کے ناقل ہیں۔ لہٰذا غور فرمائیں۔ کہ رشادتِ علی کے انکار سے رسول مقبول کی کیسی توہین مرتبت ہوتی ہے۔ نبی علی کو

جنگ اہل اسلام سے خبر دے کر مثل اپنے اون کی لڑائی کو تجویز فرمائیں۔ اور اکابر اہل سنت اوس کو ضعف اسلام کا قوی سبب تجویز کریں۔ براہ مہربانی اگر خلافت مصلحت نہ ہو۔ تو فخر رازی و شاہ ولی اللہ و جہانگیر خاں صاحب وغیرہ کی نسبت اشتہار دے دیویں۔ کہ یہ علماء ثلاثہ ایسے فدائے ثلاثہ تھے۔ کہ دین و ایمان سے ہاتھ دھو کر چلے گئے۔ قصہ کوتاہ اہل سنت کو آیہ استخلاف پر بڑا ناز ہے۔ اور اون کے اذہان صافیہ میں یہ بات ایسی جاگزین و مرتکز ہو چکی ہے۔ کہ گویا یہ آیت بزبان حال یوں رہی ہے۔ کہ تین خلفاء ثلاثہ کی شان میں قطعاً نازل ہوئی ہوں۔ چونکہ حسب تصریح متکلمین سُنیہ آیہ موصوف کا تعلق ثلاثۂ کرام و معاویہ ذی شان کی ذات سے ہے۔ اور حضرت امیر کا بوجہ عدم فتوحات و ترقی و توسیعات مملکت اوس سے کوئی امداد نہیں۔ لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ کچھ حالات متعلق بآیہ اس جگہ لکھ دئے جائیں۔ تاکہ حضرت رسوا سمجھ کر گام فرسائے مسلک خفیفت ہو جائیں۔ پوری حقیقت آیہ غار و استخلاف کی حقیر نے رسالہ دلیل المتحیرین میں لکھی ہے۔ ہر ایک پہلو صاف کر کے دکھلایا گیا ہے۔ اس جگہ نہایت اختصار سے لکھتا ہوں۔ ناظرین متوجہ ہو کر ملاحظہ فرمائیں۔ پہلے پوری آیہ استخلاف معہ ترجمہ لکھتا ہوں۔ پھر یہ دکھلاؤنگا۔ کہ

ثلاثہ سے کہاں تک اس کو چسپیدگی ہے۔ (وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا)

ترجمہ

وعدہ کیا اللہ نے اون لوگوں کو جو ایمان لائے تم میں سے اور عمل کئے اچھے۔ البتہ اللہ خلیفہ کرے گا اون کو زمین میں جیسا کہ خلیفہ کیا اون لوگوں کو جو کہ پہلے اون سے تھے۔ اور البتہ جگہ دے گا دین اون کے کو جو پسند ہے واسطے اون کے۔ اور البتہ البتہ بدل دے گا بعد اون کے خوف کو امن کے ساتھ۔ عبادت کریں گے میری نہیں شریک کریں گے میرا کسی چیز کو اور جو کوئی کہ بدلے گا بعد اوس کے پس وہ لوگ بے کار ہوں گے۔

فہرست امورات غور طلب از مفاد آیت استخلاف

(۱) یہ کہ جن پہلے لوگوں کی مثل خدا نے مسلمانوں سے عطائے خلافت کا وعدہ کیا۔ وہ معصوم تھے یا غیر معصوم۔ اور بصورت اون کے معصوم ہونے کے ثلاثہ کو اون سے کیا مناسبت ہے۔

(۲) خلفاء ثلاثہ نے بمثل خلفاء سابقین جو کہ نقباء بنی اسرائیل سے تھے۔ اعمال نیک کئے یا بد۔

(۳) خلفاء ثلاثہ کا دین ایسا ہی پسندیدہ تھا جیسا کہ امراے بنی اسرائیل کا یا کہ اوس کے مغایر۔

(۴) خلفاء ثلاثہ خود کسی بدامنی یا پُرخطر حالت میں تھے۔ اور اون کے عہد میں خوف برطرف ہو کر امن وامان ظاہر ہوا یا فتنہ واضطراب

(۵) ثلاثہ نے آیہ استخلاف کے کیا معنی سمجھے تھے۔

(۶) نبی کے خیال میں ثلاثہ کیسے تھے۔

(۷) خاندان نبوت کی نظر میں ثلاثہ کیسے تھے۔

امر اول

یہ کہ جن پہلے لوگوں کی مثل خدا نے مسلمانوں سے عطائے خلافت کا وعدہ کیا ہے۔ وہ معصوم تھے یا غیر معصوم۔ اور بصورت اُنکے معصوم ہونیکے ثلاثہ کو اُن سے کیا نسبت ہے

بنی اسرائیل یا دیگر اُمم میں جو لوگ کہ خلیفۃ اللہ تھے۔ اونکو بضرور نعمت عصمت سے بہرہ یابی تھی۔ اگر معصوم نہ ہوتے۔ تو ممکن نہ تھا۔ کہ نیابت خدا کر سکتے۔ قرآن پاک میں آیا ہے۔

(لاینال عہد الظالمین) یعنی خلایق کے امور کا اختیار ظالم کے ہاتھ میں نہیں دیا جا سکتا۔ باتفاق جمیع اُمت ثلاثہ معصوم نہ تھے۔ چنانچہ شاہ صاحب نے تحفہ کے باب ہفتم عقیدۂ پنجم میں لکھا ہے۔ (کہ خلفاً

maablib.org

ثلاثہ نہ معصوم اند و نہ منصوص ۔ و در افضلیت ہم بحث بسیار است (یعنی نہ ثلاثہ کی عصمت ثابت ہے ۔ اور نہ یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچی ہے ۔ کہ اون کی خلافت کسی حکم قرآنی یا حدیث نبوی سے قایم ہوئی تھی ۔ صاحب تحفہ کی عبارت بالا کو مولوی جلیل احمد صاحب نے بدایات الرشید کے صفحہ ۵۰۲ سطر ۱۸ پر تسلیم فرمایا ہے ۔ پس جو لوگ کہ نہ معصوم ہیں ۔ اور نہ منصوص ۔ بلکہ بمقابلہ امت اون کی افضلیت بھی معرض بحث میں ہے ۔ وہ امراے بنی اسرائیل کی مثل و مانند کیونکر ہو سکتے ہیں ۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا ۔ کہ ایک وقت میں جو عہدہ معصومین کو دیا جائے ۔ وہ ہی فاسقین و فاجرین کے حوالہ کیا جاوے ۔ البتہ ایسے منصب جلیل کا وہ ہی حامل ہو سکتا ہے ۔ جسکو نبی صلعم نے باعتبار ہیبت و صولت ہمتاے موسے علیہ السلام فرمایا ہو ۔ اور جس کو منزلت ہارونی سے سرفراز کیا ہو ۔ آیت استخلاف میں اول یہ ہی بات بیان کی گئی ہے ۔ کہ البتہ اللہ خلیفہ کرے گا اون کو زمین میں جیسے کہ خلیفہ کیا اُن لوگوں کو جو کہ پہلے اون سے تھے ۔ حضرات اہل سنت اگر ثابت فرما دیویں ۔ کہ پہلے زمانہ کے وہ لوگ جنکو خدا نے عہدہ خلافت سے ممتاز فرمایا تھا مثل ثلاثہ معصوم نہ تھے ۔ بلکہ فسق و فجور و معاصی کی دستار سر پر باندھے ہوئے تھے ۔ تو ہم بیچون و چرا نیچی گردن کر کے خلفاء ثلاثہ کو دفتر خداوندی کا سرٹیفکیٹ یافتہ خلیفہ

سمجھ لیں گے۔ جس وقت حضرات اہل سنت خلفاء اولین کی جو کہ مثل ثلاثہ غیر معصوم ہوں۔ فہرست بنائیں۔ حضرت ابو البشر پر بھی جو کہ سب سے پہلے خلیفہ ہیں نظر ڈال لیں کہ وہ معصوم ہیں یا کیا۔ مدعیان خلافت ثلاثہ پر لازم ہے۔ کہ صاف کہدیں۔ کہ نہ پہلے کوئی خلیفہ معصوم گذرا۔ اور نہ خلافت کے لئے عصمت ضروری ہے۔ ہر سفیہ و جاہل مثل یزید و مروان مسند رسول کو پامال کر سکتا ہے۔ چونکہ خلفاء جناب رسالتماب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم عدد نقباء بنی اسرائیل بارہ بزرگ تجویز کئے گئے ہیں۔ لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُمراے بنی اسرائیل کی جلالت شان دکھلائی جائے۔ کہ پیش خدا کیا اقتدار رکھتے تھے۔ تفسیر مجمع البیان کے صفحہ ۲۹۶ پر لکھا ہے (قال اللہ تعالے ولقد اخذ اللہ میثاق بنی اسرائیل وبعثنا منہم اثنی عشر نقیبا) یعنی امراے امر ناموسے بان بعث من الاسباط اثنی عشر رجلا کالطلایع یتجسون ویاتون بنی اسرائیل باخبار ارض الشام واہلہا الجبارین فاختار من کل سبط رجلا یکون لہم نقیبا ای امینا کفیلا فرجعو ینہون قومہم من قتالہم) خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ اسباط بنی اسرائیل سب کے سب از جملہ اخیار و ابرار و صالح و خوش کردار تھے۔ مثل معاویہ و یزید و مروان و عبد الملک و ولید وغیرہ نہ تھے۔ پس واضح ہوا۔ کہ خلفاء اولین تمام تر صادق و ابرار تھے۔ اور خلفاء ثلاثہ بخلاف اون کے اندریں حالت کبھی عقل سلیم مجوز

نہیں ہو سکتے۔ کہ خدا نے صرف ثلاثہ کو باوصف عدم عصمت ایسا عہدہ دینا چاہا ہو۔ جو کہ پہلے اہل عصمت کو دیا گیا تھا۔

امر دوم خلفاء ثلاثہ نے برمثل خلفاء سابقین جو کہ بنی اسرائیل یا دیگر گروہ سے تھے نیک عمل کئے یا بد

تمام کتب تواریخ و صحاح اہل سنت شاہد ہیں۔ کہ انہیں خلفاء ثلاثہ نے مجموعاً یا منفرداً اعمال زشت حسب ذیل کئے۔ فرار از جہاد عدم شرکت لشکر اسامہ۔ اعتراض بہ عدالت آں حضرت ہنگام تقسیم اموال غنایم۔ انکار از حضور ے دوات و قلم۔ الزام ہذیان بذات ختمے مرتبت۔ گمراہئے امت بوجہ عدم تحریر وصیت نامہ ترک لاش نبی بلا غسل و کفن و دفن و دیگر رسومات متعلق میت۔ خوف دہی اہل بیت آتش زنی بخانہ سیدہ۔ سقط محسن۔ ضبطی فدک۔ شق وثیقہ۔ رد شہادت علی و حسنین بہ مقدمہ ہبہ فدک۔ منع خمس از اہلبیت اخراج مقدمہ ارث۔ جبریہ اخذ بیعت از علی۔ قتل مالک بن نویرہ مرد مومن۔ براءت خالد از الزام قتل و زنا۔ اسقاط حی علی خیر العمل از اذان ادخال الصلوٰۃ خیر من النوم باذان اخراج ابوذر از مدینہ۔ زدوکوب

عمار یاسر۔ عطائے قلمدان وزارت بہ مروان مطرودہ و مردود رسول مقبول۔ یعینائی عمال فاسق بملک اسلام۔ وغیرہ وغیرہ اہل عقل غور فرمائیں۔ کہ جو لوگ ایسی عادات و حرکات رکھتے تھے۔ جو کہ ایک ادنے شخص بھی اپنی ذات کے لئے پسند و گوارا نہیں کرتا۔ وہ نقباء بنی اسرائیل یا جناب آدم و داؤد و سلیمان علیہم السّلام خلفاء خدا کی مثل و مانند کیونکر ہو سکتے ہیں ہر گز آیہ استخلاف وہ ہی بزرگوار مسند آرائے حکومت ہو سکتے جو کہ از جملۂ اخیار و اتقیاء ہوں۔

امر سوم خلفاء ثلاثہ کا دین ایسا ہی پسندیدہ تھا جیسا کہ خلفاء اولین کا یا کہ اس کے مغائر

maablib.org

اکثر علمائے اہل سنت نے لکھا ہے۔ کہ بعد قتل عمر جو انتخاب خلافت کے لئے کمیٹی تجویز ہوئی تھی۔ تو اس میں ممبران کمیٹی نے سب سے اول خلافت نبوی کے لئے جناب امیر کو تجویز کیا تھا۔ چونکہ دل آپ کے خلافت ممبروں کو منظور نہ تھی۔ محض ظاہری برداشت مد نظر تھا۔ لہذا ایسی شرط پیش کی۔ جن کی نسبت ان کو قطعی یقین

تھا۔ کہ آپ منظور نہ کریں گے۔ اور وہ ہی نامنظوری اون کی محرومی کا قوی سبب ہو جائے گی۔ چنانچہ رائے دہندگان نے عرض کیا۔ کہ اے علی آپ سب سے احق بخلافت ہیں۔ اقرار کیجیے۔ کہ حکم خدا و سنت نبی و سیرت شیخین پر عمل کروں گا۔ جناب نے بجواب ارشاد فرمایا۔ کہ حکم خدا اور رسول کی پابندی میرا عین ایمان ہے۔ البتہ طرز و رفتار شیخین پر چلنے کا اقرار نہیں کر سکتا۔ خواہ مجھ کو حاکم بناؤ۔ یا نہ بناؤ۔ اگر شیخین کا دین پسندیدہ ہوتا۔ اور اون کا طرز عمل و معاشرت قابل تمسک و وثوق سمجھا جاتا۔ تو حضرت امیر اتنی بڑی سلطنت عرب کو جس کو عمر نے ترقی دے کر کہیں سے کہیں پہنچایا تھا۔ ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ ممکن تھا۔ کہ اوس وقت اقرار کر لیتے۔ اور بعد استقلال و استحکام حکومت عمل فرمائے سیرت شیخین نہ ہوتے۔ اپنی رائے پر صواب سے کام لیتے۔ جیسا کہ عثمان صاحب نے مجلس شورے میں وعدہ کیا تھا۔ کہ سیرت شیخین پر چلوں گا۔ مگر بالکل اوس کا اتباع نہ کیا۔ اگر حضرت امیر متابعت کا اقرار کر کے پھر اوس کے خلاف کرتے۔ تو دو بھاری خرابیاں پیدا ہو جاتیں۔ اول الزام خلف وعدہ جو کہ مخبر بہ دھوکہ دہی و فریب ہوتا۔ دوم صحت سیرت خلفاء مخلوق خدا کے لئے پوری حجت ہو جاتی۔ کہ جب علی نے مجمع اصحاب میں اتباع خلفاء کا وعدہ کر لیا تھا۔ تو ضرور وہ برسر حق تھے۔ مگر

جب آپ نے صریحاً اوس سے انکار کیا۔ تو سوائے خواص کے عوام لوگ بھی سمجھ گئے۔ کہ باعتقاد مرتضوی سیرت خلفاء ایسی بڑی چیز تھی۔ کہ جس کی کراہت سے آپ نے سلطنت جیسی پیاری اور محبوب چیز کو بیقدر چیز سمجھ کر چھوڑ دیا۔ دیکھو کتاب روح الاسلام مولفہ عالی جناب امیر علی صاحب بیرسٹرایٹ لا کا صفحہ ۱۷۱ھ۔

انسان اگر بچشم انصاف دیکھے۔ تو سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ دل و جگر علی ہی کا تھا۔ کہ صرف بہ نظر اظہار حق بادشاہت کو چھوڑ دیا۔ اور چند روزہ حکومت کی کچھ حقیقت نہ سمجھی۔ افسوس ہے۔ کہ ایسے حق آگاہ و تارک دنیائے ناپاک کو حضرات اہل سنت ایسے بڑے لفظوں سے یاد کرتے ہیں۔ کہ جس کا مافوق ممکن نہیں۔ شاہ ولی اللہ قرۃ العینین کے صفحہ ۱۹۱ پر لکھتے ہیں۔ زہا بہ دانست کہ حضرت مرتضےٰ لامحالہ نصیب اوفی داشت از زہد و اخبار زہد وے بسیار صحیح شدہ و رجحان او بر بسیاری از صحابہ نیز متحقق است۔ امّا بہ نسبت شیخین محل تامل است زیرا کہ بے رغبتی بہ دنیا اعظم آں بے رغبتی است۔ در خلافت و ایں معنی در صدیق و فاروق بوجہ اتم ظاہر شد۔ بخلاف مرتضےٰ کہ سعیہا در طلب انشاء خلافت و استمرار آں بکار برد۔

سبحان اللہ۔ عجیب انصاف ہے۔ جو لوگ نبی کو بے غسل و کفن چھوڑ کر بد معاش خانہ (سقیفہ) میں درباب خلافت انصار سے لپاڈکی کریں وہ زاہد کہلائیں۔ اور تمنائے خلافت کے الزام سے بری سمجھے جائیں

اور جو شخص مشغول بدفن نبی ہوکر بوریائے ماتم پر بیٹھے - اور سیرت شیخین کی پابندی سے انکار کرکے خلافت کو چھوڑے - وہ دنیا طلب کہا جائے سوائے اہل سنت کے دنیا میں کوئی ایسا نہ ہوگا - جو شیخین کو زاہد اور اور علی کو طامع کہہ سکے - چنانچہ متقدمین سنیہ مثل مولوی روم کہہ گئے ہیں -

چوں صحابہ حُبِّ دنیا داشتند

مصطفےٰ را بے کفن بگذاشتند

شاہ ولی اللہ نے تو صرف اوجہ کوشش وسعی حضرت امیر کے زہد کو شیخین کے زہد سے دوسرے نمبر کا بتلایا - مگر مولوی خلیل احمد صاحب مدرس مدرسہ دیوبند ضلع سہارنپور مولف ہدایات الرشید نے تو ایسا جوش سنیت دکھلایا - کہ معاذ اللہ حضرت امیر کو کہیں کا بھی نہ رکھا - چنانچہ کتاب مذکور کے صفحہ ۱۸۶ پر لکھتے ہیں - کہ بخاری میں جو یہ حدیث وارد ہوئی ہے - (ستحرصون علی الامارۃ وستکون ندامتہ یوم القیامتہ) یعنی عنقریب تم لوگ امارت کی حرص کروگے اور وہ قیامت میں تمکو ندامت دینے والی ہوگی - اس سے مراد علی ہیں - چونکہ اونہوں نے حصول خلافت میں بقول شیعہ کوشش بلیغ کی - اور سیدہ کو سوار کرکے گھر بہ گھر لئے پھرے ادن سے زیادہ کون حریص بہ حکومت ہوسکتا ہے - پس وہ قیامت میں بذیل اہل سنت محشور ہوں گے - مولوی صاحب نے

اپنے غصہ کو حضرت امیر کی ذات پر خوب اثر دار لفظوں سے ظاہر کیا
مگر آخر میں اس الزام کو شیعہ کے سر پر تھوپ دیا۔ چنانچہ صفحہ
مذکورہ بالا پر گہر ریز ہوئے ہیں۔ کہ شیعہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت امیر
نے بواسطۂ حسنین و سیّدہ صحابہ کو اپنی امداد کے لئے آمادہ کرنا
چاہا تھا۔ اور ہر طرح کوشش کی تھی۔ کہ مجھ کو خلافت مل جائے۔
بخلاف اون کے شیخین نے مطلق توجہ بہ حصول خلافت نہ کی تھی
صحابہ نے اجماع کر کے اون کو لایق منصب امامت سمجھ کر تختِ
حکومت پر بٹھایا تھا۔ پس حدیث حرص کا تعلق اونہیں سے ہے۔
حقیر عرض کرتا ہے۔ کہ صحابہ کے گھروں پر حضرت امیر کا مع سیّدہ
وحسنین کے جانا اور اون لوگوں کے امداد خواہ ہونا اہل سنت کی
کتب میں بھی لکھا ہے۔ چنانچہ بہ نقل عبارت کتاب رسالۂ دلیل المتحیرین
میں حقیر نے اُس کا ذکر کر دیا ہے۔ اس جگہ شاہ ولی اللہ کی عبارت
سے جسکو اوپر نقل کیا ہے۔ دکھاتا ہوں۔ کہ علی نے بقول اہل سنت
بھی اپنی خلافت کے استحکام میں کوشش بلیغ کی۔ دیکھو شاہ
ولی اللہ کا یہ فقرہ (سعیہا در طلب النشاء خلافت و استرار آں
بکار برد) اہل عقل توجہ فرمائیں۔ کہ علی نے در باب خلافت کس قسم
کی سعی و کوشش کی ہوگی۔ جس سے استمرار خلافت ہو جاتا بہر حال
یہ ہی ہوا ہوگا۔ کہ خلیفہ ابو بکر پر اپنے حقوق ظاہر کئے ہوں گے۔
کہ میں لایق منصب امامت ہوں۔ جب اُنہوں نے درخواست

مرتضوی نامنظور کی ہوگی۔ تو دیگر اشخاص سے خلوت وجلوت میں کہا ہوگا کہ آپ ہماری مدد کریں۔ ہمارے منصب خداداد پر جو غیر لوگ متصرف ہو گئے ہیں۔ اون کو برطرف کر دیویں۔ چنانچہ عبدالعزیز صاحب نے بھی تحفہ میں تسلیم کیا ہے۔ کہ علی اپنے گھر مین بیٹھ کر ارباب فتنہ وفساد کو جمع کر کے در باب برہمی خلافت ابوبکر مشورہ زن ہوتے تھے۔ عمر نے آگ لگانے کی دھمکی دے کر اوس مجمع ناجائز وفساد پیشہ کو برہم کر دیا۔ پس علی نے بہ طلب خلافت جو پیروی کی۔ وہ بہ شہادت شیعہ وسنی ثابت ہے۔ اگر اسکو حرص حکومت کہتے ہیں۔ اور حق دار کو اپنے حقوق تلف شدہ کا حاصل کرنا مذموم ومعیوب ہے۔ تو حضرات اہل سنت کو اختیار ہے۔ کہ جناب امیر کو بجرم طلب خلافت اہل حرص سے قرار دیکر مقصود حدیث بخاری قرار دیویں۔ مگر براہ مہربانی ٹٹی کی آڑ میں شکار نہ کھیلیں۔ یعنی مثل مولوی خلیل احمد صاحب یہ دھوکہ نہ دیں۔ کہ بروے مذہب شیعہ حضرت علی حریص حکومت کی صفت سے موصوف پائے جاتے ہیں۔ بلکہ علی الاعلان کہدیں چونکہ علی نے ہر طرح کی کوشش انشاء و استمرار خلافت میں کی اور کوئی پہلو کد وکاوش میں نہیں اوٹھا رکھا۔ اور یہ تمام بیجا سعی اون سے بطور ناجائز خلیفہ حق کے مقابلہ میں ظہور پذیر ہوئی۔ لہذا وہ بموجب حدیث بخاری قیامت میں اہل ندامت کے

ساتھ اوٹھیں گے۔ اور حریص وطمّاع لوگوں کے ساتھ اون کا حشر ہوگا۔ اصلیت یہ ہے۔کہ حدیث بخاری سرتاسر بیخ کن سنیت وبرہم کنندہ ملت ہے۔کیونکہ سوائے ثلاثہ کے اور کوئی شخص اس حدیث کا مقصود علیہ قرار نہیں پا سکتا۔ بالاخر نتیجہ یہ نکلا۔کہ ثلاثہ کا دین پسندیدہ نہ تھا۔ حضرت علی اوسکو بحّہ ے مکروہ سمجھتے تھے۔کہ مدام اپنی خلافت کے استحکام اور اون کے استقبال میں کوشاں وسرگرم رہے۔اور سلطنت جیسی پیاری ومحبوب چیز کی کچھ پرواہ نہ کی۔

امر چہارم خلفاء ثلاثہ خود کسی بدامنی یا پُرخطر حالت میں تھے اور اون کے عہد میں خوف بطرف ہوکر امن و امان ظاہر ہوا یا فتنہ و اضطراب

جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے وقت میں پُورا امن و امان ظاہر ہو کر کفر مغلوب اور اسلام مظفر ومنصور ہوچکا تھا۔ بعد رسول مقبول مسلمان بدامنی کی حالت میں نہ تھے۔

بلکہ ایک باشوکت و پُرصولت جماعت تھی۔ جن کے رعب و دبدبہ و روزانہ ترقی سے خود کفار مخذول و منکوب ہو رہے تھے۔ تفسیر فتح البیان میں جسکو مولوی صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی نے لکھا ہے۔ اور جو کہ مصر میں چھپی ہے۔ صفحہ ۳۲۹ پر لکھا ہے۔ (وعن البراء قال فینا نزلت ونحن فی خوفٍ شدید وعن ابی العالیۃ قال کان النبی صلعم واصحابہ بمکۃ نحوا من عشر سنین یدعون الی اللہ وحدہ والی عبادتہ وحدہ لاشریک لہ سرًا وہم خائفین لایومرون بالقتال حتّے امروا بالہجرۃ الی المدینۃ فقدموا المدینۃ فامرہم اللہ بالقتال وکانوبہا خائفین یمسون فی السلاح ویصبحون فی السلاح فغیروا بذلک ماشاء اللہ ثم ان رجلا من اصحابہ قال یارسول اللہ مایاتی علینا یوم نامن فیہ ونضع السلاح فقال رسول اللہ صلعم لن تغبروا الایسیرا حتّے یجلس الرجل منکم فی الملاء العظیم محتبیا لیست فیہم حدیدۃ فانزل اللہ وعد اللہ الذین آمنوا الے آخرہ الایہ فاظہرہ اللہ نبیہ علی جزیرۃ العرب فامنوا ووضعوا السلاح) خلاصہ کلام براء کہتے ہیں۔ کہ یہ آیہ استخلاف ہمارے حق میں نازل ہوئی۔ اس لئے ہم لوگ خوفِ شدید میں تھے۔ اور ابوالعالیہ سے منقول ہے کہ نبی اور اون کے اصحاب مکّے میں قریب دس برس کے رہے اور لوگوں کو دعوتِ اسلام کرتے تھے۔ پوشیدہ طور پر اور جب تک کہ غلبۂ کفار رہا۔ گروہ اصحاب جہاد سے رکا رہا۔ بلکہ آنحضرت

مکہ کے قیام سے بھی منع گئے گئے۔ اور مدینہ جانے پر مامور ہوئے۔ جب
مدینہ میں آئے۔ اور قوت بہم پہنچی۔ تب ماذون بہ جہاد ہوئے۔
مگر وہاں بھی کلیتہً خوف برطرف نہ ہوا۔ شب و روز ہتیار باندھے
رہتے تھے۔ ایک روز کسی صحابی نے عرض کیا۔ کہ یا حضرت کبھی ایسا
دن بھی آئے گا۔ کہ ہم اس لوہے کے جال سے نکلیں گے۔ آپ نے
فرمایا۔ عنقریب تم ایسی حالت دیکھنے والے ہو۔ پس نازل کیا
خدا نے وعد اللہ الذین آمنوا آخر آیت تک اور غالب کیا خدا نے
اسلام کو جزیرۂ عرب پر تا اینکہ سب بے خوف ہو گئے۔ اور ہتیار
رکھدیئے۔ پس ثابت ہوا کہ خلفاء ثلاثہ کسی حالت پُرخوف میں نہ
تھے۔ جس کا ذکر آیت میں کیا گیا ہے۔ بلکہ ہتیار کھولے ہوئے
ہوئے چاروں شانہ چت بستر استراحت پر لیٹے ہوئے تھے۔ ہاں
اون کے وقت میں بعض خاصان خدا۔ آسایش دنیاوی سے
برکنار ہو کر غریق دریائے تفکرات و لقمۂ نہنگ آفات ہو گئے
تھے۔ مالک بن نویرۂ زبردستی مرد و قرار دے کر قتل کیا
گیا۔ اوس کی زوجہ سے خالد نے بلا انتظار عدہ اوسے شب
مقاربت کی۔ علی پر بصیغہ بیعت طلبی ہر طرح کا جبر کیا گیا یہاں
تک زیادتی ہوئی۔ کہ اون کے گھر جلانے کی تدابیر کی گئیں معصوم
بچہ شکم مادر میں مار ڈالا گیا۔ آذوقہ اہل بیت یعنی فدک چھین
لیا گیا۔ حقوق شرعی یعنی ارث پدری سے جناب فاطمہ محروم کی

گئیں۔ خمس جو آل محمد کا حصہ تھا۔ وہ بند کیا گیا۔ اسلامی سلطنت میں کوئی عہدہ از قسم دیوانی و فوجداری بنی ہاشم کو نہ دیا گیا۔ اصحاب رسول سر دربار جوتیوں سے پٹوائے گئے۔ (عمار یاسر) بعض کی ہڈی و پسلی توڑ دی گئی۔ (ابن مسعود) کوئی بصد عقوبت مدینہ سے نکالا گیا۔ (ابو ذر غفاری) صدہا قرآن چیر پھاڑ کر جلا دئے گئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسے اوقات کو پر از امن کہنا انہیں لوگوں کا شیوہ ہے۔ جنہوں نے عقل و دانش سے کامل حصہ نہیں پایا ہے۔ بحمد اللہ واضح ہوگیا۔ کہ جس زمانہ کی خبر آیہ استخلاف میں دی گئی ہے۔ وہ ثلاثہ کا عہد حکومت نہ تھا۔ اگر اہل سنت زیادہ اصرار فرمائیں گے۔ کہ نہیں وہ ہمارے ہی خلفاء ہیں جن کی خبر آیت میں دی گئی ہے۔ تو میں ادب سے عرض کرونگا۔ کہ وہ ایسا پر شور وقت تھا۔ کہ نہ خود خلفاء کو امن تھا۔ اور نہ اون بزرگواروں کو جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ خلیفہ اول نے اپنی ذات کو ناقابل منصب خلافت سمجھ کر استعفاء پیش کیا۔ مضمون استعفاء یہ تھا۔ (اقیلونی فلست بخیرکم و علی فیکم) یعنی جب کہ علی تم لوگوں میں موجود ہیں۔ تو میری کوئی حاجت نہیں میں اس عہدہ کو چھوڑتا ہوں۔ فضل بن روزبہان نے بڑی طولانی گفتگو کر کے قول ابوبکر کی تصدیق کی ہے۔ حقیر نے رسالہ دلیل المتحیرین میں اوس کو نقل کر دیا ہے۔ نیز امام غزالی نے بھی سر العالمین میں

maablib.org

تسلیم کیا ہے۔ کہ ابوبکر نے سرور بار مجمع اصحاب میں استعفائ پیش کیا تھا۔ سبط ابن جوزی نے بھی اقالہ بیعت کا ذکر کیا ہے۔ پس سمجھنا چاہئے۔ کہ جس زمانہ میں عاجز و تنگ ہو کر ایک جلیل القدر بادشاہ سلطنت سے مستعفی ہو۔ وہ کیونکر پُر امن و امان کہا جا سکتا ہے۔ شاید جناب رسوا یا اون کے ہم خیال اس واقعہ سے تا ملاحظہ کتب رہگرائے بادیہ انکار رہوں۔ لہذا دیگر واقعات پیش کرتا ہوں۔ جو کہ مثبت بد امنی و خوف و فساد ہیں۔ ازاں جملہ خلیفہ دوم کا ابولولو سے پیٹ چاک کرانا۔ خلیفہ ثالث کا چندر روز زیر محاصرہ مفسدین رہ کر بالآخر بصد بیدردی و عقوبت شہید ہو کر تین روز تک مزبلہ (انبار خس و خاشاک) پر پڑے رہنا۔ بلکہ حسب تسلیم مورخین سنیہ اون کے ایک ٹانگ کو کتوں کا نوش کر جانا۔ مردان و غلامان عثمان کا بوجہ اشتداد فتنہ متکفل بدفن و کفن نہ ہونا۔ ان معاملات پر نظر کرنے کے بعد کوئی ذی فہم کہہ سکتا ہے۔ کہ ثلاثہ کا دوران حکومت بے خطرہ تھا۔ اور نیز خود دایرہ نشین امن و امان تھے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ بشارات آیات اون پر کسی طرح صادق نہیں آسکتی۔

امر پنجم ثلاثہ نے آیہ استخلاف

کے کیا معنی سمجھے تھے

تحریر بالا میں ثابت کیا گیا ہے۔ کہ خلیفہ اول نے بار خلافت سے سبکدوشی حاصل کرنی چاہی تھی۔ اور بہ موجودگی حضرت امیر اپنی ذات خجستہ صفات کو ناقابل منصب امامت سمجھ کر ایسا ارشاد فرمایا تھا۔ درحالیکہ وہ بہ فحوائے آیہ استخلاف۔ موعود من اللہ تھی اور خلافت کا جامہ خیاط ازل نے اون کے لئے قطع کیا تھا۔ تو اوس قبا کو بدن سے اوتارنا یعنی چہ۔ اور سنیئے بروایات موثقہ اہل سنت جنکو شاہ صاحب نے بھی تحفہ کے باب دہم میں تسلیم کیا ہے۔ ثابت کیا ہے۔ کہ خلیفہ دوم نے اپنے عہد خلافت میں ایک روز سر منبر ارشاد فرمایا (الا ان البیعۃ ابی بکر کانت فلتۃ وقی اللہ المومنین شرہا فمن عاد الی مثلہا فاقتلوہ) یعنی ابوبکر کے ساتھ جو بیعت خلافت ہوئی تھی۔ وہ بلا سمجھے اور غور و فکر کئے ناگہانی طور پر ہو گئے تھے۔ خدا نے مومنین کو اوس کی شرارت سے بچایا۔ اگر آئندہ کسی شخص نے بہ مثل ابوبکر ارتکاب بہ حصول خلافت کیا تو وہ قتل کر دیا جائیگا جناب عمر کے نزدیک خلافت صدیق۔ بحکم آیہ استخلاف اگر وقوع پذیر ہوئی ہوتی۔ تو وہ کبھی ایسی بات زبان سے نہ نکالتے۔ جس سے خلافت کی اصلیت ظاہر ہو گئی۔ یہ کیفیت

تو ابوبکر صاحب کی تھی۔ خود حضرت عمر کی خلافت پر اہل انصاف نظر فرمائیں۔ کہ کس درجہ کی تھی۔ تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی مطبوعہ مطبع محمدی لاہور کے صفحہ ۹۵ پر یہ عبارت ہے (واخرج ابن سعد عن زادان عن سلمان ان عمر قال لہ املک انا ام خلیفہ فقال لہ سلمان ان انت جبیت من ارض المسلمین درہما او اقل او اکثر ثم وضعتہ فی غیر حقہ فانت ملک غیر خلیفہ فاستعبر عمر) خلاصہ کلام خلیفہ عمر صاحب نے سلمان سے کہا۔ کہ بھلا میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ۔ یعنی میرا طرز عمل مثل سلاطین ہے۔ یا خلفاء کی مانند۔ بجواب سلمان نے کہا۔ کہ اگر آپ نے مسلمانوں کی زمین سے خراج میں ایک درہم یا اس سے بھی کم لیا ہے۔ اور اوس کو ناجایز مقام میں صرف کیا ہے۔ تو آپ پر صفات خلیفۃ اللہ والرسول صادق نہ ہوگی۔ بلکہ آپ بادشاہ کہلائیں گے۔ یہ سنکر عمر رونے لگے۔ مقام تامل ہے۔ درحالیکہ خلیفہ خود مترود تھے۔ اور اپنی ذات میں خلافت وسلطنت کا فیصلہ نہ کر سکتے تھے۔ تو اہل سنت پر وہ کون سی وحی نازل ہوئی۔ جس سے مقصود آیہ استخلاف اون کو سمجھا گیا۔ یہ وہ ہی مثل ہے۔ مدعی سست گواہ چست۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ جس طرح عمر اپنے آپ کو قطعی طور پر خلیفہ نہ جانتے تھے۔ ایسے ہی صحابۂ رسول کو بھی اون کے خلیفہ ہونے کا تیقن نہ تھا۔ چنانچہ جواب سلمان سے

یہ ہی مترشح ہوتا ہے۔ اگر باعتقاد مسلمان جناب دوم خلیفہ موعود من اللہ ہوتے۔ تو وہ صاف کہدیتے۔ کہ آپ اس میں متفکر نہ ہوں۔ حضور کی خلافت کی خبر قرآن میں وارد ہو چکی ہے۔ سوائے مصارف خیر کبھی حضور ایک پائی بیجا خرچ نہیں کرتے۔ جناب کے جملہ معاملات از انوار شریعت ہیں۔ سلمان کا رائے عمر پر محول کرنا اور عمر صاحب کا آبدیدہ ہونا اسی پر دلالت کرتا ہے۔ کہ مسلمانوں سے جو محاصل آتا تھا۔ اوس کے صرف کرنے میں وہ محتاط نہ تھے۔ بلکہ مثل سلاطین دنیا بلا قید شریعت آزادانہ طور پر دست افشانی فرماتے تھے۔ خلافت خدا و رسول تو منصب جلیل ہے۔ اسکی قابلیت اپنی ذات میں عمر کیونکر پا سکتے۔ وہ تو یہ بھی نہ سمجھ سکتے تھے کہ میں مومن ہوں یا منافق۔ چنانچہ مشہور و معروف ہے۔ کہ بعد وفات سرور کائنات خدیفہ صحابی سے جنکو بہ تعلیم نبوی علم المنافقین تھا پوچھا کرتے تھے کہ حضرت نے میرا شمار تو ذیل منافقین نہیں کیا۔ خدیفہ نے جواب دیا۔ کہ میں امین ہوں۔ کشف اسرار نہیں کر سکتا۔ وانت اعلم بہ نفسک آپ اپنے کردار سے خوب واقف ہیں۔ آئینہ خیال سے دیکھ لیجئے اگر لیلۃ العقبےٰ میں آپ شریک جماعت منافقین تھے۔ تو منافق ہیں واِلّا نہیں۔ عمر یہ پتے کی بات سنکر چپ ہو رہے۔

عمر کا استفسار اور حذیفہ کا استشار نہایت شک ڈالنیوالا ہے۔ تہذیب اسلام یہ ہے۔ کہ ایک مومن دوسرے مومن پر ظنون بوظن واہیہ نہ ہووے۔ بلکہ گمان نیک کرے۔ چنانچہ کہا گیا ہے۔ کہ (ظنوا بالمومنین خیرا) اگر درحقیقت لیلۃ العقبہ میں عمر صاحب شریک جماعت مفسدین ہوکر درپے آزار وہلاکت نبوی نہ ہوئے تھے۔ اور حسب عقیدہ اہل سنت رسول کے سچے جاں نثار و یار وفادار تھے۔ تو اونکو یہ خیال نبی معصوم کی طرف کیوں پیدا ہوا۔ کہ میرا نام تو زمرۂ منافقین نہیں بتایا گیا۔ عمر کا ایسا پوچھنا ہمکو بتا رہا ہے۔ کہ وہ رتبۂ رسالت سے واقف نہ تھے۔ اور نہ یہ معلوم تھا کہ مومنین کو باہم کیسے خیالات رکھنے چاہئیں۔ حذیفہ کا جواب اور بھی دریائے تحیر میں غوطہ دے رہا ہے۔ اگر فی الواقع اون کی فہرست میں آنحضرت نے عمر کا نام نہ لکھایا تھا۔ تو صاف کہدیتے۔ کہ آپ کیوں گھبراتے ہیں۔ وہ اور لوگ ہیں۔ جن پر داغ نفاق لگا ہوا ہے۔ اتنا کہدینے سے حذیفہ پر کوئی الزام رازداری عاید نہ ہوسکتا تھا۔ افشائے راز کا جرم جبھی قایم ہوتا۔ جبکہ کسی ایسے شخص کو اطلاع دیتے۔ جس کا نام فی الواقع اون کی یادداشت میں درج ہوتا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حذیفہ کی پاکٹ بُک میں بضرور عمر کا نام اول نمبر پر لکھا

ہوا تھا۔ مقام تامل ہے۔ کہ جو شخص اپنے مومن و منافق ہونے میں کوئی رائے قایم نہ کر سکتا تھا۔ اور مراتبِ رسالت و احکام شریعت کو نہ جانتا تھا۔ وہ کیونکر بشارات قرآنی میں داخل ہو سکتا ہے۔ بپاس خاطر اہل سنت اگر تسلیم ہم بھی کرلیں کہ ثلاثہ خلیفۃ اللہ تھے۔ تب بھی نہ اون کی خلافت سے مسلمانوں کے لئے کوئی ثواب مترتب ہوتا ہے۔ اور نہ خلفا کی ذات کو اوس سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ صحیح بخاری کی جلد دوم میں جو کہ مطبع میمنیہ مصر میں چھپی ہے۔ صفحہ ۱۸۳ پر باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان بن عفان میں قول عمر بایں الفاظ درج ہے۔ (وددت ان ذلک کفاف لاعلی ولالی) عمر کہتے ہیں۔ کہ میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں۔ کہ یہ حکومت مجھ کو پس از مرگ نہ کوئی نفع پہنچائے اور نہ نقصان۔ نیز کتاب حجج الکرامہ مطبوعہ مطبع شاہجہانی واقع بھوپال کے صفحہ ۱۹۶ پر نواب صدیق حسن خاں صاحب متکلم متبحر اہل سنت نے بھی عبارت بالا کو لکھا ہے۔ جو شخص کہ بہ نیابت خدا اور رسول مہمات خلایق کو انجام دے۔ دیّت و مواریث کے مقدمات فیصلہ کرے۔ تمام حقوق بندگان خدا کا ذمہ دار ہو۔ وہ کیونکر اعمال نیک کے ثواب و پاداش جرایم سے محفوظ ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ خلیفہ

صاحب تصرف خلافت میں اپنی ذات کو مستحق خاص ہونے استخلاف
نہ جانتے تھے۔ ورنہ ایسی بات نہ کہتے۔ جس سے اوس منصب جلیل کا
عبث و بیکار ہونا لازم آتا ہے۔ نہ معلوم خلیفہ صاحب نے کیوں
ایسی سخت ذمہ واریوں کے جال میں جان عزیز کو پھنسایا تھا۔
اون کی فظاظت و غلاظت و شدت طبیعت سے تو صحابہ میں سے
کبھی کوئی رضامند نہ تھا۔ کہ یہ حضرت خلیفہ ہوں۔ چنانچہ
سید عبد الصمد صاحب مدرس خورجہ ساکن گوٹھادلی ضلع
بلندشہر نے درنیولا بتائید اہل سنت ایک کتاب مسمی بہ
مباحثۂ احمدیہ لکھکر مطبع برن پریکاش ضلع بلندشہر میں چھپوائی
ہے۔ اوس کے صفحہ ۸۰ پر بلفظہ یہ عبارت لکھی ہے (عمر کے
خلیفہ مقرر کرنے پر لوگوں نے کراہت کی۔ اور ابوبکر سے کہا
کہ کیا جواب دوگے خدا کو اس بات کا۔ کہ ہم پر مسلط کیا تم نے
مرد سخت کو) کتب اہل سنت میں لکھا ہے۔ کہ طلحہ و حضرت
امیر و دیگر صحابہ کارہین خلافت عمر سے تھے۔ اور سب سے اول
انہیں حضرات نے بہ جرم نصب عمر ابوبکر پر اعتراض کیا تھا۔
تعجب ہے۔ کہ حواری و حواشی رسول یہ نہ سمجھے۔ کہ عمر کو یہ عہدہ
بہ مضمون آیہ استخلاف ملا ہے اور سنی صاحبان جنہوں نے
نہ ابوبکر کو دیکھا۔ اور نہ عمر کو خوب سمجھ گئے۔ سوا سے وجوہات
بالا ایک معتمد کتاب اہل سنت سے حضرت ابوبکر کا بیان پیش کرتا

ہوں۔ جس سے واضح ہو جائیگا۔ کہ خلیفہ اول کو کبھی خواب میں بھی یہ خیال نہ گذرا تھا۔ کہ میں خلیفہ موعود من اللہ ہوں۔ اور میرے سر کو نقوش استخلاف سے مزین ہے۔ ابن حجر مکی صاحب صواعق محرقہ فصل اول باب اول میں لکھتے ہیں (و فی روایتہ لابن سعد اما بعد فانی ولیت ہذا الامر و انا لہ کارہ و اللہ لوددت ان بعضکم کفانیہ الا و انکم ان کلفتمونی ان اعمل فیکم بمثل عمل رسول اللہ کان رسول اللہ عبداً اکرمہ اللہ بالوحی و عصمہ بہ و الا و انما انا بشر و لست بخیر احد کم فراعونی فاذا رایتمونی استقمت فاتبعونی و اذا رایتمونی زغت فقدمونی و اعلموا ان لی شیطانا یعترینی و اذا رایتمونی غضبت فاجتنبونی لا اوثر فی اشعارکم و ابشارکم)

دیکھئے! خود جناب ابوبکر مقر ہیں۔ کہ میرے اوپر شیطان مسلط ہے جو کہ راہ صواب سے تزلزل کر دیتا ہے۔ اگر تم مجھ کو راستی پر دیکھو۔ تو میرا اتباع کرو۔ اور کجی پر مجھے پاؤ۔ تو سیدھا کر دو۔ آیہ استخلاف ایسے لوگوں کی بشارت نہیں دیتی۔ جن کی گردن پر شیطان سوار ہو۔ پس ثابت ہوا۔ کہ شیخین اپنی خلافت کا منعقد ہونا بہ مفاد آیہ استخلاف نہ جانتے تھے۔ بلکہ دیگر صحابہ مثل علی و طلحہ وغیرہ بھی ایسا نہ سمجھتے تھے۔

امر ششم نبی کے خیال میں ثلاثہ کیسے تھے

رسالہ دلیل المتحیرین میں حقیر نے لکھدیا ہے۔ کہ آنحضرت

نے بروایت صحیح مسلم و بخاری خذیفہ و ابو ذر رضی اللہ عنہما سے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ بعد ہمارے ایسے لوگ متولیٔ امر امت ہوں گے۔ جن کے دل شیطان کے اور صورت انسان کی ہوگی۔ اور وہ میری شریعت کو بدل دیں گے۔ اگر ثلاثہ کی خلافت حسب خیال اہل سنت بروے آیہ استخلاف ہوئی تھی۔ تو آنحضرت ان کو ابلیس و بدراہ کنندۂ امت نہ بتلاتے۔ ہلکہ ہادئے خلق خدا فرماتے۔

امر ہفتم خاندان نبوت کی نظر میں ثلاثہ کی خلافت کا کیا اقتدار تھا

اوایل رسالہ ہذا میں بدلایل شایستہ ثابت کیا گیا کہ حسنین علیہ السلام نے ابوبکر و عمر کو دھمکی دی۔ کہ ممبر نبوی سے نیچے اتر آؤ۔ یہ جگہ ہمارے باپ کی ہے۔ تمہارے بیٹھنے کی نہیں۔ چنانچہ دونوں صاحبوں نے مجمع اصحاب میں قبول فرمالیا۔ رسالہ سجادیہ میں حقیر نے ثابت کر دیا۔ کہ حسب اندراج صحیح مسلم حضرت امیر شیخین کو کاذب و غادر و خاین و آثم جانتے تھے۔ ارباب تمیز غور فرمائیں۔ کہ جن لوگوں کو حسنین شریفین ناقابل ممبر سمجھ کر دھمکی دیں۔ اور علی کاذب سمجھیں۔ وہ کیونکر خلیفہ موعود من اللہ

ہو سکتے ہیں۔ غرضکہ یہ سات دلیلیں ایسی محکم و استوار ہیں۔ کہ اگر جناب رسوا یا اون کے ہم خیال ہزار سال سنگ خارا پر سر ماریں گے۔ تو انشاء اللہ ایک بات کو نہ اوٹھا سکیں گے۔ اگر حضرات اہل سنت آیہ استخلاف سے خلافت ثلاثہ مراد لیتے ہیں۔ تو بسم اللہ میدان میں آئیں۔ حجت ہائے حقیر کو باطل کر کے ہمارا اطمینان کر دیویں۔ تب سمجھا جاویگا۔ کہ اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ اسلامی ہمدردی سے عرض کرتا ہوں۔ کہ حضرت سنیہ بڑے دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ جو بوجہ حکومتِ ظاہری آیہ استخلاف و حدیث ایمہ دوازدہ گانہ کا موعود لہم خلفاء ثلاثہ و دیگر سلاطین جبار و فساق مثل یزید و مروان و عبدالملک و ولید وغیرہ کو جاتے ہیں۔ اس طرح ہر سلطان اسلام قیامت تک آیہ موصوف سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ کیونکہ ابتدائے خلافت ابوبکر سے اس وقت تک باعتبار حکومت و سلطنت شاہان اسلام توسیعات و ترقی کرتے چلے آئے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہوا۔ کہ کبھی کوئی ملک مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا۔ اور لگا ہے دوسرا منفصل ہو گیا۔ یہ اولٹ پھیر قیامت تک رہیگا۔ حضرت رسوا غور کر کے جواب دیں۔ کہ ان بادشاہوں ور خلفاء ثلاثہ کی سلطنت میں کیا فرق ہے۔ جو اون کو آیہ موصوف کی بشارات سے محروم کر کے حضرات ثلاثہ کو اوس سے مخصوص کیا

جائے۔ اور حدیث خلفاء اثنی عشر مصرحہ بالا میں وہ کون امر مابہ الامتیاز ہے۔ جس سے ثلاثہ اور نیز کس خلفاء مابعد یزید و مروان کو ایک درجہ کا نہ سمجھا جائے۔ جس طرح خلفاء اولین نے کفار کو مسلمان کر کے لاالہ الا اللہ کہلوایا۔ اسی طرح خلفاء آمویہ وعباسیہ نے بھی کیا۔ پھر وہ لوگ ہمدرجہ ثلاثہ کیوں نہ سمجھے جائیں۔ بلکہ اگر غور کر کے چشم انصاف سے دیکھا جائے۔ تو خاندان رسالت پر جو ظلم شیخین کے عہد میں ہوا۔ یا معاویہ و یزید کی حکومت میں وقوع پذیر ہوا۔ وہ ظاہری طور پر دیگر سلاطین اسلام کے وقت میں نہ ہوا تھا۔ ہم نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔ کہ مثل عمر کوئی بادشاہ آگ اور لکڑیاں لیکر موالیانِ اہل بیت کا گھر جلانے گیا ہو۔ تعجب ہے۔ کہ جو لوگ نبی کا گھر جلائیں۔ وہ راشد کہلائیں۔ اور جو بادشاہ ایسے افعال قبیح کے مرتکب نہ ہوں۔ وہ حلاوتِ استخلاف سے خوش ذائقہ نہ ہوں۔ آیہ استخلاف و حدیثِ ثقلین و بشارت ایمہ دوازدہ گانہ کے تفصیلی حالات حقیر نے رسالہ دلیل المتحیرین میں بیان کئے ہیں اور بقدر ضرورت اس جگہ بھی عرض کر دیا ہے۔ حضرت رسول آگاہ ہوں۔ کہ ان بشاراتِ ربانی و احادیث نبوی کا تعلق دونوں قسم کے لوگوں سے ہے۔ یعنی حکومت و سیاست کرنے والوں اور گوشہ میں بیٹھنے والوں سے۔ مثلاً جناب مولٰے و حضرت

سلیمان علیہم السلام وغیرہ انبیاء کرام سے سیاست کا تعلق
تھا۔ اور حضرت آدم و نوح و خضر و الیاس علیہم السلام سے
نہ تھا۔ تو کیا یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ بزگوار زمین پر خدا کے خلیفہ
نہیں ہوئے۔ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو تسلیم
فریقین ثقلین کے حوالہ امت کو کیا ہے۔ اوس سے یہ بھی مراد
ہے۔ کہ امت ان کی ہدایت پر چلے۔ تا کہ رستگار ہو۔ چنانچہ
شاہ عبد العزیز صاحب تحفہ کے باب چہارم میں فرماتے ہیں۔
(باتفاق شیعہ وسنی ثابت است۔ کہ پیغمبر فرمود۔ انی تارک
فیکم الثقلین۔ یعنی کتاب خدا و عترت ازیں معلوم شد۔ کہ پیغمبر
مارا حوالہ باین دو چیز عظیم القدر فرمودہ۔ پس مذہبیکہ مخالف این
ہر دو باشد عقلاً و شرعاً باطل است) حضرات اہل سنت
فرمائیں۔ جبکہ نبی صلعم نے اپنی عترت کو تمام اہل اسلام پر
جن میں ثلاثہ بھی داخل ہیں۔ حاکم کرکے اون کی اطاعت و فرماں
برداری کا حکم دیا۔ اور بقول شاہ صاحب اون کے مخالف
مذہب رکھنے والے برسر باطل ہیں۔ تو خلفاء ثلاثہ مقصود
آیہ استخلاف کیونکر ہو سکتے۔ العجب جن کے مذہب پر امت
کو چلنے کا حکم ہو۔ وہ تو مطیع ہوں۔ اور بشارت استخلاف سے
مستثنے کئے جائیں۔ اور جو لوگ کہ مامور بہ اطاعت و پیروی
ہوں۔ وہ مطاع کیے جائیں۔ اور آیہ استخلاف بلا شرکت غیرے

خاص اون کے حصہ میں لگائی جائے۔ یہ موقع نہایت نازک ہی۔ ارباب انصاف غور فرمائیں۔ کہ اصحاب اہل بیت کے مذہب پر تھے۔ جس کی ہدایت رسول مقبول نے کی تھی۔ یا کہ اہل بیت مذہب خلفاء پر تھے۔ پس جس کا مذہب امت کے لیئے بحکم ثقلین واجب الاتباع قرار دیا گیا ہے۔ وہی گروہ منشاء و مراد استخلاف ہے۔ اہل بیت تمام دنیا کے ایسے ہی حاکم ہیں۔ جیسا کہ قرآن۔ نہ کتاب خدا کسی کی تابع ہے۔ اور نہ اہلبیت دنیا میں سوائے قرآن نہ اب کوئی کتاب خدا ہے۔ اور نہ بجز اہلبیتِ رسول ہادیٔ خلایق۔ خواہ وہ کھڑے ہوں یا بیٹھے ہوں۔ یعنی جاہ ہوں یا قاعد۔ چونکہ خلفاء جور کے زمانہ میں ایمہ علیہ السلام مخذول و منکوب رہے۔ لہٰذا اہل سنت نے اون سے بالکل روگردانی کر کے لاشے محض سمجھ کر اونہیں لوگوں کو اپنا امام و ہادی سمجھ لیا۔ جن کے ہاتھ میں توسن حکومت کی باگ تھی۔ غافل ازیں کہ اگر رعایا کسی سلطان کی اطاعت نہ کرے۔ تو وہ رعیت خود باغی کہلائے گی۔ بادشاہ کے ذاتی اقتدار میں اون کی بغاوت میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔ دیکھو بروز غدیر آنحضرت نے بحق جناب امیر خدا سے جو دعائیں مانگیں تھیں۔ اون میں یہ فقرات تھے۔ (واخذل من خذلہ وانصر من نصرہ) خدایا خوار کر جو علی کو خوار کرے اور مدد کر اوس کی جو علی

کی نصرت کرے۔ پس جن لوگوں نے بعد رسول مقبول حضرت
مرتضوی کو ذلیل سمجھا۔ اور اون کے خانہ کرامت نشانہ پر بیجا
حرکتوں سے عامل ہوئے۔ احکام کو نہ مانا۔ کوئی حدیث اون سے
نہ لی۔ کسی مسئلہ پر عمل نہ کیا۔ اجماع اہل بیت کو حجت نہ سمجھا۔
وہ خود بے اثر و لہا مخذول ہوئے۔ اسی اسلام کے ایک فرقہ
نے شیعہ ائمہ اہلبیت کو وارث شریعت سمجھ کر جملہ امور دین
کو اون کے احکام سے وابستہ کر لیا۔ شیخ رسوا نے الحقیقت
کے صفحہ ۷۶ سطر ۵ پر لکھا ہے۔ کہ حدیث ائمہ دوازدہ گانہ میں
اولاد رسول کو اس واسطے شامل نہیں کیا۔ کہ حکومت و غلبہ
اون میں نہیں پایا گیا۔ واہ کیا اچھا انصاف ہے۔ کہ ائمہ
اہل بیت کو سنیوں نے اُس جرم میں الگ کیا۔ کہ وہ گھر میں بیٹھے
رہے۔ جہاد نہیں کیا۔ کیا عجیب تماشہ ہے۔ مامورین رسول
(اہلبیت) کو بیکار محض کر کے جو لوگ بطور ناجایز غاصب بنکر
حکومت کریں۔ وہ آیات واحادیث سے فائدہ اوٹھائیں۔
اور جن کا ملک چھین لیا جائے۔ وہ مغضوب امت ہو کر ہر وعدۂ
خداوندی سے محروم منتظر رہوں۔ میں جناب رسوا سے پوچھتا
ہوں۔ اہلبیت نبوی کا در بند کر کے جہاد نہ کرنا اون کی کسی
ذاتی غفلت و سستی طبیعت سے تھا۔ یا کسی شخص نے
دخل در معقولات دے کر اون کو مثل تصویر بیجان طاق میں بٹھا

دیا تھا۔ دونوں باتوں میں سے جو سچی ہو۔ وہ ارشاد فرمائی جائے۔ واللہ اگر ہمکو اہل سنت نے مطمئن کر دیا۔ کہ بعد رحلت سرورِ کونین حضرت امیر نے حصول خلافت میں کوئی کوشش و پیروی نہیں کی۔ اور بلا چون چرا ثلاثہ کے آگے سر جھکا دیا۔ تو ہم سمجھ لیں گے۔ کہ یہ صاحب محض پڑے پڑے چارپائی توڑنے والے تھے۔ دین کا کام و خدماتِ اسلام بطور واجب کر سکتے تھے۔ اور اگر شاہ ولی اللہ وغیرہ علماء کے اتباع سے جنکی عبارتیں اوپر نقل ہوئی ہیں۔ سنیوں نے جواب دیا۔ کہ کوئی تدبیر ایسی نہ تھی۔ جس کو علی نے اوٹھا رکھا ہو۔ اور اپنی کامیابی میں سعی و کوشش نہ کی ہو۔ تو پھر میں جناب امیر کو احق بخلافت سمجھ کر اون کا پیچھا دبا دوں گا۔ جنہوں نے خلافت علی جوڑ توڑ کر کے اِس منصبِ خلافت کو بہ مخالفت علی علیہ السلام حاصل کیا۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمائیں۔ کہ دیگر آیمہ جو کہ ذریت حضرت امیر سے تھے۔ وہ بھی خود بخود اسلامی دُنیا کی حکومت سے دست کش ہوئے۔ یا یہ کہ کسی نے اون کا ہاتھ پکڑ کر اوتار دیا۔ اور تختِ حکومت پر بیٹھنے ہی نہ دیا۔ بہت اشتیاق سے دیدۂ انتظار کھولے ہوئے ہوں۔ کہ اس بات کا جواب عقلمند اہل سنت کیا دیں گے۔ افسوس ہے۔ کہ سوائے خاموشی جس کی قدیم سے عادت ہے کچھ نہ کہیں گے۔

الحاصل جناب رسوا کا یہ خیال کہ بوجہ عدم حکومت سُنیوں نے دوازدہ امام کو مقصود حدیث خلفا سے اثنیٰ عشر نہیں جانا۔ اون کو بڑے گہرے کنوئیں میں جھکائیگا۔ مقام تامل ہے۔ کہ خدا نے جناب ذکریا علیہ السّلام کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا مگر کفار نے آرہ سے دو ٹکڑے کر ڈالا۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے لئے نصّ صریح موجود ہے۔ کہ (انی جاعلک للناس اماما) مگر نمرود نے باوصف ایسے ذی رتبہ ہونیکے اون کو وہ گرم بازار دکھایا۔ کہ منجنیق (گوپھیا) میں بٹھا کر آگ میں پھینک دیا۔ اِن حرکاتِ ذلیل سے دونوں بزرگواروں کے اوس اقتدار میں جو کہ اہل ایمان کی نظر میں تھا۔ کیا فرق آیا۔ حضرت رسوا اگر تاریخ دان ہوتے۔ تو جان لیتے۔ کہ کفار و جبّار و اشقیاء کو ہمیشہ عروج رہا ہے۔ اور دُنیا نے اون سے خوب موافقت کی ہے۔ اور صالح و ابرار مدام مورد آلام رہے ہیں۔ ائمہ علیہ السّلام ذریت رسول خدا کے حالات کو انبیاء ماسبق کے واقعات سے مطابق کر کے کاربند ہونا چاہئے۔ اولاد رسول کا مسلمان گھر لوٹیں۔ آگ لگائیں۔ منصب چھینیں۔ زہر دیں۔ تلوار سے شہید کریں۔ پنجرے میں بند رکھیں۔ جیلخانہ میں قید کریں۔ مگر زمانے نے گو کیسی ہی مخالفت اون سے کیوں

نہ کی ہو۔ مگر امت مرحومہ کو سوائے اون کے احکام واجب الاذعان کے دوسرے کے حکم پر چلنا حرام ہے۔ الحمد للہ کہ حسب تصریحات بالا یہ امر بوجوہ کما ینبغی واضح ولائح ہوگیا۔ کہ معاویہ ویزید ومروان اہل سنت کے امام ہیں۔ آل رسول سے مطلق سنیوں کو کوئی علاقہ نہیں۔ بلکہ اس درجہ اختلاف ہے۔ کہ حضرت امیر کی خلافت کو حسب منشاء جناب احدیت نہیں جانتے۔ صرف شرما شرمی دعوے اطاعت کرتے ہیں۔ مگر دل میں کچھ نہیں۔ محض خالی ڈھول ہیں۔ حضرت رسوا نے بعض مطالب پاکیزہ خیال کو اپنی دانست میں رد کیا تھا۔ اوس کا جواب بعنایت الہی ایسا دیا گیا۔ اور تقریری فوٹوگراف سے مذہب اہل سنت کی ایسی طرح دار تصویر کھینچی گئی۔ کہ بجز سکوت انشاء اللہ چارہ نہ ہوگا۔ میں جناب رسوا کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ اون کی تحریر بے سروپا نے مجھکو جوش دلاکر ایسا جواب لکھوایا۔ جس سے ہدایت پاکر بہت لوگ مذہب ناجیہ امامیہ قبول کریں گے۔ بعد رد مضامین الحقیقت جن کا تعلق پاکیزہ خیال سے تھا۔ اب حقیر اون زوائد ایات رسوا کا ابطال کرتا ہے۔ جو کہ خارج از جواب پاکیزہ خیال اونہوں نے تحریر فرمائے ہیں۔ اون کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) شیعہ سے اوس سوال کا جواب نہیں دیا گیا۔ جو دربارہ ایمان حضرت امیر الہ آباد سے مولوی ابوالقاسم صاحب نے

شایع کیا تھا۔ جس کا نام سوال از جمیع علمائے شیعہ ہے۔

(۲) شیعہ نے روز غدیر کو عید قرار دیا ہے۔

(۳) نہم ربیع الاول کو شیعہ قتل عمر سے دلشاد ہو کر بے حد خوشیاں کرتے ہیں۔ صفحہ ۳۲۔ الحقیقت۔

(۴) حضرت عباس کی حاضری کر کے خلفاء کو گالیاں دیتے ہیں۔ صفحہ ۲۲۔ الحقیقت۔

(۵) شیعہ فرضی لوگوں کی جانب سے اشتہارات شایع کر کے اوس ندامت کو اوٹھانا چاہتے ہیں۔ جو کہ مولوی مہدی علی خاں صاحب بہادر محسن الملک کے سنی ہونے سے اون کو لاحق ہوئی ہے صفحہ ۲۔ الحقیقت۔

رسوا صاحب کے ایراد پنجگانہ کا جواب دیا جاتا ہے۔ بنظر انصاف ملاحظہ ہو۔

امر اول شیعہ سے اوس سوال کا جواب نہیں دیا گیا جو کہ درباب ایمان حضرت امیر لکھا گیا ہے

شیعہ کا قدیم سے یہ قاعدہ چلا آتا ہے۔ کہ اہل سنت کے

مقابلہ پر اکثر مجیب رہے ہیں۔ ابتداء بہ کلام اہل سنت نے کی
اور شیعہ نے اوس کا رد لکھا۔ تصویر غالب و مغلوب میں حقیر
نے اِن واقعات کو بہ صراحت تمام تر بیان کیا ہے۔ اہل سنت
کے بادی ہونے کی یہ وجہ ہے۔ کہ جس قدر اعتراضات ہیں۔
وہ سب سنیوں کے پیشوایان دین سے تعلق رکھتے ہیں۔ لہذا
بیچارے شبانہ روز کوشاں رہتے ہیں۔ کہ اپنے بزرگان دین کو
تیر مطاعن سے بچائیں۔ مگر استغفر اللہ کیا امکان کہ ایک حربہ کو
روک سکیں۔ اہل سنت ملمع کاریاں کر کے خلفاء کی تصویر کو طرح
طرح کی زینت دیتے ہیں۔ مگر علمائے شیعہ تیز آب کلام سے
اوس رنگ کو ایسا اڑاتے ہیں۔ کہ کورا اقانبا بنا دیتے ہیں۔
ہندوستان میں سب سے اول در باب مناظرہ شاہ صاحب
نے تحفہ اثنی عشری لکھا۔ جس کو اُم الکتاب کہنا اون کے نزدیک
غالبًا بیجا نہ ہوگا۔ آج تک جسقدر کتابیں فارسی و اردو لکھی گئی
ہیں۔ وہ سب اسی کے کچے بچے ہیں۔ حضرات اہل سنت کو اس
کتاب صدہا جواب سے کچھ ایسا اُنس و اختصاص ہو گیا ہے کہ
اوس کے مطالب رد شدہ کو نیلے پیلے لال اودے رنگ چڑھا
چڑھا کر شیعہ کے سامنے پیش کرتے رہتے ہیں۔ اصل تحفہ کے
جواب میں حسب تصریح رسالۂ تصویر غالب و مغلوب مولفہ حقیر
۵۰ جلدیں لکھی گئی ہیں۔ تا حال کسی عالم اہل سنت کو یہ جرأت

نہیں ہوئی۔ کہ اون لاجواب جوابوں کے سامنے قلم اوٹھا سکے مولوی حیدر علی صاحب فیض آبادی مولف منتہی الکلام کا جواب تین مجلدات استقصاء الافحام سے دیا گیا ہے۔ مولوی صاحب بعد طبع استقصاء پچیس برس زندہ رہے۔ اور ریاست ہاے اہل سنت ہر قسم کی امداد ہی پر آمادہ رہیں۔ مگر بجاے جواب سواے آہ سرد بھرنے کے کچھ نہ ہو سکا۔ جناب مولوی مہدی علی خاں صاحب بہادر محسن الملک نے آیات بینات پُر مذاق اردو میں اس زور سے لکھی۔ کہ ہر اہل سنت کے گھر فرط مسرت سے فرش عروسی بچھ گیا۔ مگر ردابالسہ و مجلدات رمی الجمرات سے اون کی اونچی دوکان کا پکوان ایسا پھیپنکا ہوا۔ کہ اب کوئی منہ بھی نہیں لگاتا۔ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانئے مدرسہ دیوبند نے ہدیۃ الشیعہ لکھی تحفتہ الاثنا عشریہ سے ایسا جواب پایا۔ کہ اپنے علماء کے قلم سے کافر کلمہ گو بن گئے۔ مولوی جہانگیر خاں صاحب شکوہ آبادی نے خواہ مخواہ کتاب مستطاب انوار الھدایٰ مؤلفہ جناب شیخ احمد صاحب مرحوم کا بذریعہ اظہار الھدیٰ منہ چڑایا۔ اوس کے انعام میں بجرم گستاخی حضرت امیر علمائے اہل سنت نے کفر کا خلعت اون کو دیا۔ حضرت رسوا نے بھی اوس قبائے نصب و خروج میں بیہودہ گوئی و لچر نویسی کا گھنڈی تکمہ لگا دیا۔ مولوی محمد قاسم پیرزادہ نے بمقام سمیلڑہ ضلع مظفر نگر سر اوبھارا۔ حقیر نے رسالہ سجادیہ سے اون کو ایسا تلخکام کیا۔ کہ

دوران سر ہو گیا۔ میں بہت صحت بلکہ دعوے کے ساتھ کہتا ہوں
کہ از بدو افتتاح بابِ کلام الے آلان ایسا نہیں ہوا۔ کہ شیعہ نے
کسی کتاب اہل سنت کا ردّ بہ مقابلۂ اصل کتاب یا دیگر کتب میں
نہ کیا ہو۔ لیکن آج تک اہل سنت نے بایں کثرت وشوکت وجمعیت
یہ نہیں ہو سکا۔ کہ بطور مختتم کوئی کتاب لکھی ہو۔ ہماری کتابیں
جو کہ بردکتب اہل سنت لکھی گئی ہیں۔ اوپر چڑھی بیٹھی ہیں۔ اور
سنیوں کی نیچے دبی ہوئی بوجھ کے مارے اوکھڑے اوکھڑے
سانس لے رہی ہیں۔ ایسے تیز قلم گروہ کے سامنے حضرت رسوا
کا یہ دعواے کرنا کہ شیعہ سے اوس سوال کا جواب نہیں دیا گیا
جو کہ الہ آباد سے بہ طلب ثبوتِ ایمان حضرت امیر شایع ہوا تھا۔
نہایت تعجب دلانے والی بات ہے۔ حضرت رسوا دامن
پھیلائیں۔ حقیر سوال الہ آباد کے جواب اِس طرح گن گن کر
اون کے حوالہ کرے گا۔ کہ جیسے صرّاف ٹکے گنا کرتے ہیں۔

تفصیل جوابات سوال ابو القاسم الٰہ آبادی

مسکت المخالف انعامی پچیس ہزار روپیہ مولفہ حقیر۔ رسالہ دُرّ بے بہا
یک جلد
مولفہ حقیر۔ کشف الحجاب۔ اختناء۔ تشفی خوارج وسنی۔ عشرۂ
کاملہ وغیرہ۔

اگر جناب رسوا یا دیگر اہل سنت کو کچھ پاس مذہب ہے۔

تو ان سب کتابوں کے جواب لکھوائیں۔ کتب متذکرہ صدر طبع ہو چکی ہیں۔ صرف حصہ دوم مسکت المخالف باقی ہے۔ وہ بھی انشاء اللہ عنقریب چھپ جائیگا۔

امر دوم شیعہ نے روز غدیر کو عید قرار دیا ہے

افسوس ہے۔ کہ حضرت رسوا عید غدیر کی حقیقت سے واقف ہوتے۔ تو ایسا کلمہ زبان پر نہ لاتے۔ اے حضرت روز عید وہ بزرگ دن ہے۔ کہ اگر اوس روز کوئی مسلمان روزہ رکھے۔ تو پانچ برس کے روزوں کا ثواب لیتا ہے۔ اور اٹھارہ تاریخ ذی حجہ کا داخل عید ہونا تو ایسا صریحی ہے کہ جس کا انکار کوئی واقفِ کار سنی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اون کے علماے اعلام نے اس کو تسلیم کیا ہے۔ سید علی ہمدانی نے کتاب مودۃ القربی اور اخطبِ خوارزم نے کتابِ مناقب میں لکھا ہے۔ ہر دو علماء کی عبارات حصہ اول جلد دوم غدیر میں از صفحہ ۳، ۵ لغایت ۴، ۵ ملاحظہ ہو۔ اون کے معائنہ سے واضح ہو جائیگا۔ کہ اس دن کا روزہ باعث خیر و برکت ہے۔ اور یہ روز از جملہ اعیاد متعارفہ ہے۔ اہل سنت روز غدیر سے

باین وجہ نفرت رکھتے ہیں۔ کہ اوس روز آنحضرت نے باتفاق جمیع علماے اہل سنت حضرت امیر کو مثل اپنے تمام امت کا مولٰے بیان فرمایا ہے۔ اگر جناب مرتضوی سے اس گروہ کو پیوستگی ہوتی۔ تو اٹھارہ ذی حجہ کو واعظ ممبروں پہ بیان کرتے کہ آج ہی کے دن علی مولائے مومنین ہوئے ہیں۔ اِسی تاریخ میں ہمارے سیّدنا امیر عمر نے اون کو بہ لفظ بخٍّ بخٍّ مبارکباد دی ہے۔ آیہ (الیوم اکملت لکم دینکم اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا) نازل ہوکر اسی روز تکمیل دین ہوئی ہے۔ اسی دن نبی نے علی کے سر پہ پگڑی بندھوائی ہے۔ اگر سنیوں کو عداوت حضرت امیر مانع اظہار واقعات غدیر نتھے۔ تو پاس اسلام کر کے محض اسی نظر سے خوشوقت ہوتے۔ کہ آں حضرت کی محنت وجان فشانی اعلاے کلمہ حق میں منظور باری ہوکر خدا نے اسلام کو کامل کیا۔ اور اوس سے رضامندی ظاہر فرمائی۔ تعجب ہے سنی صاحبوں کے جوش ایمان پر کہ جس دن اسلام نے کمالیت پائی۔ اور خدا نے نبی کے پاس سارٹیفکٹ رضامندی بھیجا۔ اوس روز میں خوشدل ہونے سے شیعہ کو مطعون ٹھیراتے ہیں۔ اہل سنت کو یہ خوف رہا ہے۔ کہ اگر ہم مجمع عام میں آیہ الیوم کا شان نزول بیان کریں۔ تو منشاء نزول پر لوگ مطلع ہوکر مولائیتِ حضرت امیر کو باعث

تکمیل اسلام سمجھ لیویں۔

امر سوم نہم ربیع الاول کو شیعہ قتل عمر سے دل شاد ہو کر بیحد خوشیاں کرتے ہیں

میں حضرت رسوا اور دیگر اہل سنت سے قسمیہ پوچھتا ہوں کہ اگر آپ کے نزدیک یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ جائے۔ کہ فلاں شخص نے آپ کے نبی کی بیٹی کا گھر جلایا۔ جائداد ضبط کی۔ روحانی صدمہ پہنچایا۔ تو غالباً آپ اُس کو حرام زادہ سمجھ کر اون کلمات سے یاد کریں گے جس کا وہ مستحق ہوگا۔ ایسے ہی ہمارے نزدیک جرایم متذکرہ بالا ہیں جو اشخاص مجرم قرار پا چکے ہیں۔ اون کے روز قتل پر خوشیاں مناتے ہیں۔ اون کی کاغذی تصویر بنا کر پھونک جلا کے خاک سیاہ کرتے ہیں۔ ظالمان آل محمد کے بے دین و بدکیش سمجھنے میں سُنی و شیعہ ایک عقیدہ رکھتے ہیں۔ فرق یہ ہے۔ کہ سنی صاحبان دشمنان اولاد رسول کو مجملاً برا جانتے ہیں اور شیعہ مفصلاً۔ شیعہ نے تحقیقات کر کے مبغضین اہل بیت کے نام تلاش کر لئے۔

اور سنیوں سے اب تک نہیں ہو سکے۔ پس ہم بعنایتِ الٰہی محقق ہیں۔ اور اہل سنت غیر محقق۔ شیعہ نے مجرموں کی تفتیش کر کے جو سراغ رسانی کی ہے۔ اوس کو سنیوں کے سامنے مدام پیش کر کے کہتے رہتے ہیں۔ کہ براہ مہربانی سلسلہ کارروائی کو دیکھ کر کچھ لاو نعم کیجئے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ رپورٹ ہائے جرایم کو دیکھ کر تا حال چُپ لگائے ہوئے ہوں۔ (مراد یہ کہ مطاعن خلفاء کا کوئی جواب نہیں دے سکے) امید ہے۔ کہ انشاء اللہ کسی وقت ہمارے انسپکٹران تفتیش کی کارروائی معاینہ کر کے معتقد ہو جائیں گے۔ کہ بے شک شیعہ نے جن لوگوں کو بدمعاش نمبر ۱۰ اقرار دیکر پابہ زنجیر کیا ہے۔ وہ ایسے ہی ہیں۔ جن کے روز قتل کو از جملہ اعیاد قایم کر کے خوشیاں کی جائیں۔

امر چہارم حضرت عباسؓ کی حاضری کر کے شیعہ خلفاء کو گالیاں دیتے ہیں

حضرات اہل سنت مدام کوشش کرتے رہتے ہیں۔ کہ

واقعاتِ کربلا کا ذکر لوگ زبان پر نہ لائیں۔ چنانچہ اون کے علماء قدیم مثل غزالی وغیرہ لکھ گئے ہیں۔ کہ (یحرم علی الواعظ روایۃ قتل الحسین والحسن وما جرت بین الصحابہ من تشاجر والتخاصم الی آخرہ)۔ یعنی واعظ پر حرام ہے واقعاتِ شہادتِ حسنین کا بیان کرنا۔ اور نیز اون معاملات کا جو کہ صحابہ میں از قسم خصومت و عداوت واقع ہوئے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ جب مسلمان وجوہ واسباب شہادت امامین پر نظر کریں گے۔ تو نگاہ اوٹھاتے اوٹھاتے اون لوگوں کو دیکھ لیں گے۔ جنہوں نے ابتداءً خاندانِ نبوت پر ظلم کر کے قاتلانِ حسنین کو شہید کرنے پر جراءت دلائی تھی۔ پس وہ ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔ کہ اِن واقعات پر لوگوں کو اطلاع نہ ہو۔ ہر عالم بالخصوص ایام محرم میں اسی قسم کا وعظ کرتا رہتا ہے۔ کہ تعزیہ نہ بناؤ۔ مرثیہ نہ سنو۔ مجالس کی آمد و رفت موقوف کرو۔ چنانچہ مولوی جہانگیر خاں صاحب نے لکھ دیا۔ کہ سنیوں کو مجلس میں نہ جانا چاہئے۔ شیعہ زیر فرش اصحاب کے نام رکھ کر پائمال کراتے ہیں۔ اور حلوے پر تبرا پھونک کر اہل سنت کو کھلاتے ہیں۔ اِن باتوں سے جب کام نہیں چلتا۔ حکام وقت کو تکلیف دیتے ہیں۔ کہ مراسیم عزاداری کو بند کیا جائے۔ ہمارے دل کو اِن کے دیکھنے سے صدمہ ہوتا ہے۔ اسی حال پر جناب رسوا چلتے ہیں۔ اون کا بھی یہ ہی منشا ہے

کہ اہل سنت جب جان جائیں گے۔ کہ شیعہ جناب عباس کی حاضری میں گالیاں دیتے ہیں۔ تو مجلسوں کے جانے سے رکیں گے۔ اگر حضرت رسوا کسی حاضری میں شریک ہوں۔ تو اون کو معلوم ہو جائے۔ کہ کیا ہوا کرتا ہے۔ واللہ باللہ کبھی کسی کو گالی نہیں دی جاتی۔ کیا خدانخواستہ ہم گروہ شیعہ بیوقوف ہیں۔ جو نبی کے سالے سسروں کو گالیاں دیں۔ ہم اون کی شان میں وہ الفاظ وقف زبان کرتے ہیں۔ جنکو خدا نے ظالموں کے حق میں وارد فرمایا ہے (لعنت اللہ علے الظالمین) جناب رسوا نے شیعہ لوگوں پر یہ جھوٹ بولا۔ کہ وہ حاضری میں گالیاں دیتے ہیں۔ لہذا ہم اون پر بھی وہ جملہ قرآنی وارد کرتے ہیں۔ جو کہ کاذبوں کے لئے آیا ہے۔

امر پنجم شیعہ رفضی لوگوں کی جانب سے اشتہارات شائع کر کے اوس ندامت کو اوٹھانا چاہتے ہیں جو کہ مولوی مہدی علیخاں صاحب بہادر محسن الملک کے سنی ہونے سے اون کو لاحق ہوئی ہے

شیخ رسوا صاحب الحقیقت کے صفحہ ۱۰ پر رقمطراز ہیں۔ کہ (نواب محسن الملک کے شیعہ ہونے سے خانہ تشنیع ایسا اوجڑا ہے۔ کہ پھر آباد نہ ہوگا۔ لہذا شیعہ اسی کشمکش مین مبتلا رہتے ہیں۔ کہ سال بہ سال ایک آدھا شیعہ بنا کر اپنی اوس شرم کو مٹاتے ہیں۔ پس مولانا محسن الملک کا ہم پلہ وہم رتبہ علوم و اقتدار میں ملنا تو محال شیعہ صاحبان سید منظور حسن صاحب رئیس زادہ رائے پور کا ہی ہمپایہ پیدا کر دیں۔ جنکو حضرت فاروق اعظم کی کرامات راہ راست پر لائی۔ اور ہم کتب شیعہ سے ثابت کرا سکتے ہیں۔ کہ آنجناب فاروق اعظم ہیں۔ اور فاروق سے صدور کرامات قریب الامکان بلکہ ضروری ہیں۔ دیکھو کتاب الفتوح ابن اعثم کوفی مطبوعہ بمبئی کا صفحہ ۱۵۷۔ انتہی کلامہ)

حقیر جناب رسوا کے ہر ہر فقرہ کا جواب ہدیہ اہل نظر کرتا ہے۔

فقرۂ اوّل متعلق بہ جناب محسن الملک

جب تک کہ امام آخر کے وجود ذیجود سے چراغ آل محمد روشن ہے۔ اوس وقت تک خانہ شیعہ آباد ہے۔ ہاں پیشوایان حضرت رسوا نے ہر چند کوشش کی۔ کہ اس مذہب کا نام صفحہ عالم پر نہ رہے۔ چنانچہ ایمہ اہل بیت مرشدان شیعہ کے مٹانے میں

امویہ وعباسیہ نے کوئی تدبیر اوٹھا نہیں رکھی۔ مگر قدرتِ خدا اور چیز ہے مٹانے والے خود مٹ گئے۔ ظالمانِ آل محمد کی کوئی سنی مسلمان فاتحہ بھی نہیں دلاتا۔ اور مقتدایان شیعہ کے نام ایسے روشن ہیں کہ ایک عالم اون کو جانتا ہے۔ خدا نہ کرے جو خانہ شیعہ ویران ہو۔ ان کے گھروں میں ہر شبانہ روز جناب محمدؐ اور اون کی آل طیب پر درود بھیجا جاتا ہے۔ دشمنان خدا و ایمہ معصومین پر نفرین کی جاتی ہے۔ ایسے گھر کب ویران ہوسکتے ہیں۔ دیکھو ہندوستان میں ابتداءً کتنے شیعہ تھے۔ اور سلاطین جور کا چراغ حکومت گل ہوتے ہی انگریزوں کی عدل و داد و با امن و امان سلطنت میں اب کتنے گھر ہیں۔ جن میں برقی روشنی کی طرح نور تشیع پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ مذہب شیعہ کی ترقی سنیوں کا گھر اوجڑنے سے ہوئی ہے۔ چنانچہ ثابت کیا جائیگا۔ کہ ہزارہا خانہ اہل سنت کا جب دروازہ بند ہوا ہے۔ تب شیعہ کے کواڑ کھلے ہیں۔ مَیں بہت افسوس کرتا ہوں۔ کہ محسن الملک صاحب کے سُنّی ہوتے ہیں اہل سنت بجائے ندامت کے فخریہ لفظوں سے شادی کُناں ہوتے ہیں۔ دانشمندان زمانہ غور فرمائیں۔ کہ ایسے عامیانہ خیال والے شخص کے سُنّی ہونے سے جیسیکہ محسن الملک ہیں شیعہ کو کیا صدمہ ہوتا ہے آیات بینات میں

بہ کاسہ لیسئی علماء سابقین جو اونہوں نے قلم فرسائی کی تھی وہ رسالہ رد ابالسہ و رمی الجمرات وغیرہ سے باین عنوان مردود کی گئی۔ کہ حضرت ممدوح کو باوصف صحتِ جسمانی و ثبات عقل و اجتماع حواس و تشنیع شیعہ جواب الجواب لکھنے کا یارانہ ہوا۔ محمڈن اِسکول علیگڈھ کو درجہ رفیعہ یونیورسٹی پر پہنچانے کے لئے دماغ کو مضمحل کردیا۔ فراہمی چندہ میں دربدر پھرنے سے آرام و سکون کو کھودیا۔ مگر کبھی بھولے سے یہ خیال نہ آیا۔ کہ جیتے جی اون کی کتاب کے شیرازہ کو کاروقلم سے ایسا اوکھاڑا گیا۔ (کہ کسی کی فصل نہیں اور کسی کا باب نہیں) مصنف کے لئے اِس سے زیادہ دوسرا صدمہ نہیں ہوسکتا۔ کہ اوس کی زندگی میں مثل مرغ پتنگ مخالف اوراق تصنیفات کو اوڑائیں۔ اور وہ بیچارہ بےلبسی و کوتاہ دستی سے کچھہ نہ کرسکے۔ جس مصنف کی آنکھوں کے سامنے اوس کی کتاب رد ہوکر دوافروشوں کے ہاتھہ ردیات میں بک جائے۔ اور جواب دینے میں اوس کو ایسا عجز ہو۔ جیساکہ محسن الملک صاحب کو ہوا ہے۔ ایسے جینے سے تو کچھہ اور بہتر ہے۔ اخبار عروج مورخہ نہم و ز بجنور میں جو کہ ۲۱ مئی سنہ ۱۹۰۱ء میں چھپا ہے۔ میں نے بچشم خود یہ مضمون دیکھا ہے۔ (کہ ملک چین میں اگر کوئی مصنف ایسی کتاب شایع کرے۔ جو قابل اعتراض ہو تو اوس کو اور کوئی

سزا نہیں دی جاتی ہے۔ سوا اس کے کہ دو سو بانس کی ضربیں لگا کے بعد کو جلاوطن کیا جاتا ہے۔ اگر ہند میں یہ قانون جاری ہوتا۔ یا متکلمین اہل سنت مثل شاہ عبدالعزیز و حیدر علی صاحب و مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی و محمد قاسم پیرزادہ ساکن سملیڑہ جن کی تصنیفات شیعہ نے رد کردی ہیں۔ اور محسن الملک ملک چین کے رہنے والے تو حضرت رسوا بتلائیں۔ کہ صورت بنتی۔ اور خود جناب رسوا کی بوجہ رد الحقیقت کیا آڑ بھگت ہوتی۔ انگریزی قانون کو بدلتے بھی دیر نہیں لگتی۔ اگر کہیں چین والہ قانون ہماری سرکار ابد پائدار نے بھی جاری کردیا۔ تو جناب محسن الملک و رسوا کچھ بند و بست کرلیں پس ایسے شخص کے سنی ہونے سے اہل سنت کو کیا فخر اور شیعہ کو کیا ضرر۔ جس کی کتاب کا دہر شیعہ کے گھر میں بجائے اون کے طاقوں میں رکھا ہوا ہے۔ محسن الملک کے تو سنی ہونے سے وہ ہی مثل ہوئی۔ جو از ین سو راندہ و ازاں سو ماندہ کی ہوا کرتی ہے۔ محمد اسحاق سہارنپوری نے اوسی سوال کو جو کہ ابوالقاسم صاحب احمد آبادی نے بہ طلب ثبوت ایمان حضرت امیر بہ نہایت خوارج جاری کیا تھا۔ مکرر وہ ہی سرخی (سوال از جمیع علمائے شیعہ) دیکر چھپوایا۔ اور یہ ظاہر کیا۔ کہ شیعہ نے اب تک جواب نہیں دیا۔ حالانکہ حسب تصریح بالا اوس کے چند جواب منجانب شیعہ ہو چکے ہیں۔ صاحب موصوف نے بزمرۂ چند علمائے سنیہ محسن الملک کی

وقت جو یہ مذہب اہل سنت ظاہر کی ہے۔ اوس کو عرض کرتا ہوں
محمد اسحاق صاحب اپنے مضمون میں صفحہ ۷، سطر ۱۹ پر لکھتے ہیں۔
(مولوی خلیل احمد صاحب کو بعد تامل الہامی اور یقیناً الہامی ذریعہ
سے شیعہ کے مرد میدان بنجانے کا سبب یہ معلوم ہوا۔ کہ آج تک
جو رسایل قدیم و جدید رد شیعہ میں تصنیف ہوئے ہیں۔ اون میں شیعوں
کے اعتراضات کا جواب دینے پر اکتفا گیا ہے۔ کسی نے کوئی مستقل
کتاب حصول مذہب شیعہ کے ابطال میں نہیں لکھی۔ جو اس خاص
طریقہ سے اصول کا ابطال کرے۔ جیسا کہ مولوی خلیل احمد صاحب
رسالہ مطرقۃ الامامتہ میں کرنے والے ہیں۔ نہ مولانا شاہ عبد العزیز
صاحب علیہ الرحمتہ نے اس طرف کما حقہ توجہ فرمائی۔ اور نہ مولوی
حیدر علی صاحب نے کبھی اس جانب التفات کیا۔ نواب محسن الملک
صاحب کو حالانکہ اون کے گھر کا بھیدی ہونے کا افتخار حاصل ہے
مگر اس بارہ میں وہ بھی اس وقت تک دوسرے مصنفین سے زیادہ
حصہ لینے والے نہیں ہیں۔ اوروں کا کیا ذکر خود مصنف مطرقہ کو
اپنے پہلے رسالہ ہدایات الرشید میں اس نرالے ڈھنگ پر تردید
اصول شیعہ کا وسوسہ بھی نہیں گذرا۔ غرض ہمارے کملاء کے اصول
شیعہ کی طرف بے توجہی نے شیعہ کو یہ دھوکہ دیا۔ کہ وہ اپنے اصول کو
نہایت مستحکم اور اٹل سمجھ بیٹھے۔ رسوا صاحب نے اس تحریر کا ذکر
الحقیقت میں کیا ہے۔ اِس تحریر سے یہ بات بالکل صاف ہوگئی۔ کہ

محسن الملک نے سنیوں کے گھر جنم لیکر کوئی تازہ اوچھل کود نہیں دکھلائے۔ بلکہ وہ ہی کھیل کھیلے ہیں۔ جس کو پہلے کھلاری کھیل کر ہاتھ پیر توڑ اچکے ہیں۔ سوائے ازیں باقرار مخالف یہ بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا۔ کہ شاہ عبدالعزیز صاحب و مولوی حیدر علی و خلیل احمد صاحب نے آج تک شیعہ کے اصول پر حملہ نہیں کیا۔ جس سے شیعہ مرد میدان اور سنی اوس کی ضد بنے ہوئے ہیں۔ شاہ مردان کے غلام ہر معرکہ میں مرد رہیں گے۔ اور بزدلوں اور نمک حراموں و لیئم مدبرین کے جان نثار ہمیشہ گریز پائی اختیار کریں گے۔ نہایت شکریہ کا موقع ہے کہ ایک سخت سنی نے اس کا فیصلہ کر دیا۔ کہ شیعہ مرد میدان مناظرہ ہیں۔ اور آج تک اون کے اصول پر کسی کو ایراد و قدح کرنے کی جراءت نہیں ہوئی۔ جن لوگوں کو تحقیق حق منظور ہے۔ وہ خدا را آنکھ کھول کر دیکھیں۔ کہ تیرہ سو برس سے تنازعات مذہبی میں فریقین لکھتے چلے آتے ہیں۔ اور بڑے بڑے افاضل و متبحر گذر چکے ہیں۔ مگر تا حال کسی شخص کو یہ حوصلہ نہیں ہوا۔ کہ شیعہ کے اصول مذہب پر ایراد کرتا۔ جس مذہب کا اصول آج تک مامون و مصئون ہے۔ اور انشاء اللہ تا قیامت رہیگا۔ وہ کیسا باعزت مذہب ہے۔ حق طلب لوگوں کو ایسا مضبوط مذہب اختیار فرمانا چاہیئے۔ جس کی جڑ کو ہرامر جنبش و تکان سے امن وقت تک یہ بھی خبر نہیں ہوئی کہ کون کدال لگا رہا ہے۔ چونکہ بابا م غیبی مولوی خلیل احمد صاحب

بذریعہ مطرقۃ الامامنہ شیعہ کے اصول پر توپ داغنے والی ہے۔ کاش ملہم غیب پہلے سے کسی عالم اہل سنت پر ایسا الہام کرتا۔ تو علمائے سنیہ پر جو یہ جرم عدم جواب وہی کتب شیعہ دار دگیر ہو رہی ہے۔ یہ نہ ہوتی۔ ہزارہا اہل سنت اپنے علماء کی پنبہ دہنی سے نادم ہو کر خانہ سنیت چھوڑ کر جو شیعوں کے محلوں میں آباد ہو گئے یہ کیوں ہوتے۔ نہ معلوم ملہم حقیقی نے اتنے زمانہ تک اِس الہام کو کیوں مقید رکھا۔ اگر خلیل احمد صاحب کچھ دنوں زندہ رہے۔ تو عجب نہیں کہ حدودِ الہام سے گذر کر نزول وحی کا دعوے کرنے لگیں۔ یا مثل مرزا غلام احمد قادیانی ابن اللہ بن جائیں۔ محمد اسحاق صاحب لکھتے ہیں۔ کہ سنیوں نے اس وقت تک شیعہ کے اعتراضات ہی کا جواب دیا ہے۔ نہ معلوم وہ جواب کونسا ہے۔ شاید وہ ہو۔ جو کہ تحفہ کے باب دہم میں ثلاثہ و عائشہ وغیرہ کے مطاعن سے متعلق ہے۔ شاہ صاحب نے چند اعتراضاتِ شیعہ کا جواب دے کر ملزموں کو جیلخانہ طعن و تشنیع سے رہا کرانا چاہا تھا۔ ہنوز مجرم دروازۂ محبس پر کھڑے لتے سمہال رہے تھے۔ کہ صاحب تشیید المطاعن نے اوسی وقت زنجیر طعن میں جکڑ بند کر کے پھر اوسی جگہ بٹھا دیا۔ جہاں پہلے سے بیٹھے تھے۔ بیچارے قلعہ اعتراضات میں پڑے ہوئے غل مچا رہے ہیں۔ کہ ہمکو چھڑاؤ۔ ہماری خبر لو۔ مگر مرید صاحب ایسے پنبہ بگوش ہو رہے ہیں۔ کہ کسی دردناک آوازہ کو نہیں سُنتے۔

ملہم صاحب اگر مولوی خلیل احمد صاحب کو یہ الہام کرتے - کہ آپ
قیدیوں کو تشئید المطاعن کا جواب لکھ کر پہلے آزاد کرائیں - تب
اصول شیعہ پر حملہ زن ہوں - تو ایک قرینہ کی بات تھی - حوالاتی
مطاعن کی کال کوٹھری میں اولٹے پلٹے سانس لے رہے ہیں -
اور خلیل احمد صاحب بادۂ الہام سے مست ہو کر اصول شیعہ
کے برہم کرنے میں متوالے بنے ہوئے ہیں - خیر مولوی صاحب
مطرقتہ الامامتہ مطبع سے نکالیں - اور پھر دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے -
انشاء اللہ وہی حال ہوگا - جو تحفہ و منتہی الکلام و ہدیتہ الشیعہ و
آیاتِ بینات و نصیحتہ الشیعہ و ہدایات الرشید کا ہوا - علمائے
شیعہ قلم بدست ہیں - اِدھر رسالہ آیا اور اُدھر جواب دیا -
پس ثابت ہوا - کہ محسن الملک صاحب کے سُنّی ہونے سے شیعہ کو کوئی
ضرر نہیں پہنچا - اور نہ اہل سنت کو فائدہ - کیونکہ تحریر محمد اسحاق
صاحب سے ہویدا ہے - کہ اونھوں نے باوصف واقف کار
مذہب شیعہ یعنی گھر کا بھیدی ہونے کے بہ مقابلہ مصنفین سابقین
کوئی زیادہ حصہ نہیں پایا - مذہب حق چھوڑ کر جو باطل کی پیروی
کرتا ہے - اوس کا یہی وقار ہوتا ہے - جو محسن الملک کا سنی بننے
سے ہوا - الغام خدا اِس کو کہتے ہیں - جو شیخ احمد صاحب مرحوم
مؤلف انوار الہدایہ پر ہوا - ایک عالم اہل سنت اون کی کتاب کا
جواب نہ لکھ سکا - اور اگر کسی شامت زدہ (جہانگیر خاں صاحب) نے

لکھا۔ تو اپنے ہی علماء کے ہاتھ سے دستارِ کفر کو زیبِ سر کیا۔
رسوا جیسے محقق سے بیہودہ گوئی اور لچر نویسی کا خطاب پایا۔ شیخ
حبیب احمد صاحب سہارنپوری کو فرقہ ناجیہ امامیہ میں داخل ہونے
سے وہ عزت ملی۔ کہ ایک عالم کو تہ و بالا کر دیا۔ اشتہار آئینہ حق نما
میں تیس سوال ایسے پُر زور کیے۔ کہ سب کو حیران بنا دیا۔ شیخ محمد یعقوب
صاحب بجنوری نے پاکیزہ خیال بایں آب و تاب لکھا۔ کہ رسوا جیسے
شاعر کو دوران سر ہو گیا۔

فقرہ دوم شیعہ ہر سال ایک دو آدمی کو شیعہ قرار دیکر اوس ندامت کو مٹاتے ہیں جو محسن الملک کے سُنّی ہونے سے اون کو ہوئی ہے

افسوس ہے۔ کہ جناب رسوا علمِ تاریخ سے بے بہرہ ہیں۔ کاش
خبردار ہوتے۔ تو ایسی بے تکی بات نہ لکھتے۔ حقیر رسوا صاحب کو
اِس کی حقیقت بتلاتا ہے۔ جاننا چاہیئے۔ کہ ابتدا میں شیعیان حضرت
امیر بہت کم تھے۔ اور جان نثاران ثلاثہ بیحد و انتہا۔ دیکھو حادثہ جانگزا

کربلائے معلےٰ میں جناب امام حسین علیہ السّلام کے ساتھ کل بہتّر۷۲ بزرگوار تھے۔ جن میں انصار کے سوا اٹھارہ بزرگ خاندانی بھی داخل تھے۔ اور ہواخواہان ثلاثہ و معاویہ لشکر یزید میں لاکھوں تھے۔ انہیں لوگوں کی نسلوں سے شیعہ ہوتے آتے ہیں۔ اور قیامت تک ہوتے جائیں گے۔ تا اینکہ بہت کم خلقت آخر زمانہ میں سنتِ شیخین پر چلنے والی ہوگی۔ جو لوگ قرب قیامت تک عامل بہ سنتِ ثلاثہ رہیں گے۔ وہ امام آخر کے ہاتھ سے مشرف بہ اسلام صحیح ہونگے۔ حضرتِ رسول کو یہ ہی خبر ہے۔ کہ محسن الملک کی وجہ سے شیعہ یہ گرم خبریاں کررہے ہیں۔ کہ اوس نے سنیت کو چھوڑا اور اوس نے دائرہ تشیع میں قدم رکھا۔ دیکھئے سیّد عارف شاہ صاحب کے ساتھ بقول مشہور ایک دن میں تین لاکھ آدمی شیعہ ہوئے۔ صاحب تاریخ فرشتہ لکھتے ہیں۔ کہ غازان بادشاہِ توران خواب میں آنحضرت سے ہدایت پاکر شیعہ ہوا۔ اولجاھتو سلطان معروف بہ خدابندہ حسب تصریح مورخ موصوفِ بالا خود بھی شیعہ ہوا۔ اور لاکھوں کروڑوں سنیوں کو شیعہ بنایا۔ جمعہ و عیدین کے خطبہ سے خلفاء کا نام گرایا۔ بلکہ مزید برآں اپنے اجلاس سے قانون پاس کردیا۔ کہ کوئی سُنّی زمین ایران میں نہ رہے۔ چنانچہ آج تک وہ قاعدہ چلا جاتا ہے۔ برہان شاہ والئے احمدآباد ملکِ دکن بقول تاریخ فرشتہ سنی سے شیعہ ہوا۔ اور تمام اہل دکن کو مطیع اہل بیت

بنایا۔ ہندوستان میں یہ پہلا بادشاہ ہے۔ جس نے خاندان نبوت کا
ذی حق امامت ہونا تسلیم کیا۔ یہ حکایات تو پہلے زمانہ کی ہیں۔ جن
کی شہادت پر تاریخ اہل سنت بول رہی ہے۔ اسی دو چار برس
کے عرصہ میں دیکھئے۔ کرشن گنج ضلع پورنیہ ایک دم سے چار سو
سُنی شیعہ ہو گئے۔ صوبہ پنجاب کے ضلع گجرات میں حسب تصریح
اخبار امامیہ لکھنؤ ۲۵ گھر قوم آوان معہ زن و مرد مطیع اہل بیت ہُوئے۔
اور جو لوگ کہ بذاتِ واحد یا معہ دو چار کے شیعہ ہُوئے۔ اون کے
لئے ایک جداگانہ فرد کی ضرورت ہے۔ بھلا شیخ محمد یعقوب وغیرہ
کو تو ہم نے بہ مقابلہ محسن الملک شیعہ ظاہر کیا۔ اور غلط خبروں سے
سنیوں کا دل توڑا۔ ازمنہ سابق و عہد شاہ صاحب میں محسن الملک
کہاں تھے۔ جب بڑے بڑے اُمرائے نامدار و خوانین ویوفار شیعہ
ہوئے۔ چنانچہ تحفہ کا سبب تالیف اسی بات کو قرار دیا گیا ہے۔
دیکھو کتابِ مذکور کے صفحہ ۳ پر بہ عبارت (غرض از تسوید این
رسالہ و تحریر این مقالہ آنست کہ دریں شہر کہ ما ساکن آنیم و دریں
ملک کہ ما در آنیم رواج مذہبِ شیعہ بحدے شیوع یافتہ کہ کم خانہ
باشد۔ کہ یک دو کس باین مذہب راغب نباشد) ابھی سرکار
نامدار ابد پائدار حضور نواب صاحب بہادر بہ القابہ والئے رامپور
شیعہ ہوئے ہیں۔ اور ما شاء اللہ تحقیقاتِ ذاتی سے وہ واقفیت
پیدا فرمائی۔ کہ اچھے اچھے لوگوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ بہادر دیرجگر

ایسے کہ علانیہ جلسوں میں وہ سب کچھ فرماتے ہیں۔ جو شیعہ کا شعار ہے۔
رسوا صاحب ارشاد فرمائیں۔ کہ یہ رئیس نامی و امیر گرامی کس کے
مقابلہ میں شیعہ بنائے گئے۔ مثل غازان خاں شاہ توران و اولجایتو
سلطان و برہان شاہ والئے احمد آباد و نواب صاحب بہادر رامپور
حضرت رسوا کوئی بادشاہ یا نواب پیش کریں۔ جس نے تشیع چھوڑکر
مذہب اہل سنت اختیار کیا ہو۔ ہمیشہ سے سنی شیعہ ہوتے رہتے
ہیں۔ اور قیامت تک ہوتے جائیں گے۔ تا اینکہ امام آخر کے زمانہ
میں سب شیعہ ہو جائیں گے۔ رسوا صاحب بڑے زور سے یہ دعوے
پیش کرتے ہیں۔ کہ (محسن الملک صاحب کا ہم پلہ وہم رتبہ علوم واقتدار
میں ملنا تو محالات عادی سے ہے۔ شیعہ صاحب سید منظور حسن
رئیس زادہ ہی کا ہمپایہ پیدا کریں) حقیر منظور حسن صاحب کی بابت
آگے لکھیگا۔ اِس وقت رسوا صاحب کے اوس دعوے کو اٹھاتا
ہوں۔ جسکو اونہوں نے محالات عادیہ سے تجویز کر کے ناممکن محض
قرار دیا ہے۔ نحیف ایسے ذی رتبہ شخص کو بہ مقابلہ محسن الملک صاحب
پیش کرتا ہے۔ جن کا علم وفضل وفہم وفراست وجاہ وجلال محسن الملک
صاحب سے بمراتب بڑھا ہوا ہے۔ کہ منجانب گورنمنٹ شمس العلماء
کا خطاب پائے ہوئے ہیں۔ سب سے بالاتر یہ ہے۔ کہ الحقیقت
کے خاتمہ پر رسوا صاحب نے اون کو اپنا مولانا فخریہ لکھا ہے۔ وہ
بزرگ جناب مستطاب معلے القاب مولوی نذیر احمد صاحب بہادر

ہیں۔ حضرت ممدوح نے اپنے عقاید حقانیہ کا تخلیہ میں جو حقیر سے
اظہار کیا۔ اون کو بایں وجہ معرض تحریر میں نہیں لا سکتا کہ وہ دوسرے
لوگوں پر حجت قاطع نہیں ہو سکتے۔ ہاں صاحب توضیحت الصدر کی
ایک چھپی ہوئی تحریر کا نقل مطلب کا لکھتا ہوں۔ جس سے ہر
دیکھنے والے پر واضح ہو جائے گا۔ کہ اوس سے بوئے سنیت
آتی ہے۔ یا تشیع کی عطر بھری لپٹیں آ رہی ہیں۔ حضرت ممدوح
الشان حدودیا و دفعہ مصنفہ خود میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اگر فاطمہ
علیہ السلام کا مقدمہ میرے اجلاس میں دایر ہوتا۔ تو میرا اسلام مجھکو
کبھی رخصت نہ دیتا۔ کہ اون کے دعوے کی ڈسمسی میں قلم
اٹھاؤں۔ میں ضرور ڈگری دیتا۔ خواہ اوس سے میرا ایمان
جاتا یا رہتا۔ جن لوگوں نے اخراج دعوے سے نبی کی پیاری بیٹی
کا دل دکھایا۔ اون ظالموں کے لیے حضرت سیدہ نے حکم دیا۔ کہ میرے
جنازہ پر نہ آئیں۔ شمس العلماء صاحب نے اپنے اور ابوبکر کے ایمان
میں ایک حد فاصل کی مستحکم دیوار چین بیان دی ہے۔ تحریر صدر سے
یہ صاف ہویدا ہے۔ کہ ایسا ایمان ابوبکر صاحب کا تھا۔ جس نے
اخراج دعوے پر لعن کو جری کیا۔ میں ایسا مسلمان نہیں۔ جیسے کہ
ابوبکر تھے۔ حضرت رسول کو آگاہ ہونا چاہئے۔ کہ مشیعہ وہی ہے۔
جو کہ ابوبکر کو بر سر نار ہستی اور سیدہ کو راہ پیمائے حق و ثواب سمجھے
جناب مقدم الوصف نے دو فقروں میں تمام اختلافات سنی و شیعہ کی

عکسی تصویر کھینچ کر دانشمندوں پر اپنا اعتقاد ظاہر کردیا۔ زمانہ موجود اور آنے والے اقاران تحریر مذکور دیکھ کر کبھی کوئی ذی عقل یہ نہ کہیگا۔ کہ منصف رویلے صادقہ سنی ہے۔ کیونکہ فقرہ مستدلہ حقیر ہیں مقدم الوصف نے تسمتہ الجہا نہیں رکھا۔ ہم جملہ سادات و دیگر اُمتی موالیانِ اہل بیت شمس العلماء صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کہ اونہوں نے خاندانِ رسالت کا اقتدار ملحوظ فرما کر ہمارے شورا خدار جگر پر مرہم انصاف کا پھایہ رکھ دیا۔ آج ہم شکر گذار ہیں۔ اور فردا قیامت رسول مقبول ثناء خواں ہوکر فرمائیں گے۔ کہ میرے پیارے تونے خوب داد ایمان دی۔ ایسی بیکسیہ کا سچا طرفدار بنا جسکو سوائے معدودے چند مقدمہ فدک میں کوئی گواہ نہ ملا۔ جس کے گھر پر لوگوں نے آتش فشانی کی۔ جسکو بیکس مرنے پر رونے نہ دیا۔ جسکو طلبِ میراث میں غلط گو اور جاہل بہ احکامِ شریعت کہا۔ لے یہ جامِ کوثر نوش کر۔ اور سیدھا سیّدہ کے ناقہ کے ساتھ جنت کو چلا جا۔

فقرہ سوم سید منظور حسین صاحب نے کراماتِ فاروقی سے مذہبِ سُنی اختیار کیا

رُسوا صاحب لکھتے ہیں کہ منظور حسین کراماتِ فاروقی سے تارک مذہب شیعہ ہوئے۔ اور بقول اعثم کوفی مؤلف کتاب الفتوح عمر صاحب فاروق اعظم تھے

اس موقع پر ہمکو صرف اس بات کی جانچ کرنی منظور ہے۔ کہ عمر فاروق تھے یا نہیں۔ اور اعثم کوفی شیعہ تھا یا سُنّی۔ اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ صدیق اکبر و فاروق اعظم و امیر المومنین وغیرہ جناب امیر علیہ السّلام کا خطاب ہے۔ جبکہ خلافت و حکومت عامہ شیخین سے متعلق ہوئے۔ تو حضرت امیر کے خطاب بھی معرض ضبطی میں آگئے۔ کوئی صدیق بنا۔ اور کوئی فاروق۔ جس نے جو چاہا وہ اپنے واسطے پسند کر لیا۔ خوشامدی لوگوں نے ہر موقعہ اور جلسہ میں اوس کو ورد زبان کیا۔ کے کثرت استعمال سے یہاں تک نوبت پہنچی۔ کہ عوام الناس ایک مستقل اصطلاح مابین اہل سنت والجماعت ہوگئی۔ تائید کلام کے لئے چند شواہد کتب اہل سنت سے پیش کرتا ہوں۔ طبرانی جو کہ اعلیٰ درجہ کے محدثین اہل سنت سے ہیں لکھتے ہیں (اخرج الطبرانی عن سلمان و ابوذر رضی اللہ عنہما ان النبی صلعم قال لعلی ان ہذا اول آمن و ہو اول یصافحنی یوم القیامۃ و ہذا صدیق اکبر و فاروق ہذہ الامۃ یفرق بین الحق والباطل و ہذا یعسوب الدین) یعنی سلمان و ابوذر رضوان اللہ تعالے بیان کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت نے بحق علی فرمایا۔ کہ یہ وہ شخص ہے۔ جو سب سے پہلے ایمان لایا۔ اور سب سے اول قیامت میں مجھ سے مصافحہ کرے گا۔ یہ اس امت کا صدیق و فاروق اور یعسوب الدین ہے۔ فاروق و صدیق کے معنے سب جانتے ہیں۔ البتہ یعسوب ایک خاص لغت ہے

جس کو عام نہیں جانتے ۔ شہد کی مکھیوں میں جو سردار ہوتی ہے یہ اوس کا نام ہے ۔ وہ شاہِ مگسان چھتہ کے دروازہ پر نگران رہتی ہے ۔ کہ میری رعایا سے کوئی بودار پھول پتے کا شہد نہ لائے ۔ بوقت دخول اپنی قوتِ ادراک سے جب یہ معلوم کرتی ہے ۔ کہ فلاں نے خراب پتیوں سے شہد حاصل کیا ہے ۔ اوسکو فوراً ٹکڑے ٹکڑے کردیتی ہے ۔ یہ ہی حال جناب امیر علیہ السلام کا ہے ۔ چونکہ آپ بفحوائے حدیث شریف (انا مدینة العلم وعلی بابہا) علوم نبی کے دروازہ ہیں ۔ لہذا جن لوگوں نے در فیامت لوہمی ایمان پائینگے ۔ رسالتماب تک پہنچنے دینگے ۔ پہلے ہی دروازہ پر منافقین و مرتدین کی قطع برید کر دیجائیگی ۔ یہ بات مسلمات اہلسنت سے ہے کہ عہد رسول مقبول میں مومن و منافق کی تمیز محبت عداوت مرتضوی پر منحصر تھی جس شخص کو مبغضین میں پاتے تھے وہ منافق کہا جاتا تھا اور جنکی جمیع حرکات و سکنات سے محبت ٹپکتی تھی وہ مومن خالص سمجھے جاتے تھے حضرت رسول اور دیگر اہل سنت ابھی سے خبردار ہو کر خوب سوچ سمجھ لیں کہ اونکے قلوب کا کسقدر حصہ محبت حضرت امیر دبائے ہوئے ہے ۔ کیونکہ دار آخرت میں کسی زید و بکر عمرو خالد کی محبت کار آمد نہ ہوگی وہ ولایت موالیان اہلبیت کی ہے وہاں حضرت ثلاثہ کی پرستش نہ ہوگی وہ بیچارے بجرم احداثِ بدعات و تغیراتِ احکامِ شریعت فرشتگان شدید و غلیظ کی گرفتاری میں ہونگے ۔ بخاری و مسلم و کنز العمال و دیگر کتب اہل سنت میں لکھا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ میں حوض کوثر پر کھڑا ہونگا اور دیکھونگا کہ فرشتگان عذاب ایسے لوگوں کو پکڑ کر لائیں گے کہ جنکو میں اور وہ مجھ کو پہچانتے ہونگے ۔ میں کہونگا کہ یہ میرے اصحاب ہیں انکو چھوڑ دو ۔ بجواب فرشتے کہیں گے کہ بعد آپکے انہوں نے احداثِ بدعات کیا ۔ اسوقت میں کہونگا کہ انکو جہنم میں ڈالدو ۔ جناب رسول خدا ۔ بلکہ جمیع اہلسنت انصاف فرمائیں کہ اس حدیث کے مصداق کون اصحاب ہیں جنہوں نے دین خدا

میں ایجاد بندہ کیا آیا یہ ہی صحابہ جنکی سیرت پر اہلسنت چلتی ہیں یا آنکہ اور کوئی۔ اگر سوائے ثلاثہ حضرات
ستیہ کسی دوسرے کا نام ارشاد فرمانا چاہیں تو اون جماعت کی بھی فہرست پیش کریں جنکو اونہوں نے
قایم کیا ہو ورنہ یہ ہی بزرگوار سمجھے جائیں گے۔ بنظر تسکین جناب صوا عبارت مسلم و بخاری متعلق
بہ مضمون بالا پیش کرتا ہوں۔

عبارت صحیح بخاری مطبوعہ مصر جلد چہارم کتاب الفتن صفحہ (۱۳۶)

عن ابی وایل قال قال عبد اللہ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم انا فرطکم علی الحوض لیرفعن الی رجال
منکم حتے اذا اہویت لاناولہم اختلجوا دونی فاقول ای رب اصحابی فیقول لا تدری ما احدثوا بعدک۔

عبارت صحیح مسلم جلد دوم مطبوعہ مطبع الضیاء دہلی صفحہ (۲۵۲)

(عن انس ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لیردن علی الحوض رجال ممن صاحبنی حتی اذا رایتہم ورفعوا
الی اختلجوا دونی فلاقولن ای رب اصحابی اصحابی فلیقالن لی انک لا تدری ما احدثوا بعدک) پس ثابت ہوا
کہ صدیق و فاروق امت جناب امیر علیہ السلام ہیں و ثلاثہ سے آخرت میں کسی قسم کی مدد کا ملنا ناممکن و
محال ہے وہ غریب تو خود کیفر کردار میں مبتلا ہوکر فرشتوں کی حوالات میں ہونگے اہل اسلام کو چاہئے کہ ایسی بزرگ کو
اپنا پیشوا سمجھیں جو کہ کوثر کے جام بھر بھر کر اپنے غلاموں کو پلا ئینگے نہ اونکو جو کہ کوثر پر سے کھینچے جانے والے ہوں
اور اہل رسالہ سجادیہ میں حقیر نے اہل سنت کے اقوال کثیر سے ثابت کیا ہے کہ صدیق اکبر جناب امیر ہیں ابوبکر
ویسے ہی غوغائے عوام الناس سے صدیق اکبر کہے جاتے ہیں جسکو اس بحث کا دیکھنا منظور ہو رسالہ
مذکور میں دیکھے انشاء اللہ عجیب لطف ہوگا۔ عمر صاحب بھی جنکی فاروقیت کے اثر نے سید منظور حسین صاحب کو
راہ سنن دکھلائی اسلامی فاروق نہ تھے بلکہ یہ خطاب ونکو منجانب یہود عطا ہوا ہے پس وہ یہودیوں کے
دفتر سے سند پائے ہوئے تھے جسکو اتباع یہود کرنا مقصود ہو وہ عمر صاحب کو فاروق کہے۔ اہل سنت
کے ذی عزت محدث شیخ جمال الدین روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں۔ (عن سعد ابن الکاتب الواقدی

عن الزہری انہ قال بلغنا ان الیہود سمیہ فاروق ثم تابوہم المسلمین ولم تبلغنا
عن النبی صلعم فی ذلک شیئی تسمیتہ/ خلاصہ یہ کہ عمر کو بہ متابعت یہود فاروق
کہتے ہیں۔ نبی نے کوئی خطاب اون کو متعلق بہ فاروقیت نہیں دیا۔ پس سید
منظور حسین کا تسنن نہایت قابل قدر ہے کیونکہ اوسمیں یہود کے فاروق کی کرامت
نے محکوما ہو کر ایک خاص اثر پیدا کیا ہے۔ حضرت رسوا کا یہ کہنا کہ احمد عثم کوفی عالم
شیعہ نے عمر کو فاروق لکھا ہے اوسوقت قابل تسلیم ہوسکتا تھا جب کہ کتب
رجال شیعہ میں اوس کا نام درج ہونا ثابت کرتے۔ آج تک تو ہم اوس کوفی کو ایسا
ہی جانتے تھے جیسا کہ دیگر ہواخواہان ثلاثہ کو۔ اگر رسوا صاحب نے اوس کا عالم شیعہ ہونا ثابت
فرما دیا تو اوس دن سے ہم حضرت عمر کو فاروق اعظم سے دو چار ہاتھ اونچا سمجھ کر
معتقد ہوجائیں گے کہ اون میں ایسا اوہ کرامت بھی ہے کہ منظور حسین جیسے
شیعہ کو سنی بنا دیا۔ حقیر نے جو تحریر صدر میں دکھلایا ہے کہ اس قدر آدمی
سنی سے شیعہ ہوئے ہیں۔ نہ معلوم اوس وقت کرامات فاروقی کہاں
گئی تھی +

الحمد للہ کہ جناب رسوا صاحب کے الحقیقت

کا

پورا رد کیا گیا

التماس بخدمت حضرتِ سواد و سید موسوی نسب

اگر بروئے کمیٹی جسمیں سوا علماء سنی و شیعہ کے دیگر مذاہب کے علماء بھی ہوں۔ یہ بات ثابت کردی گئی کہ رسالہ الحقیقت پاکیزہ خیال کا پورا جواب ہے اور جمیع مطالب اوسکے رد کردیئے گئے ہیں یا یہ کہ فلاں مضمون مندرجہ پاکیزہ خیال قطعاً باطل کردیا گیا ہے۔ اور رسالہ ہذا کے مضامین و حوالہ و نتایج غلط ہیں تو مبلغ پانچ ہزار روپیہ انعام ایسے شخص کو رؤساء شیعہ سے انشاء اللہ ولادونگا جو اس کا ذمہ دار ہوگا۔

اسمائے گرامی رؤساء شیعہ جن سے بہ ضمانت جائداد انشاء اللہ پانچ ہزار روپیہ کا اطمینان کیا دونگا۔

عالی جناب راجہ سید اسد رضا صاحب رئیس سادات بارہہ و پورنیہ ملکِ بنگال۔

عالی جناب سید مظفر علی خاں صاحب رئیس جانسٹھ ضلع مظفر نگر۔

عالی جناب سید محمدی حسین صاحب رئیس گگرولی ضلع مظفر نگر۔

عالی جناب سید ابوجعفر صاحب تعلقہ دار اکبرپور ضلع فیض آباد۔

عالیجناب راجہ مہدی علی خاں صاحب رئیس و تعلقہ دار حسن پور ضلع سلطان پور۔

وغیرہ وغیرہ

العبد

سجاد حسینؒ ولد محمد حسینؒ مرحوم ساکن بہڑہ سادات ضلع مظفر نگر بقلم خود

کوٹھی میر احمد حسین صاحب

۵ دسمبر ۱۹۰۸ء

بمقام میرٹھ راول

MAAB 1431
maablib.org